بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت اتاری تا کہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ (النحل: 44)

قرآنی آیات اور صحیح احادیث
پر مُشتمل

# تفسیر دعوۃ القرآن

## جلد پنجم

سورۃ الزخرف تا سورۃ الناس

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

تفسیر دعوۃ القرآن

نام کتاب

# تفسیر دعوۃ القرآن

## جلد پنجم

سورۃ الزخرف تا سورۃ الناس

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ

قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ پر مشتمل

# تفسیر دعوۃ القرآن

## جلد پنجم

سورۃ الزخرف تا سورۃ الناس

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر
ابونعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

دار الاندلس
۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور
Ph: +92-42-37230549 Fax: +92-42-37242639

# فہرست

# سورة الزخرف مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

حٰمٓ ۝ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَ اِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝

''حٰمٓ۔ اس کتاب کی قسم جو کھول کر بیان کرنے والی ہے! بے شک ہم نے اسے عربی قرآن بنایا، تاکہ تم سمجھو۔ اور بے شک وہ ہمارے پاس اصل کتاب میں یقیناً بہت بلند، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اہل عرب! اس کتاب مبین کی قسم، جو حق و باطل کو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتی ہے! اسے ہم نے عربی زبان میں نازل کیا ہے، تاکہ تم لوگ اس کے اغراض و مقاصد کا ادراک کر سکو اور سمجھ سکو کہ ہمارا تم سے کیا مطالبہ ہے۔ اگر قرآن مجید عربی زبان میں نہ ہوتا تو اہل عرب بہانا بناتے کہ ہم اسے کیسے سمجھیں؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ﴾ [ حٰمٓ السجدة : ٤٤ ] ''اور اگر ہم اسے عجمی قرآن بنا دیتے تو یقیناً وہ کہتے اس کی آیات کھول کر کیوں نہ بیان کی گئیں، کیا عجمی زبان اور عربی (رسول)؟''

اگلی آیت میں فرمایا کہ یہ قرآن مبین ہمارے پاس لوح محفوظ میں موجود ہے، اس کا مقام بہت ہی اونچا ہے اور یہ بڑی حکمتوں والی کتاب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [ الواقعة : ۷۷ تا ۸۰ ] ''کہ بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت پڑھی جانے والی چیز ہے۔ ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا مگر جو بہت پاک کیے ہوئے ہیں۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ

مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴾ [ عبس : ١١ تا ١٦ ] ''ایسا ہر گز نہیں چاہیے۔ یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے۔ تو جو چاہے اسے قبول کرلے۔ ایسے صحیفوں میں ہے جن کی عزت کی جاتی ہے۔ جو بلند کیے ہوئے، پاک کیے ہوئے ہیں۔ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جو معزز ہیں، نیک ہیں۔''

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿۵﴾ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۷﴾ فَاَهْلَكْنَا اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

''تو کیا ہم تم سے اس نصیحت کو ہٹا لیں، اعراض کرتے ہوئے، اس وجہ سے کہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔ اور کتنے ہی نبی ہم نے پہلے لوگوں میں بھیجے۔ اور ان کے پاس کوئی نبی نہیں آتا تھا مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ تو ہم نے ان سے زیادہ سخت پکڑ والوں کو ہلاک کر دیا اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی۔''

کفار مکہ کے کفر و شرک پر اصرار اور قرآن مجید سے مسلسل اعراض پر نکیر کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمھاری زیادتیوں اور حد سے تجاوز کی وجہ سے ہم قرآن کا نازل کرنا بند کر دیں گے؟ بلکہ تمھارا حق سے اعراض تو اور اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ قرآن نازل ہوتا رہے، شاید کہ کسی دن تمھارے دل میں حق بات اتر جائے، تم مشرف بہ اسلام ہو جاؤ اور تمھارے دل کی دنیا بدل جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴾ [ مریم : ۹۷ ] ''سو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا ہے، تاکہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوشخبری دے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے جو سخت جھگڑالو ہیں۔''

اگلی آیت میں کفار کو مزید فرمایا کہ تمھاری طرف سے ہمارے نبی اور قرآن کا انکار کوئی نئی بات نہیں ہے، ہم تم سے پہلے بھی بہت سے انبیاء بھیجتے رہے ہیں اور ان کی قوموں نے ان کا مذاق اڑایا، ان کی نبوتوں اور اللہ کی کتابوں کا انکار کیا تو ہم نے ان میں سے جو سب سے زیادہ طاقت ور قومیں تھیں انھیں عذاب بھیج کر ہلاک کر دیا اور ان قوموں کے واقعات اور ان کی ہلاکت و تباہی کی روداد یں قرآن کریم میں مختلف مقامات پر مذکور ہیں، جنھیں سن کر تمھیں عبرت حاصل کرنی چاہیے، لیکن افسوس ہے کہ بعد والے ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [ المؤمن : ۸۲، ۸۳ ] ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ (تعداد میں) ان سے زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے ان سے بڑھ

کر تھے، تو ان کے کسی کام نہ آیا، جو وہ کماتے تھے۔ پھر جب ان کے رسول ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تو وہ اس پر پھول گئے جو ان کے پاس کچھ علم تھا اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔‘‘

وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

’’اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً ضرور کہیں گے کہ انھیں سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔ وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے، تاکہ تم راہ پاؤ۔‘‘

مشرکین مکہ کے لیے دعوت توحید کا اعادہ کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ اے میرے نبی! اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو بغیر کسی توقف و تردد کے یہی جواب دیں گے کہ انھیں اس نے پیدا کیا ہے جو بڑے مقام و عزت والا ہے اور جس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ لوگو! اس عزیز و علیم ذات کی صفت یہ بھی ہے کہ اس نے زمین کو تمھارے لیے ہموار اور آرام دہ بنایا ہے، جس پر تم چلتے ہو، سوتے ہو اور اپنی تمام ضروریات زندگی پوری کرتے ہو۔ اسی نے تمھارے لیے زمین پر پہاڑوں اور وادیوں کے درمیان راستے بنائے ہیں، تاکہ تم ان پر چل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکو اور اپنی معیشت کے لیے تجارتی کاروبار انجام دے سکو۔

مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ : یعنی وہ اعتراف کریں گے کہ ان کا خالق تو اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے، اس کے باوجود اس کے ساتھ بتوں اور شریکوں کی عبادت کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [ الزمر : ۳۸ ] ’’اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔‘‘

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝

’’اور وہ جس نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی

طرح تم نکالے جاؤ گے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بھی ہے کہ وہ آسمان سے اپنی حکمت و مصلحت کے تقاضے کے مطابق مناسب مقدار میں بارش نازل کرتا ہے، جس سے وہ مردہ شہروں کو زندگی دیتا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ جس طرح بارش کے قطروں سے مردہ زمین میں جان آ جاتی ہے، پودے لہلہا اٹھتے ہیں اور انواع واقسام کے پھل اور پھول اگ آتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، جو زندہ ہوتے ہی میدان محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے اور اپنے رب کے حضور اپنے اعمال کا حساب دینے کے لیے دست بستہ کھڑے ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴾ [ ق : ۹ تا ۱۱ ] ”اور ہم نے آسمان سے ایک بہت بابرکت پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ باغات اور کاٹی جانے والی (کھیتی) کے دانے اگائے۔ اور کھجوروں کے درخت لمبے لمبے، جن کے تہ بہ تہ خوشے ہیں۔ بندوں کو روزی دینے کے لیے اور ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح نکلنا ہے۔“

وَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

”اور وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے اور تمھارے لیے وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو، پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو، جب ان پر جم کر بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے لیے تابع کر دیا، حالانکہ ہم اسے قابو میں لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اس نے انواع واقسام کی چیزیں اور تمام حیوانات و نباتات کے جوڑے پیدا کیے ہیں، صرف اس کی ذات اکیلی ذات ہے، اس کا کوئی جوڑا نہیں ہے۔ اسی نے انسان کو کشتی بنانے کا علم دیا اور اس کے لیے چوپائے پیدا کیے، لوگ ان کشتیوں اور چوپاؤں پر سوار ہو کر سفر کرتے ہیں۔ اہل عقل وخرد اور اہل ایمان جب ان کشتیوں اور چوپایوں پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے اس رب کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں کہ جس نے ان جانوروں کو ان کے تابع فرمان بنا دیا ہے۔ اگر اللہ نہ چاہتا تو انھیں وہ مسخر نہیں کر سکتے تھے۔ لوگ سوار ہو کر اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس دنیاوی زندگی کے بعد ہمیں لوٹ کر اپنے رب ہی کے پاس جانا ہے۔

سواریوں کا احسان جتلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ

مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴾ [ النحل : ۸ ] ''اور گھوڑے اور خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَنۡعَامَ لِتَرۡكَبُوۡا مِنۡهَا وَ مِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ۝ وَ لَكُمۡ فِیۡهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبۡلُغُوۡا عَلَیۡهَا حَاجَةً فِیۡ صُدُوۡرِكُمۡ وَ عَلَیۡهَا وَ عَلَی الۡفُلۡكِ تُحۡمَلُوۡنَ ۝ وَ یُرِیۡكُمۡ اٰیٰتِهٖ ٭ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنۡكِرُوۡنَ ﴾ [ المؤمن : ۷۹ تا ۸۱ ] ''اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے چوپائے بنائے، تاکہ ان میں سے بعض پر تم سوار ہو اور انھی میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور تمھارے لیے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ تم ان پر اس حاجت تک پہنچو جو تمھارے سینوں میں ہے اور انھی پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔ اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، پھر تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔''

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب اپنی سواری پر سوار ہونے لگے تو آپ نے رکاب میں پیر رکھتے ہی فرمایا: « بِسۡمِ اللّٰهِ »، پھر جب جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا: « اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ »، پھر کہا: « سُبۡحَانَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ، وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ » ''پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے تابع کیا اور ہم از خود اسے اپنا تابع نہیں بنا سکتے تھے اور بلاشبہ ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔'' پھر تین مرتبہ « اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ » کہا اور تین مرتبہ « اَللّٰهُ اَكۡبَرُ »، پھر فرمایا: « سُبۡحَانَكَ إِنِّیۡ قَدۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ إِنَّهٗ لَا یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ إِلَّا أَنۡتَ » ''اے اللہ! تو پاک ہے، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، تو مجھے معاف فرما دے، بلاشبہ تیرے سوا اور کوئی نہیں جو گناہوں کو بخش سکے۔'' اور پھر ہنس دیے۔ میں نے پوچھا، امیر المومنین! آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایسے ہی کیا تھا جیسے میں نے کیا ہے اور پھر آپ ہنس دیے تھے، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ تیرے رب کو اپنے بندے پر تعجب آتا ہے جب وہ کہتا ہے: « رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ » ''میرے رب! مجھے بخش دے'' تو (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔'' [ أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب ما یقول الرجل إذا رکب : ۲۶۰۲۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء ما یقول إذا رکب دابة : ۳۴۴۶ ]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لیے جب کبھی اپنی سواری پر سوار ہوتے تو تین مرتبہ تکبیر کہہ کر یہ دعا پڑھتے: « سُبۡحَانَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسۡئَلُكَ فِیۡ سَفَرِنَا هٰذَا الۡبِرَّ وَالتَّقۡوٰی وَ مِنَ الۡعَمَلِ مَا تَرۡضٰی، اَللّٰهُمَّ هَوِّنۡ عَلَیۡنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَ اطۡوِ عَنَّا بُعۡدَهٗ، اَللّٰهُمَّ اَنۡتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالۡخَلِیۡفَةُ فِی الۡاَهۡلِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ وَعۡثَاءِ السَّفَرِ وَ كَاٰبَةِ الۡمَنۡظَرِ وَ سُوۡءِ الۡمُنۡقَلَبِ فِی الۡمَالِ وَالۡاَهۡلِ » ''پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے لیے تابع کر دیا، حالانکہ ہم اسے قابو میں لانے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اے اللہ! ہم اپنے اس سفر میں تجھ سے نیکی اور تقویٰ کا سوال کرتے ہیں اور اس عمل کا سوال کرتے ہیں، جسے تو پسند کرے۔ اے اللہ! ہمارا یہ سفر ہم پر آسان فرما دے اور ہم سے اس کی دوری کم کر دے۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں ساتھی اور گھر والوں میں نائب ہے، اے اللہ! میں تجھ سے سفر کی مشقت سے اور مال اور اہل خانہ میں غمناک منظر دیکھنے سے اور ناکام لوٹنے کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' اور جب واپس آتے تو یہی کلمات کہتے، البتہ ان الفاظ کے اضافے کے ساتھ: (( آيِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ )) ''ہم واپس لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب ہی کی حمد کرنے والے ہیں۔'' [ مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الذكر إذا ركب دابته ...... الخ : ۱۳۴۲ ]

وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ؕ﴿۱۵﴾

''اور انھوں نے اس کے لیے اس کے بعض بندوں کو جز بنا ڈالا، بے شک انسان یقیناً صریح ناشکرا ہے۔''

مشرکینِ مکہ کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ انھوں نے اللہ کے بندوں میں سے بعض کو یعنی فرشتوں کو اس کی بیٹیاں کہا، اس سے بڑھ کر جھوٹ اور کفر کیا ہو سکتا ہے؟ انھیں کیسے معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور اللہ کے ساتھ وہ بھی عبادت کے مستحق ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کفرانِ نعمت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو اعتراف کرتے ہیں کہ وہی ذاتِ واحد خالق ارض وسما ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں ہے اور پھر اس کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی وہ اولاد اس کے مماثل ومشابہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴾ [ الكهف : ۴، ۵ ] ''اور ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے۔ نہ انھیں اس کا کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو۔ بولنے میں بڑی ہے، جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ سراسر جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔''

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾

''یا اس نے اس (مخلوق) میں سے جسے وہ پیدا کرتا ہے (خود) بیٹیاں رکھ لیں اور تمھیں بیٹوں کے لیے چن لیا؟ حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوش خبری دی جائے جس کی اس نے رحمان کے لیے مثال بیان کی ہے تو اس کا منہ سارا دن سیاہ رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی کے خلاف ان کی جرأت تو دیکھیے کہ انھوں نے اس کے لیے اولاد بھی ٹھہرائی تو ایسی جسے اپنے لیے پسند نہیں کرتے، یعنی بیٹیاں، جن سے ان کی نفرت کا حال یہ ہے کہ جب انھیں خبر دی جاتی ہے کہ ان کے

ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو غم والم سے ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں اور ان کے دل کرب و اذیت سے بھر جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴾ [ النحل : ۵۷ تا ۵۹ ] ''اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔''

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے قریش کی جماعت ! اللہ کی قسم ! میرے علاوہ تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔ زید بن عمرو لڑکیوں کو زندہ دفن ہونے سے بچایا کرتے تھے۔ جب کوئی آدمی اپنی بیٹی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو زید اس سے کہتے کہ تو اسے قتل مت کر، میں اس کے تمام اخراجات کا ذمہ لیتا ہوں۔ چنانچہ وہ لڑکی کو اپنی پرورش میں رکھ لیتے، پھر جب وہ بڑی ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے، اگر تم چاہو تو میں تمھاری بیٹی تمھارے سپرد کر دیتا ہوں اور اگر تمھاری مرضی ہو تو میں اس کے سب کام پورے کر دوں گا۔ [ بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل : ۳۸۲۸ ]

## أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ۝۱۸

''اور کیا (اس نے اسے رحمان کی اولاد قرار دیا ہے ) جس کی پرورش زیور میں کی جاتی ہے اور وہ جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں؟''

یعنی لڑکیوں کی پرورش اور نشو و نما زیور اور زینت کے سامان کے ساتھ ہوتی ہے اور ان کے ذریعے سے اس کی شخصیت میں پائی جانے والی کمی کو پورا کیا جاتا ہے اور بحث و حجت کی ضرورت پیش آئے تو وہ بات صاف نہیں کر سکتی، بلکہ وہ عاجز و ناتواں ہوتی ہے، جو اس طرح کی ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف، جو صاحب عظمت و شان ہے، منسوب کیا جا سکتا ہے؟ اور وہ اللہ تعالیٰ کا جز اور حصہ بن سکتی ہے؟

## وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ۝۱۹

''اور انھوں نے فرشتوں کو، وہ جو رحمان کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا، کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ ان کی

گواہی ضرور لکھی جائے گی اور وہ پوچھے جائیں گے۔“

یعنی جو فرشتے رات دن اپنے خالق و مالک کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں، انھوں نے انھیں اپنی غایت درجہ کی جہالت و نادانی کی وجہ سے عورتیں بنا دیا۔ کیا جب اللہ نے انھیں پیدا کیا تھا تو اس وقت وہ موجود تھے اور انھیں علم ہو گیا تھا کہ اللہ نے انھیں مؤنث پیدا کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی قدر و منزلت کے خلاف یہ بڑی ہی ظالمانہ جرأت ہے، جس کے بارے میں قیامت کے دن ان سے سوال ہو گا اور کہا جائے گا کہ اپنے دعویٰ کی صداقت پر دلیل و برہان پیش کرو، لیکن وہ عاجز رہیں گے اور تب انھیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

**وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾**

”اور انھوں نے کہا اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، وہ تو صرف انکلیں دوڑا رہے ہیں۔ یا کیا ہم نے انھیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے؟ پس وہ اسے مضبوطی سے تھامنے والے ہیں۔“

یعنی وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں ان بتوں کو نہ پوجنے دیتا، جو فرشتوں کی صورت میں بنائے گئے ہیں اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اسے اس بات کا علم ہے اور اس نے ہمیں اس پر برقرار رکھا ہوا ہے، اگر ہمارے اس عمل سے وہ راضی نہ ہوتا تو ہمیں اپنی قدرت کے ذریعے سے اس سے روک دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ انھیں کیسے معلوم ہو گیا کہ اللہ ان کے اس فعل سے راضی ہے؟ یہ محض ان کی بے دلیل و بے بنیاد باتیں ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے اور جس قدر کتابیں نازل فرمائیں، سب کی زبانی صرف اپنی عبادت کا حکم دیا اور اپنے سوا ہر چیز کی عبادت سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ [ النحل : ۳٦ ] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہو گئی۔ پس زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔“

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی کہ یہ اس پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں اور اس کے مطابق غیر اللہ کی عبادت کر رہے ہیں؟ نہیں، ان کے پاس کوئی کتاب نہیں اور ان کو خود بھی اس بات کا اقرار ہے کہ وہ کسی کتاب کی بنیاد پر ایسا نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [ الروم : ۳۵ ] ”یا ہم نے ان پر کوئی دلیل نازل کی ہے کہ وہ بول کر وہ چیزیں بتاتی ہے جنھیں وہ اس

کے ساتھ شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔"

﴿ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ۝۲۲ ﴾

"بلکہ انھوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا ہے اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں پر راہ پانے والے ہیں۔"

کفار نے اپنی پوجا پاٹ کے سلسلے میں علمی دلیل دینے سے ہمیشہ پہلوتہی اختیار کی اور وہ پہلوتہی اختیار نہ کرتے تو آخر کرتے بھی کیا؟ ان کے پاس علمی اور کتابی دلیل ہوتی ہی نہیں تھی کہ وہ اسے پیش کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صاف صاف بغیر کسی جھجک کے ہٹ دھرمی کے ساتھ فخریہ انداز میں کہتے تھے کہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کو جس راستے پر پایا تو ہم بس اسی راستے پر چل رہے ہیں اور کیونکہ وہ صحیح راستے پر تھے، لہٰذا ہم بھی صحیح راستے پر ہیں۔ ان کے اس قول کو اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [ البقرۃ : ۱۷۰ ] "اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔" اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴾ [ لقمان : ۲۱ ] "اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اور کیا اگرچہ شیطان انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو؟"

﴿ وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ۝۲۳ ﴾

"اور اسی طرح ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلنے والے ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قریش کے کافروں نے یہ کوئی نئی بات نہیں کہی ہے، بلکہ ہر دور کے کفار اپنے کفر و شرک پر جمے رہنے کا یہی سبب بیان کرتے رہے ہیں، یعنی آبا و اجداد کی تقلید قدیمی گمراہی ہے، جس میں ہر دور کے اہل کفر مبتلا رہے ہیں۔ اس لیے اے میرے نبی! آپ کو اہل قریش کے کفر و شرک پر ملول خاطر نہیں ہونا چاہیے۔

﴿ قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۝۲۴ ﴾

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾

''اس نے کہا اور کیا اگر میں تمھارے پاس اس سے زیادہ سیدھا راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا؟ انھوں نے کہا بے شک ہم اس سے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا، سو دیکھ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔''

ہر دور کے نبی نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر میں تمھاری راہنمائی ایسی راہ کی طرف کروں جو سعادت و نیک بختی کی راہ ہے، تو کیا پھر بھی تم اپنے آبا و اجداد کی اندھی تقلید میں شقاوت و بدبختی کی راہ پر چلتے رہو گے؟ تو ہر دور کے کافروں نے یہی کہا کہ ہاں! ہم تمھاری دعوت کا انکار کرتے ہیں، یعنی تمھیں ایک ذرہ برابر بھی ہمارے ایمان لانے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب کفر و شرک پر ان کا اصرار اس حد کو پہنچ گیا، تو ہم نے عذاب بھیج کر ان کا وجود ختم کر دیا۔ اللہ کے دین اور نبی کو جھٹلانے والوں کا انجام ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُم بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ﴾ [ المؤمنون: ٤٤ ] ''پھر ہم نے اپنے رسول پے در پے بھیجے۔ جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا انھوں نے اسے جھٹلا دیا، تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور انھیں کہانیاں بنا دیا۔ سو دوری ہو ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴾ [ الفرقان : ۳۹ ] ''اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔''

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿۲۶﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿۲۷﴾

''اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا بے شک میں ان چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا، پس بے شک وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور خلیل ابراہیم علیہ السلام کا حال بیان کر کے اہل قریش کو دعوتِ فکر دی کہ تم لوگ جس ابراہیم کی محبت کا دم بھرتے ہو، انھوں نے تو اپنے باپ دادا کی تقلید سے اعلانِ براءت کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ میں محض تمھاری تقلید میں تمھارے جھوٹے معبودوں کی عبادت نہیں کروں گا۔ کائنات میں جو عقلی دلائل و براہین موجود ہیں وہ سب اس بات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں کہ میں اسی ذات واحد کی پرستش کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرا رب مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ وہ اپنے صحیح دین کی طرف میری راہنمائی کرے گا، اپنی بندگی کی توفیق

دے گا، لہٰذا میں تمھارے معبودوں کی عبادت سے سخت بے زار ہوں، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَ الَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ ۝ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَ الَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَ الَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾ [ الشعراء : ۷۵ تا ۸۲ ] ''کہا تو کیا تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے۔ تم اور تمھارے پہلے باپ دادا۔ سو بلاشبہ وہ میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے۔ وہ جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے۔ اور وہی جو مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہ جو مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اور وہ جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ وہ جزا کے دن مجھے میری خطا بخش دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ ﴾ [ الممتحنة : ٤ ] ''یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ۔''

## وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۲۸

''اور اس نے اس (توحید کی بات) کو اپنے پچھلوں میں باقی رہنے والی بات بنا دیا، تاکہ وہ رجوع کریں۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو بھی یہی تعلیم دی تھی اور ساتھ یہ تاکید بھی کر دی تھی کہ اگر تم میں کوئی اختلاف واقع ہو جائے تو اسی کلمۂ توحید کی طرف رجوع کرنا اور میری اس تعلیم کو کبھی نہ بھولنا۔ وہ تعلیم یہی تھی کہ اللہ کے سوا کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو پرستش کے قابل ہو۔

## بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝۲۹ وَ لَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝۳۰

''بلکہ میں نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو برتنے کا سامان دیا، یہاں تک کہ ان کے پاس حق آ گیا اور وہ رسول جو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ اور جب ان کے پاس حق آیا تو انھوں نے کہا یہ جادو ہے اور بے شک ہم اس سے منکر ہیں۔''

یعنی ان کفار کی گمراہی کا یہ سبب نہیں کہ ان کے پاس بہت عرصے سے کوئی رسول نہیں آیا، بلکہ ان کی گمراہی کا اصل

سبب یہ ہے کہ میں نے ان کو بھی اور ان کے آبا و اجداد کو بھی دنیاوی ساز و سامان سے خوب نوازا اور یہ لوگ دنیاوی ساز و سامان میں کھو گئے، مجھ سے اور میرے احکامات سے غافل ہو گئے، کلمۂ توحید کو، جو انھیں ابراہیم علیہ السلام سے ملا تھا، بھول گئے اور پوری طرح شرک میں مبتلا ہو گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس اللہ کے رسول واضح حق لے آئے۔ تب بھی انھوں نے شرک کو نہ چھوڑا اور رسول اللہ ﷺ کو جادوگر کہا۔ شرک و ضلالت کی وادیوں میں بھٹکتے ہوئے اتنی دور نکل گئے کہ راہِ حق پر ان کا لوٹ کر آنا ناممکن سا ہو گیا۔ ان کی اسی فطرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۝ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ۝ وَقَالُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ [ الصافات: ۱۲ تا ۱۵ ] ''بلکہ تو نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب انھیں نصیحت کی جائے وہ قبول نہیں کرتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو خوب مذاق اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ صاف جادو کے سوا کچھ نہیں۔''

## وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿٣١﴾

''اور انھوں نے کہا یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟''

اہل قریش فخر و غرور میں آ کر کہتے تھے کہ منصب رسالت مکہ کے ولید بن مغیرہ یا طائف کے عروہ بن مسعود جیسے آدمی کو ملنا چاہیے، جو دنیاوی مال و جاہ والے ہیں۔ یہ بھی ان کی کور مغزی اور غایت درجہ کی مادہ پرستی تھی کہ رسالت جیسے عظیم منصب کا حق دار کسی دنیا دار کو سمجھتے تھے، حالانکہ یہ تو روحانیت کا وہ عظیم ترین رتبہ ہے جس کا مستحق وہی انسان ہو سکتا ہے جو صفائے قلب، طہارت نفس، اخلاق و فضائل اور قدسی کمالات کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہو۔

## أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٣٢﴾

''کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تاکہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنا لے اور تیرے رب کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

فرمایا کہ اے رسول! کیا یہ آپ کے رب کی رحمت یعنی نبوت کو تقسیم کرنے والے ہیں؟ نبوت کو تقسیم کرنا ان کا کام نہیں، یہ تو خالص اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے نبوت عطا فرماتا ہے، نبی کا انتخاب اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ کون اس منصب کا اہل ہے اور کون نہیں؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ [ الأنعام: ۱۲۴ ] ''اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ

رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ [ الحج : ۷۵ ] ''اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے چنتا ہے اور لوگوں سے بھی، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

آگے فرمایا کہ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ دنیا کی زندگی میں انھیں ان کی روزی ہم مہیا کرتے ہیں۔ ایسے عاجز لوگ اللہ پر اعتراض کرنے کی کیسے جرأت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) جیسے فقیر آدمی کو اللہ نے کیوں اپنا رسول بنا دیا؟ اللہ کی ذات وہ ہے جس نے انسانوں کو مختلف طبقات و درجات میں بانٹ رکھا ہے، کسی کو مال دار بنایا ہے تو کسی کو فقیر، پھر فقیر کو مال دار کے لیے مسخر کر دیا ہے، تاکہ اس کی خدمت کرے اور جو مزدوری ملے اس سے اپنی ضرورت پوری کرے۔ نہ مال دار کی مال داری اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک محبوب ہے اور نہ فقیر کی محتاجی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک مبغوض ہے۔ یہ اختلاف درجات اللہ کی حکمت و مصلحت کے مطابق ہے، لیکن وافر رزق اور بلند مرتبہ اس بات کا متقاضی نہیں کہ ہم جسے رزق اور مرتبہ میں فضیلت دیں اسے نبوت بھی عطا کر دیں۔ نبوت کے لیے جس اہلیت اور قابلیت کی ضرورت ہے وہ اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منصبِ نبوت دنیا کے مال و جاہ سے کہیں زیادہ بہتر ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جنھیں یہ نبوت دی گئی ہے، یعنی نبی کریم ﷺ، وہ ان لوگوں سے کہیں بہتر ہیں جو اگرچہ مال و دولت رکھتے ہیں، لیکن اللہ کی نگاہ میں ادنیٰ اور حقیر ترین لوگ ہیں۔

وَ لَوْ لَاۤ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝۳۳ وَ لِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝۳۴ وَ زُخْرُفًا ؕ وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۳۵

''اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی امت ہو جائیں گے تو یقیناً ہم ان لوگوں کے لیے جو رحمان کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی، جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی، جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔ (چاندی کے بنا دیتے) اور سونے کے اور یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کے سامان کے سوا کچھ نہیں اور آخرت تیرے رب کے ہاں متقی لوگوں کے لیے ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سارے لوگ ہی کافر ہو جائیں گے، تو دنیا تو وہ حقیر شے ہے کہ ہم تمام کافروں کے گھروں کی چھتوں اور سیڑھیوں کو چاندی کا بنا دیتے اور ان کے گھروں کے دروازوں، چارپائیوں اور کرسیوں کو بھی چاندی کا بنا دیتے۔ ہم انھیں سونے اور جواہر کے بنے سامان ہائے زینت سے بھی نواز دیتے، تاکہ وہ کفر و طغیان میں بڑھتے چلے جاتے اور شدید ترین عذاب کے مستحق بنتے۔ اس لیے کہ دنیا کی عارضی نعمتوں کی اللہ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے۔ دنیا فانی ہے اور اس کا مال و متاع بھی فانی اور چند روزہ ہے، جیسا کہ ارشاد

فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [ الحدید : ۲۰ ] ''جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دنیا کی حیثیت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس میں سے کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔'' [ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللہ عزوجل : ۲۳۲۰ ]

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ : یعنی آخرت آپ کے رب کے ہاں خاص پرہیز گاروں ہی کے لیے ہے، ان کے علاوہ کوئی اور اس میں ان کا شریک نہیں ہو سکے گا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے بالا خانے میں گئے اور تب آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے 'ایلا' کر رکھا تھا۔ جب دیکھا کہ آپ ایک چٹائی کے ٹکڑے پر لیٹے ہوئے ہیں، جس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر نمایاں ہیں تو وہ رونے لگے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ آپ کی امت کو کشادگی عطا کر دے، فارس اور روم کے لوگ تو خوب عیش و عشرت میں ہیں، دنیا انھیں خوب ملی ہوئی ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے، فرمانے لگے: ''اے ابن خطاب! کیا تو ابھی شک میں ہے؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی نیکیوں کا بدلہ انھیں دنیا ہی کی زندگی میں جلدی عطا کر دیا گیا ہے۔'' [ بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة والعلیة المشرفة ...... الخ : ۲۴۶۸۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الإیلاء و اعتزال النساء ...... الخ : ۱۴۷۹ ]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور تم سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کھاؤ، کیوں کہ یہ، ان ( کافروں ) کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں۔'' [ بخاری، کتاب الأطعمة، باب الأکل فی إناء مفضض : ۵۴۲۶۔ مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم استعمال إناء الذھب والفضة ......الخ : ۲۰۶۷/۵ ]

## وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾

''اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ

رہنے والا ہوتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اہمیت بیان کی ہے کہ جو لوگ قرآن اور اس میں موجود احکام سے اعراض کرتے اور اسے چھوڑ کر دیگر گمراہیوں کو اپناتے ہیں، اللہ تعالیٰ بطور عقاب ان کے پیچھے شیطان کو لگا دیتا ہے، پھر شیطان جو کچھ کہتا ہے وہ وہی کام کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴾ [النساء: ۳۸] ''اور وہ لوگ جو اپنے اموال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر، اور وہ شخص کہ شیطان اس کا ساتھی ہو تو وہ برا ساتھی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۝ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۝ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴾ [النساء: ۱۱۷ تا ۱۲۲] ''وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مؤنثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔ جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس نے کہا کہ میں ہر صورت تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ ضرور لوں گا۔ اور یقیناً میں انھیں ضرور گمراہ کروں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور آرزوئیں دلاؤں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور چوپاؤں کے کان کاٹیں گے اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔ وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔ یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، عنقریب ہم انھیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہمیشہ۔ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [المجادلۃ: ۱۹] ''شیطان ان پر غالب آ گیا، سو اس نے انھیں اللہ کی یاد بھلا دی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو! یقیناً شیطان کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کا ساتھی جن مقرر کر رکھا ہے۔'' صحابہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے جواب

دیا: ''ہاں! میرے ساتھ بھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ میرا (مطیع) ہوگیا ہے۔ اب وہ مجھے خیر کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیتا۔'' دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''تم میں سے ہر کسی کے ساتھ اس کا ایک ساتھی جنوں میں سے اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر کر دیا گیا ہے۔'' [ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاه لفتنة الناس ...... الخ : ۲۸۱۴ ]

وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾

''اور بے شک وہ ضرور انھیں اصل راستے سے روکتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں۔''

یعنی وہ شیاطین قرآن سے اعراض کرنے والوں کو راہِ حق کی اتباع سے روکتے رہتے ہیں اور ان کے دل میں خیال ڈالتے رہتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں، حالانکہ یہ سب کچھ شیطانوں کا دھوکا اور فریب ہوتا ہے۔ الغرض اس طرح شیاطین انسانوں کو صحیح راستے پر نہیں آنے دیتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴾ [ العنکبوت : ۳۸ ] ''اور عاد اور ثمود کو (ہم نے ہلاک کیا) اور یقیناً ان کے رہنے کی کچھ جگہیں تمھارے سامنے آ چکی ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے کام مزین کر دیے، پس انھیں اصل راستے سے روک دیا، حالانکہ وہ بہت سمجھدار تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [ النحل : ۶۳ ] ''اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے۔ سو وہی آج ان کا دوست ہے اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾

''یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا اے کاش! میرے درمیان اور تیرے درمیان دو مشرقوں کا فاصلہ ہوتا، پس وہ برا ساتھی ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہمارے سامنے وہ دونوں حاضر ہوں گے، تو قرآن کریم سے منہ پھیرنے والا اپنے شیطان دوست سے کہے گا کہ اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی، لیکن اس وقت بے زاری سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ تو اے لوگو! ہوشیار ہو جاؤ، بے شک شیطان انسان کا برا ساتھی ہے۔ اس سے دنیا میں بے زاری کا اظہار کرو گے تو تمھیں کوئی فائدہ پہنچے گا، ورنہ آخرت میں اس کے ساتھ ساتھ تمھیں بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾

''اور آج یہ بات تمھیں ہر گز نفع نہ دے گی، جب کہ تم نے ظلم کیا کہ بے شک تم (سب) عذاب میں شریک ہو۔''

یعنی اس دن اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک بنانے کی وجہ سے تم پر آج کے دن عذاب واجب ہو گیا ہے، اب کوئی تمنا تمھیں کام نہیں دے گی اور تم سب یعنی تم اور تمھارے شیاطین دوست جہنم کے عذاب میں برابر کے شریک ہو گے۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾

''پھر کیا تو بہروں کو سنائے گا، یا اندھوں کو راہ دکھائے گا اور ان کو جو صاف گمراہی میں پڑے ہیں۔ پس اگر کبھی ہم تجھے لے ہی جائیں تو بے شک ہم ان سے انتقام لینے والے ہیں۔ یا ہم واقعی تجھے وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تو بے شک ہم ان پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کفار مکہ کی رشد و ہدایت کی بڑی خواہش رکھتے تھے، اسی لیے ان کے سامنے دعوت حق پیش کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے اور ان کی سرد مہری اور بے اعتنائی دیکھ کر ملول خاطر ہوتے، تو اللہ تعالیٰ انھیں تسلی دیتا اور کہتا کہ آپ کا کام تو صرف دعوت اسلام پیش کر دینا ہے۔ ہدایت دینا تو صرف اللہ کا کام ہے اور کفارِ مکہ تو بہرے ہیں، ان سے تو قوت سماعت سلب کر لی گئی ہے، یہ کب اللہ کی آیتوں اور دلیلوں کو سن سکیں گے؟ یہ تو اندھے ہیں، قوت بصارت سے محروم ہیں، اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی ان سے عبرت حاصل نہیں کر سکیں گے۔ سیدھی راہ سے کوسوں دور نکل گئے ہیں، اب راہ راست پر نہیں آ سکیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [ النمل : ۸۰، ۸۱ ] ''بے شک تو نہ مُردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔ اور نہ تو کبھی اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والا ہے، تو نہیں سنائے گا مگر انھی کو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں، پھر وہ فرماں بردار ہیں۔''

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یا تو آپ ان پر غالب آنے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، تو ہم ان کے کفر و شرک کا انتقام عذابِ جہنم کے ذریعے سے لیں گے، یا اپنے وعدے کے مطابق اپنی قدرت کا کرشمہ آپ کو دنیا ہی میں دکھا دیں گے، غرض یہ کہ اگر یہ کفر و شرک سے باز نہ آئے تو ان پر عذاب ضرور نازل ہو گا، خواہ آپ کی زندگی میں

نازل ہو، یا آپ کی وفات کے بعد نازل ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [ یونس : ٤٦ ] ”اور اگر کبھی ہم تجھے اس کا کچھ حصہ واقعی دکھلا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، یا تجھے اٹھا ہی لیں تو ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے، پھر اللہ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو وہ کر رہے ہیں۔“

سیدنا ابو بردہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ستارے آسمان کے بچاؤ کا سبب ہیں، جب ستارے جھڑ جائیں گے تو آسمان پر وہ چیز واقع ہو جائے گی جس کا وہ وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی آسمان پھٹ جائے گا) اور میں اپنے اصحاب کے لیے ذریعۂ امن ہوں، میرے جانے کے بعد میرے صحابہ پر وہ دور آ جائے گا جس کا یہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔“ [ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب بيان أن بقاء النبي ﷺ أمان لأصحابه ...... الخ : ٢٥٣١ ]

---

**فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ ۚ وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾**

---

”پس تو اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھ جو تیری طرف وحی کیا گیا ہے، یقیناً تو سیدھے راستے پر ہے۔ اور بلاشبہ وہ یقیناً تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے ایک نصیحت ہے اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔“

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جب کفارِ مکہ کا حال وہ ہے جو گزشتہ آیات میں بیان ہوا ہے، یعنی دعوتِ حق سے استفادہ کی ہر صلاحیت ان سے سلب کر لی گئی ہے، تو آپ ان کے کفر و شرک پر غمگین نہ ہوں، بلکہ جو قرآن آپ پر نازل ہوا ہے اور جو دینِ حق آپ کو دیا گیا ہے اس پر گامزن رہ کر اللہ کا شکر ادا کیجیے۔ جو قرآن آپ پر نازل ہوا ہے وہ آپ اور آپ کی امت کے لیے نہایت باعثِ شرف و عزت ہے اور وہ عبرت و موعظت اور شرائع اسلام کا خزانہ ہے۔ قیامت کے دن آپ کی امت سے پوچھا جائے گا کہ انھوں نے کس حد تک احکامِ قرآنی کی پابندی کی؟

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ : سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ امر (یعنی خلافت و امارت) قریش ہی میں رہے گا، جو ان سے (اس معاملہ میں) جھگڑے گا (اور اسے ان سے چھینے گا)، اسے اللہ تعالیٰ جہنم میں اوندھے منہ گرائے گا، اس وقت تک جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔“ [ بخاری، کتاب الأحكام، باب الأمراء من قريش : ٧١٣٩ ]

---

**وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾**

---

”اور ان سے پوچھ جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا، کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی معبود بنائے ہیں،

جن کی عبادت کی جائے؟"

تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے صرف توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی، کسی نے بھی بتوں کی پرستش کی طرف لوگوں کو نہیں بلایا، یعنی آپ نے اہلِ قریش کے سامنے کوئی نئی دعوت پیش نہیں کی کہ وہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں اور آپ کے درپے آزار ہیں۔ یہ تو وہی دعوت ہے جو تمام انبیاء نے اپنی قوموں کے سامنے پیش کی تھی۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو یہی نصیحت کی کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [ الأنبياء : ٢٥ ] "اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ [ النحل : ٣٦ ] "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔"

**وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ىِٕهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۶ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ۝۴۷**

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو اس نے کہا بے شک میں تمام جہانوں کے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ تو جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آیا، اچانک وہ ان کے بارے میں ہنس رہے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے و رسول موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں فرعون اور اس کی قوم کے امراء، وزراء، قائدین، پیروکاروں اور قبطی و اسرائیلی رعایا کی طرف مبعوث فرمایا، تاکہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کی پوجا سے منع کریں۔ انھیں بڑے بڑے معجزات بھی عطا کیے، مثلاً ید بیضا اور عصا۔ اس کے علاوہ طوفان، ٹڈی دل، جوؤں، مینڈکوں اور خون کے عذاب اور پھر فصلوں، جانوروں اور پھلوں کی کمی کی صورت میں عذاب، مگر اس سب کے باوجود انھوں نے تکبر کیا اور اتباع و اطاعت سے انکار کیا اور ان معجزات کے لانے والے کی تکذیب کی اور اس کا مذاق اڑایا۔ عذابات کا تذکرہ کرتے ہوئے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ [ الأعراف : ١٣٠ ] "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے فرعون کی آل کو قحط سالیوں اور پیداوار کی کمی کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔" اور فرمایا: ﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَىِٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا
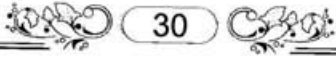
عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴾ [ الأعراف : ۱۳۳ تا ۱۳۵ ] ''تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون، جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انھوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔اور جب ان پر عذاب آتا تو کہتے اے موسیٰ! اپنے رب سے اس عہد کے واسطے سے دعا کر جو اس نے تیرے ہاں دے رکھا ہے، یقیناً اگر تو ہم سے یہ عذاب دور کر دے تو ہم ضرور ہی تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور ہی بھیج دیں گے۔ پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک وقت تک دور کر دیتے، جسے وہ پہنچنے والے تھے تو اچانک وہ عہد توڑ دیتے تھے۔''

وَ مَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ؗ وَ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۴۸ وَ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ۝۴۹ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝۵۰

''اور ہم انھیں کوئی نشانی نہیں دکھلاتے تھے مگر وہ اپنے جیسی (پہلی نشانی) سے بڑی ہوتی اور ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا، تاکہ وہ لوٹ آئیں۔اور انھوں نے کہا اے جادوگر! ہمارے لیے اپنے رب سے اس کے ذریعے دعا کر جو اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے، بے شک ہم ضرور ہی سیدھی راہ پر آنے والے ہیں۔پھر جب ہم ان سے عذاب ہٹا لیتے، اچانک وہ عہد توڑ دیتے تھے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ فرعون اور فرعونیوں کا استہزا کچھ اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ نشانیاں ہی اس قابل نہ تھیں کہ ان پر اثر انداز ہوتیں، بلکہ وہ ایسا محض کبر و عناد کی وجہ سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر نشانی پہلی نشانی سے بڑی ہوتی تھی۔ ہم نے انھیں دنیاوی عذاب میں بھی مبتلا کیا کہ شاید اس طرح وہ رجوع الی اللہ کریں، لیکن جب عذاب کی سختی سے تلملا اٹھے تو موسیٰ سے کہا، اے جادوگر! تم کہتے ہو کہ تمھارا رب تم پر ایمان لانے والوں سے عذاب کو ٹال دیتا ہے، تو دعا کرو کہ وہ ہم سے عذاب کو دور کر دے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے اور جسے تم راہ ہدایت کہتے ہو اسے اختیار کر لیں گے، چنانچہ ہم نے ان سے عذاب کو ٹال دیا، تو وہ فوراً بدعہدی کر بیٹھے اور ضلالت و گمراہی میں اور آگے بڑھتے چلے گئے۔

وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝۵۱ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ۬ وَ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝۵۲ فَلَوْ لَاۤ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝۵۳ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۴

”اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کی، اس نے کہا اے میری قوم! کیا میرے پاس مصر کی بادشاہی نہیں ہے؟ اور یہ نہریں میرے تحت نہیں چل رہیں؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟ بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں، وہ جو حقیر ہے اور قریب نہیں کہ وہ بات واضح کرے۔ پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے، یا اس کے ہمراہ فرشتے مل کر کیوں نہیں آئے؟ غرض اس نے اپنی قوم کو ہلکا (بے وزن) کر دیا تو انھوں نے اس کی اطاعت کر لی، یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔“

جب موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے عذاب ٹل گیا تو فرعون اپنے دل میں ڈرا کہ کہیں لوگ واقعی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئیں، اس لیے اس نے پینترا بدلتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ کیا میں حکومت مصر کا مالک نہیں ہوں؟ کیا دریائے نیل کی چاروں شاخیں میرے محل کے پاس سے نہیں گزرتی ہیں، کیا تم لوگ میری ان تمام نعمتوں اور قدرتوں کا مشاہدہ نہیں کرتے ہو؟ تو پھر میں بہتر ہوں یا یہ حقیر انسان؟ یعنی موسیٰ، جو اپنی خدمت آپ کرتا ہے اور اپنی بات واضح نہیں کر پاتا۔

اگر یہ واقعی پیغمبر ہے اور بڑا آدمی ہے تو اس کے بھیجنے والے نے اسے سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنا دیے؟ تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا کہ واقعی یہ کوئی بڑا انسان ہے، یا پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ اس کے ساتھ کچھ فرشتے ہوتے جو ہر دم اس کے ساتھ رہتے اور اس کی نبوت کی گواہی دیتے؟

فرعون نے اپنی قوم کے دل میں یہ بات ڈالنا چاہی کہ رسول کو بڑی شان و شوکت والا اور فرشتوں میں گھرا ہوا ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس کی شیطانی چال کام کر گئی، لوگوں نے اس کی بات مان لی اور موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ پہلے ہی سے اللہ کی بندگی سے برگشتہ تھے۔

---

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

---

”پھر جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ پس ہم نے انھیں پیچھے آنے والوں کے لیے پیش رو اور مثال بنا دیا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب فرعون اور فرعونیوں نے ہمارے غیظ و غضب کو بھڑکا دیا، موسیٰ اور ان کے معجزات کی تکذیب کی، انھیں جادوگر کہا اور ایمان لانے کا وعدہ کر کے بدعہدی کی، تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور تمام کو دریا میں ڈبو کر انھیں آنے والی قوموں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشعراء: ٦٥ تا ٦٨] ”اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، بے حد رحم والا ہے۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کر لے اور عذاب کا مستحق ہو جائے)، تاہم پھر جب وہ پکڑتا ہے تو اسے چھوڑتا نہیں۔'' [ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و کذلك أخذ ربك إذا أخذ القریٰ ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ٢٥٨٣ ]

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾

''اور جب ابن مریم کو بطور مثال بیان کیا گیا، اچانک تیری قوم (کے لوگ) اس پر شور مچا رہے تھے۔ اور انھوں نے کہا کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ انھوں نے تیرے لیے یہ (مثال) صرف جھگڑنے ہی کے لیے بیان کی ہے، بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔''

جب سورۂ انبیاء کی یہ آیت: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ﴾ [ الأنبیاء : ٩٨ ] ''بے شک تم اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں'' نازل ہوئی تو مشرکین مکہ نے یہ اعتراض اٹھایا کہ عبادت تو عیسیٰ علیہ السلام کی بھی کی جاتی ہے، کیا وہ بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے؟ پھر اس اعتراض کا خوب پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا۔ انھوں نے یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ خاموش رہے، کیونکہ آپ خود کوئی جواب دینے کی نسبت یہ بات زیادہ پسند فرماتے تھے کہ مشرکین کے ایسے اعتراضات کے جو جواب بذریعہ وحی نازل ہوں وہی ان کو دیے جائیں۔ آپ کی خاموشی پر مشرکین قہقہے لگانے اور کھل کھلا کر ہنسنے لگے، جس کا مطلب یہ تھا کہ ہماری اس دلیل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چپ کرا دیا ہے۔ مشرکین مکہ نے غل یہ مچایا تھا کہ اللہ کے سوا سارے ہی معبود جہنم کا ایندھن بنیں گے تو پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہمارے معبودوں سے اچھے کیسے ہو گئے اور ہمارے معبود ان سے کم تر کیسے ہوئے؟ پھر تو ہم اپنے ہی معبودوں کو اچھا کہیں گے۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا مقصد طلب حق نہیں، بلکہ محض مجادلہ تھا اور پوری قومِ قریش اس مرض میں مبتلا ہے کہ وہ لوگ باطل کو غالب کرنے کے لیے جدال کا سہارا لیتے ہیں۔

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ : یعنی انھوں نے یہ مثال محض جھگڑنے کے لیے پیش کی ہے۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو بھی قوم ہدایت کے بعد گمراہ ہوئی تو انھیں جھگڑے میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴾ ''انھوں نے تیرے لیے یہ (مثال) صرف جھگڑنے ہی کے لیے بیان کی ہے، بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔'' [ مسند أحمد : ٢٥٢/٥، ح : ٢٢٢٢٦۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الزخرف : ٣٢٥٣۔ ابن ماجه، کتاب السنة، باب اجتناب البدع و الجدل : ٤٨ ]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو آدمیوں میں سے زیادہ ناپسند وہ ہے جو ہٹ دھرم اور سخت جھگڑالو ہو۔'' [ مسلم، کتاب العلم، باب فی الألد الخصام : ۲٦٦٨ ]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی پر اتر آئے۔'' [ بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳٤۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ٥٨ ]

**اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾**

''نہیں ہے وہ مگر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا۔ اور اگر ہم چاہیں تو ضرور تمھارے عوض فرشتے بنا دیں، جو زمین میں جانشین ہوں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح مقام بیان کیا ہے کہ وہ معبود نہیں، بلکہ اللہ کے ان گنت بندوں میں سے ایک بندہ ہیں۔ اللہ نے ان کو منصبِ رسالت کے لیے چن لیا تھا اور ان کی پیدائش کو بنی اسرائیل کے لیے عبرت وموعظت کا سبب بنایا تھا۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اگر وہ چاہتا تو انسانوں کو ہلاک کر دیتا اور ان کی جگہ زمین میں فرشتوں کو لا کر بسا دیتا، جو اسے اپنے سجدوں سے آباد کرتے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے۔

**وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَ لَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾**

''اور بلاشبہ وہ یقیناً قیامت کی ایک نشانی ہے تو تم اس میں ہرگز شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور کہیں شیطان تمھیں روک نہ دے، بے شک وہ تمھارے لیے کھلا دشمن ہے۔''

یعنی اے رسول! ان سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ ابن مریم قیامت کی نشانی بھی ہیں، لہٰذا تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو۔ قیامت آئے گی اور یقیناً آئے گی اور ابن مریم علیہما السلام قیامت کے قرب کی علامت بن کر آئیں گے۔ اللہ کی طرف سے میں تمھیں جن باتوں کا حکم دیتا ہوں ان پر عمل کرو، اللہ کو ایک جانو، اس کے ساتھ غیروں کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اس نے جو احکام فرض کیے ہیں انھیں بجا لاؤ، یہی سیدھی راہ ہے۔

دیکھو! شیطان تمھارے دلوں میں اسلام، قرآن اور میرے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر کے تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ میری پیروی کرنا نہ چھوڑو، کیونکہ میں تمھیں اسی دین کی دعوت دے رہا ہوں جو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا دین تھا اور جس کی وضاحت و بیان کے لیے تمام کتابیں نازل ہوئیں۔ دیکھو! شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے۔ اس لیے اس سے بڑھ کر کم عقلی کیا ہوگی کہ تم اپنے صریح دشمن کی پیروی کرو۔

**وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا** : صحیح بات اس بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد ان کا قیامت سے پہلے نازل ہونا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ﴾ [ النساء : ۱۵۹ ] ''اور اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم میں عیسیٰ علیہ السلام جو مریم کے بیٹے ہیں منصف اور حاکم بن کر نہ نازل ہوں۔ وہ صلیب توڑ دیں گے، سور کو قتل کر دیں گے اور جزیہ لینا بند کر دیں گے۔ تب مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔'' [ بخاری، کتاب المظالم، باب کسر الصلیب و قتل الخنزیر : ۲٤۷٦ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ زمانہ قریب ہے جب مریم کے بیٹے تم میں عادل حکمران بن کر نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑ پھینکیں گے، سور کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور اس وقت مال کی بہت کثرت ہوگی، یہاں تک کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔ (یہ حالت برقرار رہے گی، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آ جائے گا کہ ) اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔'' [ بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب نزول عیسٰی ابن مریم علیہما السلام : ۳٤٤۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب نزول عیسٰی ابن مریم حاکمًا ...... الخ : ۱۵۵ ]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ حق کے لیے ہمیشہ قیامت تک لڑتا رہے گا اور وہ غالب رہے گا، پھر عیسیٰ ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوں گے۔ اس گروہ کا امام کہے گا، آئیے! آپ نماز پڑھائیے! وہ کہیں گے، نہیں یقیناً تم میں سے بعض، بعض پر حاکم ہیں۔ یہ وہ بزرگی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمائی ہے۔'' [ مسلم، کتاب الإیمان، باب نزول عیسٰی ابن مریم حاکمًا ...... الخ : ۱۵٦ ]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دجال میری امت میں نکلے گا اور چالیس تک رہے گا۔ میں نہیں جانتا چالیس دن رہے گا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا۔ ان کی شکل عروہ بن مسعود ثقفی کی سی ہوگی۔ وہ دجال کو ڈھونڈیں گے اور اسے قتل کر دیں گے، پھر سات برس تک لوگ اس طرح رہیں گے کہ دو آدمیوں میں کوئی دشمنی نہیں ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا، تو

زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں رہے گا کہ جس کے دل میں رتی برابر بھی ایمان یا بھلائی ہو، مگر یہ کہ وہ ہوا اس کی جان نکال لے گی، یہاں تک کہ اگر کوئی تم میں سے پہاڑ کے کلیجہ (یعنی کسی غار) میں گھس جائے تو یہ ہوا وہاں بھی پہنچ کر اس کی جان نکال لے گی۔'' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے (اس کے بعد) فرمایا: ''پھر برے لوگ (دنیا میں) رہ جائیں گے، وہ پرندوں کی طرح کم عقل و بے وقوف ہوں گے اور ان کے اخلاق درندوں کی طرح ہوں گے۔ نہ وہ اچھی بات کو اچھا سمجھیں گے اور نہ بری بات کو برا۔ پھر شیطان ایک صورت بنا کر ان کے پاس آئے گا اور کہے گا، تم (میری بات کا) جواب کیوں نہیں دیتے؟ وہ کہیں گے، تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے؟ تو شیطان انھیں بتوں کی پوجا کا حکم دے اور وہ اسی (بت پرستی کی) حالت میں ہوں گے، اس کے باوجود کہ ان کی روزی کشادہ ہوگی اور وہ مزے سے زندگی گزاریں گے، پھر صور پھونکا جائے گا۔ اسے جو بھی سنے گا وہ ایک طرف سے اپنی گردن جھکا دے گا اور دوسری طرف سے اٹھا لے گا (یعنی بے ہوش ہو کر گر پڑے گا) سب سے پہلے صور (کی آواز) کو وہ سنے گا جو اپنے اونٹوں کے حوض کی مرمت کر رہا ہوگا۔ وہ بے ہوش ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو شبنم کی طرح ہوگی۔ اس سے لوگوں کے بدن اگ آئیں گے، پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر پکارا جائے گا، اے لوگو! اپنے مالک کے پاس آؤ اور (فرشتوں سے کہا جائے گا کہ) ان کو کھڑا کرو۔ تب ان سے سوال کیا جائے گا اور پھر کہا جائے گا کہ ایک لشکر دوزخ کے لیے نکالو۔ پوچھا جائے گا، کتنے لوگ؟ حکم ہوگا، ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے نکالو۔'' آپ نے فرمایا: ''یہی وہ دن ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہی وہ دن ہے جب پنڈلی کھلے گی۔'' [ مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال و مکثه ...... الخ : ۲۹۴۰ ]

وَ لَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَ لِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾

''اور جب عیسیٰ واضح دلیلیں لے کر آیا تو اس نے کہا بے شک میں تمھارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تاکہ میں تمھارے لیے بعض وہ باتیں واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔''

یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس معجزات لے کر گئے، تو انھیں خبر دی کہ میں تمھارے پاس نبی بنا کر اور حکمت کا خزانہ دے کر بھیجا گیا ہوں، تاکہ تمھیں حکمت کی باتیں سکھاؤں اور موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد دین کے جن احکام میں تمھارے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا ہے، ان میں حق کو واضح کروں۔ اس لیے بنی اسرائیل کے لوگو! اللہ کی نافرمانی سے ڈرو اور توحید اور احکام باری تعالیٰ کے متعلق جو باتیں میں تمھیں بتلاتا ہوں انھیں قبول کرو۔ بے شک میرا اور تمھارا رب

اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس لیے تم سب صرف اس کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔

﴿ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴾ ⁽⁶⁵⁾

’’پھر کئی گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا، سو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا ایک دردناک دن کے عذاب سے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

لیکن ہوا یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے زندہ اٹھائے جانے کے بعد نصاریٰ ان کے بارے میں مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان میں سے بعض اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حق بات بھی یہی ہے۔ بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی اولاد ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ خود اللہ ہیں، جبکہ اللہ کی ذات اس سے پاک، بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

﴿ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴾ ⁽⁶⁶⁾

’’وہ قیامت کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں۔‘‘

یعنی قیامت یقیناً واقع ہونے والی ہے، یہ لوگ اس سے غافل ہیں اور اس کی تیاری نہیں کر رہے۔ جب وہ اچانک آئے گی تو انھیں خبر تک نہیں ہوگی اور اس وقت وہ حد درجہ نادم اور پشیمان ہوں گے، لیکن اس وقت ندامت و پشیمانی ان کے کچھ کام نہیں آئے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰی لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴾ [ محمد : ۱۸ ] ’’تو وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے قیامت کے کہ وہ ان پر اچانک آ جائے، پس یقیناً اس کی نشانیاں آ چکیں، پھر ان کے لیے ان کی نصیحت کیسے ممکن ہوگی، جب وہ ان کے پاس آ جائے گی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴾ [ الأنبیاء : ۴۰ ] ’’بلکہ وہ ان پر اچانک آئے گی تو انھیں مبہوت کر دے گی، پھر وہ نہ اسے ہٹا سکیں گے اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔‘‘

﴿ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ⁽⁶⁷⁾ یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ⁽⁶⁸⁾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ⁽⁶⁹⁾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴾ ⁽⁷⁰⁾

’’سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔ اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے۔ جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمھاری بیویاں، تم خوش کیے جاؤ گے۔‘‘

دنیا میں جن کی دوستی کی بنیاد معصیت، فتنہ وفساد، حق سے دشمنی اور دیگر مادی اور شہوانی اغراض ومقاصد پر ہے، وہ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے، آپس میں اظہار نفرت کرنے لگیں گے۔ اس لیے کہ جب یہ ساری باتیں ان کے عذاب کا سبب بنتی نظر آئیں گی تو ان کی دوستی دشمنی میں بدل جائے گی۔ لیکن جو لوگ یہاں اللہ سے ڈرتے ہیں اور آپس میں اللہ اور اس کے رسول کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، وہ قیامت کے دن بھی ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ اس لیے کہ دنیا میں جن دینی اغراض ومقاصد پر ان کی محبت کی بنیاد تھی، اس دن وہ ساری باتیں ان کے لیے ثواب ونجات کا سبب بن جائیں گی۔ اس لیے ان کی آپس کی محبت اور بڑھ جائے گی اور ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہے گی، جب اللہ تعالیٰ انھیں پکار کر کہے گا کہ اے میرے بندو! آج کے بعد تمھیں کوئی خوف اور کوئی حزن وملال لاحق نہیں ہوگا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ان خوش قسمت بندوں کی کچھ صفات بیان کر کے وضاحت کر دی کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہیں اور دین اسلام پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مزید فرمائے گا کہ اے میرے بندو! تم اپنی نیک بیویوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، جہاں تمھیں ایسی فرحت وشادمانی ملے گی کہ تمھارے چہرے کھل اٹھیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ تَعۡرِفُ فِيۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِ ﴾ [ المطففين : ٢٤ ] ”تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا۔“

**اَلۡاَخِلَّآءُ يَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ** : یعنی ہر وہ دوستی اور رفاقت جو غیر اللہ کے لیے ہوگی قیامت کے دن دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی، جبکہ وہ دوستی جو اللہ کے لیے ہوگی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم ودائم رہے گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالۡكٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴾ [ البقرة : ٢٥٤ ] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔“

**يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّاَكۡوَابٍ ۚ وَفِيۡهَا مَا تَشۡتَهِيۡهِ الۡاَنۡفُسُ وَتَلَذُّ الۡاَعۡيُنُ ۚ وَاَنۡتُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿٧١﴾ وَتِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِيۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ كَثِيۡرَةٌ مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿٧٣﴾**

”ان کے گرد سونے کے تھال اور پیالے لے کر پھرا جائے گا اور اس میں وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔ تمھارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں، جن سے تم کھاتے ہو۔“

اہل جنت کے سامنے سونے کی رکابیوں اور پلیٹوں میں لذیذ ترین کھانے پیش کیے جائیں گے اور سونے ہی کے پیالے ہوں گے جو انواع و اقسام کی بہترین شرابوں سے لبالب ہوں گے۔ جنت میں ہر وہ چیز ہو گی جس کی کوئی نفس خواہش کرے گا اور جس سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور ملے گا۔ جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اب تم ہمیشہ یہیں رہو گے، نہ تمھیں موت لاحق ہو گی اور نہ یہ نعمتیں ختم ہوں گی۔ یہ جنت تمھیں ان بھلائیوں کے بدلے میں ملی ہے جو تم دنیا میں کرتے رہے تھے۔ جنت میں تمھیں بے شمار تازہ پھل اور خشک پھل ملا کریں گے، جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ تمھیں ان کے کھانے سے کبھی روکا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [ السجدة : ١٩ ] ”لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیو اور نہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاؤ، کیونکہ سونے اور چاندی کے برتن دنیا میں کافروں کے لیے ہیں اور آخرت میں ہمارے لیے ہیں۔“ [ بخاری، کتاب الأطعمة، باب الأكل فی إناء مفضض : ٥٤٢٦ ]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو (اس حالت میں) لایا جائے گا گویا کہ وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے، اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ دیا جائے گا۔ پھر ایک منادی ندا کرے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی، اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی، ہر شخص ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا جس حالت میں وہ (اب) ہے۔ یہ سن کر جنتیوں کی خوشی اور بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔“ [ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٤٩۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٨، عن ابن عمر رضی الله عنهما ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص جنت میں داخل ہو گا وہ ہمیشہ عیش میں رہے گا (رنج و غم سے اسے کبھی واسطہ نہیں پڑے گا)، اس کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور اس کی جوانی کبھی زائل نہیں ہو گی۔“ [ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فی دوام نعيم أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٣٦ ]

سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک منادی ندا کرے گا (اے اہل جنت!) بے شک اب تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہیں پڑو گے، تم زندہ رہو گے تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی، تم جوان رہو گے تمھیں کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا، تم عیش میں زندگی گزارو گے تمھیں حزن و ملال کبھی نہیں ہو گا۔“ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [ الأعراف : ٤٣ ] ”اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔“

[ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی دوام نعیم أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۳۷ ]

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَ هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۶﴾

’’بے شک مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اسی میں ناامید ہوں گے۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ خود ہی ظالم تھے۔‘‘

سعادت مند لوگوں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے بدبختوں کا ذکر شروع فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو مجرم دنیا میں کفر و شرک اور دیگر معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اسی حال میں ان کی موت آ جاتی ہے، تو وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ ان کا عذاب کبھی ہلکا نہیں کیا جائے گا اور ان کے دلوں پر ہمیشہ کے لیے یاس و نومیدی کا گہرا سایہ پڑ جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴾ [ البقرة : ۱۶۱، ۱۶۲ ] ’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کی اور فرشتوں اور لوگوں کی، سب کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا یُقْضٰى عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴾ [ فاطر : ۳۶ ] ’’اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔‘‘

آخری آیت میں فرمایا کہ اللہ نے انھیں دوزخ میں بھیج کر ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے رہے۔ نہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے اور نہ دوزخ میں جاتے۔ انھوں نے دوزخ میں جانے کا سبب خود پیدا کیا، لہٰذا دوزخ کے عذاب کے وہ خود ذمہ دار ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْـًٔا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴾ [ یونس : ۴۴ ] ’’بے شک اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور لیکن لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔‘‘

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کیا ہے اور میں نے اسے تم پر بھی حرام کر دیا ہے، سو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔‘‘ [ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷ ]

وَ نَادَوْا یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ

أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَٰرِهُونَ ﴿٧٨﴾

''اور وہ پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کر دے۔ وہ کہے گا بے شک تم (یہیں) ٹھہرنے والے ہو۔ بلاشبہ ہم تو تمھارے پاس حق لے کر آئے ہیں اور لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔''

اہل جہنم خازنِ جہنم کو پکاریں گے اور کہیں گے، اے مالک! تم ہمارے لیے اپنے رب سے سوال کرو کہ وہ ہمیں مار ڈالے، تا کہ اس عذاب سے نجات مل جائے۔ تو ایک طویل مدت کے بعد مالک انھیں جواب دے گا، میرے رب کا کہنا ہے کہ تم لوگ اب اسی میں رہو گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۖ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴾ [ فاطر : ۳۶، ۳۷ ] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور وہ اس میں چلائیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال لے، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمھارے پاس خاص ڈرانے والا بھی آیا۔ پس چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

آگے فرمایا کہ ہم نے تمھارے پاس کتابیں بھیجیں اور انبیاء مبعوث کیے، جنھوں نے تمھارے سامنے حق کی دعوت پیش کی تو تم نے اظہار نفرت کیا اور ایمان نہیں لائے۔ اب کافر اللہ کے سامنے کوئی حجت پیش نہیں کر سکتے، کیونکہ رسولوں کا آنا ہی اللہ کی طرف سے اتمام حجت ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ [ النساء : ۱۶۵ ] ''ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تا کہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ : سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمبا خواب بیان کیا، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان کیا: ''پھر ہم آگے بڑھے اور ایک نہایت بدصورت آدمی کے پاس پہنچے۔ اتنا کہ جتنے تم نے دیکھے ہوں گے ان میں سب سے زیادہ بدصورت، اس کے پاس آگ جل رہی تھی اور وہ اسے جلا رہا تھا اور اس کے چاروں طرف دوڑ رہا تھا، میں نے ان (جبریل اور میکائیل) سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟...... تو انھوں نے کہا، وہ شخص جو جہنم کی آگ بھڑکا رہا ہے اور اس کے چاروں طرف چل پھر رہا ہے وہ جہنم کا

داروغہ مالک ہے۔'' [ بخاری، كتاب التعبير، باب تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح : ٧٠٤٧ ]

سیدنا یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴾ ''اور وہ پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کر دے۔ وہ کہے گا بے شک تم (یہیں) ٹھہرنے والے ہو۔'' [ بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ ونادوا يا مالك ليقض علينا ربك قال إنكم ماكثون ﴾ : ٤٨١٩ ]

---

## اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۟

''یا انھوں نے کسی کام کی پختہ تدبیر کر لی ہے؟ تو بے شک ہم بھی پختہ تدبیر کرنے والے ہیں۔''

کافر اسلام کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کے لیے مختلف قسم کی سازشیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھوں نے کسی ایسی ہی سازش کا پکا ارادہ کر لیا ہے تو انھیں خبردار ہو جانا چاہیے کہ ہم نے بھی ان کی سازش کو ناکام بنانے کے لیے پکا ارادہ کر لیا ہے، ان کی تدبیریں سب الٹ جائیں گی اور یہ خود ہی اپنی تدبیروں کا شکار ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴾ [ الطور : ٤٢ ] ''یا وہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے مقابلے میں کافروں کی تدبیر نہیں چلتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [ النمل : ٥٠ تا ٥٢ ] ''اور انھوں نے ایک چال چلی اور ہم نے بھی ایک چال چلی اور وہ سوچتے تک نہ تھے۔ پس دیکھ ان کی چال کا انجام کیسا ہوا کہ بے شک ہم نے انھیں اور ان کی قوم، سب کو ہلاک کر ڈالا۔ تو یہ ہیں ان کے گھر گرے ہوئے، اس کے باعث جو انھوں نے ظلم کیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو جانتے ہیں۔''

---

## اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۝

''یا وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرگوشی نہیں سنتے، کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ کفار مکہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے دلوں کے بھیدوں اور پوشیدہ جگہوں میں اسلام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کی سرگوشیوں کو نہیں سنتے۔ یہ ان کی خام خیالی اور نادانی ہے، ہم ان کے دلوں کے بھیدوں کو جانتے ہیں اور ان کی سرگوشیوں کو سنتے ہیں۔ ہمارے فرشتے ان کے تمام اقوال و افعال لکھ لیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ۝ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ﴾ [ ق : ۱۷، ۱۸ ]
''جب (اس کے ہر قول وفعل کو) دو لینے والے لیتے ہیں، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہیں۔ وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔''

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ۝ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝

''کہہ دے اگر رحمان کی کوئی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں۔ پاک ہے آسمانوں اور زمین کا رب، جو عرش کا رب ہے، اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔''

کفار مکہ نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس عقیدے کی تردید کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی زبانی کہا کہ اگر بفرض محال اللہ کی کوئی اولاد ہوتی، تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا، لیکن چونکہ اس کی اولاد نہیں ہے، اس لیے میں اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مذکور بالا مشرکانہ خیال سے اپنی پاکی بیان کی ہے، یعنی اس کی ذات اس عیب سے پاک ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہے، وہ تو آسمانوں اور زمین کا اور عرش بریں کا رب اور مالک ہے۔ ہر چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَ یَلْعَبُوْا حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ۝

''پس انھیں چھوڑ دے فضول بحث کرتے رہیں اور کھیلتے رہیں، یہاں تک کہ اپنے اس دن کو جا ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ کی دعوتِ توحید کو قبول نہیں کرتے اور اپنے شرک پر اصرار کرتے ہیں، تو آپ انھیں ان کی باطل پرستی میں بھٹکتا چھوڑ دیجیے اور لہو ولعب میں مشغول رہنے دیجیے، یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے، جب اللہ انھیں ان کی افترا پردازی کی وجہ سے جہنم میں ڈال دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ خَوْضٍ یَّلْعَبُوْنَ ۝ یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴾ [ الطور : ۱۱ تا ۱٤ ] ''تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو فضول بحث میں کھیل رہے ہیں۔ جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، سخت دھکیلا جانا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔''

وَ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ۝ وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

''اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور بہت برکت والا ہے وہ جس کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

اللہ کی ذاتِ برحق ہی ارض و سما میں عبادت کیے جانے کے لائق ہے، ہر تعظیم و محبت کا وہی تنہا مستحق ہے اور ہر بندے کی ذلت و عاجزی صرف اسی کے لیے جائز ہے۔ اس کا ہر فعل مبنی بر حکمت اور اس کا علم مخلوق کے تمام احوال کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کی ذات بیوی اور اولاد کی محتاج نہیں ہے، وہ اس عیب سے برتر و بالا ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر شے کا وہی تنہا مالک ہے، اس کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ قیامت کب واقع ہوگی؟ سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، جہاں وہ ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلہ دے گا۔

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

''اور وہ لوگ جنھیں یہ اس کے سوا پکارتے ہیں، وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جس نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ جانتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں مشرکین عرب کے اس مشرکانہ عقیدہ کی تردید ہے کہ فرشتے اور ان کے دیگر جھوٹے معبود قیامت کے دن ان کے لیے سفارشی بنیں گے۔ فرمایا کہ شفاعت تو اللہ کی اجازت سے صرف اس کے وہ بندے کریں گے، جو اللہ کی وحدانیت کے صدق دل سے قائل ہوں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾

''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو بلاشبہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جاتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا ہے کہ اگر آپ مشرکین سے پوچھیں کہ انھیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے۔ یعنی یہ بات اتنی ظاہر ہے کہ وہ کسی حال میں بھی اس کا انکار نہیں کر پاتے، تو پھر ان کی یہ کتنی بڑی نادانی ہے کہ عبادت اس کے سوا غیروں کی کرتے ہیں۔ اسی لیے آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ ان کا خالق اللہ ہے، اس کے سوا غیروں کی عبادت کیسے کرتے ہیں؟

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

''قسم ہے رسول کے ''یا رب'' کہنے کی! کہ بے شک یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے۔ پس ان سے درگزر کر اور کہہ سلام ہے، پس عنقریب وہ جان لیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے اپنے رسول (ﷺ) کی اس درد بھری بات کا علم ہے کہ اے میرے رب! یہ مشرکین مکہ ایمان نہیں لائیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴾ [ الفرقان : ۳۰ ] ”اور رسول کہے گا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا۔“

اگلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ان کا عناد اور ان کے دل کی سختی حد سے بڑھی ہوئی ہے، پس اے میرے رسول! آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے اور ان سے الگ ہو جائیے، انھیں عنقریب ہی اپنا انجام معلوم ہو جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [ الأنعام : ۱۳۵ ] ”کہہ دے اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرو، بے شک میں (بھی) عمل کرنے والا ہوں، تو تم عنقریب جان لو گے وہ کون ہے جس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہوتا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔“

# سورة الدخان مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

حٰمٓ ۝﴿۱﴾ وَ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۝﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ ۝﴿۳﴾ فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍ ۝﴿۴﴾

''حٰمٓ۔ اس بیان کرنے والی کتاب کی قسم! بے شک ہم نے اسے ایک بہت برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈرانے والے تھے۔ اسی میں ہر محکم کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی قسم کھا کر اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے کہ یہ قرآن محمد (ﷺ) کا کلام نہیں ہے، بلکہ اسے ہم نے نازل کیا ہے اور وہ رات بڑی ہی خیر و برکت والی تھی جس میں ہم نے اسے نازل کیا تھا۔ وہ شب قدر تھی، جیسا کہ فرمایا: ﴿ شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ ﴾ [ البقرة : ۱۸۵ ] ''رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ﴾ [ القدر : ۱ ] ''بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔''

اگلی آیت میں فرمایا کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ آنے والے پورے سال میں واقع ہونے والی حیات و موت، خیر و شر اور روزی میں کشادگی اور تنگی اور دیگر تمام حکمت والے کاموں کو لوح محفوظ سے فرشتوں کے سپرد کرتا ہے۔ اسی کی تشریح کرتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ﴾ [ القدر : ٤ ] ''اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر امر کے متعلق اترتے ہیں۔''

﴿ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

''ہماری طرف سے حکم کی وجہ سے۔ بے شک ہم ہی بھیجنے والے تھے۔ تیرے رب کی رحمت کے باعث، یقیناً وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان چیزوں کا رب جو ان دونوں کے درمیان ہیں، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے، تمھارا رب ہے اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اہمیت جتلاتے ہوئے فرمایا کہ اسے ہم نے اپنے پاس لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل کیا ہے اور کہا کہ ہم نے بنی نوع انسان پر مہربانی کرتے ہوئے ان کے پاس انھی میں سے ایک رسول بھیجا ہے، کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی باتوں اور آوازوں کو خوب سنتا ہے اور ان کی ضرورتوں کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ اس لیے اس کے علم وحکمت کا تقاضا ہوا کہ وہ ان پر رحم کرتے ہوئے دین و دنیا کی ہر بھلائی کی طرف راہنمائی کے لیے اپنا رسول بھیجے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کو تمھارے اس رب نے رحمت بنا کر بھیجا ہے جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے۔ اگر تمھیں واقعی اس بات کا یقین ہے کہ وہ سارے جہانوں کا رب ہے، تو پھر صرف اسی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ زندگی اور موت اسی کے اختیار میں ہے اور وہی تمھارا اور تمھارے آبا واجداد کا رب ہے۔ یہ آیت اس طرح ہے جس طرح یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِ۟الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ﴾ [ الأعراف : ۱۵۸ ] ''کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔''

﴿ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾

''بلکہ وہ ایک شک میں کھیل رہے ہیں۔''

اس آیت میں مشرکینِ مکہ کی حقیقت بیان کر دی کہ وہ توحیدِ باری تعالیٰ اور بعث بعد الموت کے بارے میں گہرے شک میں مبتلا ہیں اور ان کا اقرار کہ اللہ ہی سارے جہاں کا رب ہے، یقین و ایمان سے بالکل عاری ہے، اسی لیے تو عبادت میں اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں۔ گویا ان کا زبانی اقرار محض لہو ولعب کے طور پر ہے۔ ان کے کھیل کود

کا ذکر کرتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ﴾ [ الأنبیاء : ۲ تا ۵ ] ''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو مگر وہ اسے مشکل سے سنتے ہیں اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔ اس حال میں کہ ان کے دل غافل ہوتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے خفیہ سرگوشی کی جنھوں نے ظلم کیا تھا، یہ تم جیسے ایک بشر کے سوا ہے کیا؟ تو کیا تم جادو کے پاس آتے ہو، حالانکہ تم دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا میرا رب آسمان و زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ بلکہ انھوں نے کہا یہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ شاعر ہے، پس یہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے پہلے (رسول) بھیجے گئے تھے۔''

**فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝۱۰ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۱ رَّبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝۱۲ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝۱۳ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ۝۱۴ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا ۚ إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝۱۵ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ۝۱۶**

''سو انتظار کر جس دن آسمان ظاہر دھواں لائے گا۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ یہ دردناک عذاب ہے۔ اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب دور کر دے، بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں۔ ان کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ یقیناً ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آ چکا۔ پھر انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور انھوں نے کہا سکھلایا ہوا ہے، دیوانہ ہے۔ بے شک ہم یہ عذاب تھوڑی دیر کے لیے دور کرنے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کچھ کرنے والے ہو۔ جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔''

اس آیت میں دھویں کا جو ذکر آیا ہے اس سے مراد دھویں کی وہ کیفیت ہے جو قحط سالی کے دنوں میں بھوک کی شدت سے اہل مکہ کی آنکھوں کے سامنے پیدا ہوئی تھی، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس دھویں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ (دین اسلام کی طرف) توجہ نہیں کرتے تو اس طرح بد دعا کی: (( اَللّٰهُمَّ سَبْعًا كَسَبْعِ يُوْسُفَ )) ''اے اللہ! (ان پر) یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسا سات سالہ قحط نازل کر۔'' چنانچہ قحط نے ان کو پکڑ لیا، تو ہر چیز تباہ ہوگئی، حتیٰ کہ لوگ کھالیں، مردار، ہڈیاں اور بدبودار مُردوں کے جسم تک کھا گئے اور

(تب اگر) ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو فاقہ کی وجہ سے اسے دھواں سا نظر آتا تھا۔ آخر ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا، اے محمد! آپ اللہ کی فرماں برداری اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم (فاقہ سے) ہلاک ہوتی جا رہی ہے، آپ ان کے لیے اللہ سے دعا کیجیے۔ پھر (ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے) یہ آیات پڑھیں: ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۙ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ رَّبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۙ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ۝ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا ۚ إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ﴾ ''سو انتظار کر جس دن آسمان ظاہر دھواں لائے گا۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ یہ دردناک عذاب ہے۔ اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب دور کر دے، بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں۔ ان کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ یقیناً ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آ چکا۔ پھر انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور انھوں نے کہا سکھلایا ہوا ہے، دیوانہ ہے۔ بے شک ہم یہ عذاب تھوڑی دیر کے لیے دور کرنے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کچھ کرنے والے ہو۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے بارش کے لیے دعا فرما دی۔ بارش ہوئی، مگر جب انھیں فارغ البالی حاصل ہوگئی تو وہ لوگ پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ سو یہ آیت اسی سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔ [ بخاري، كتاب الاستسقاء، باب دعاء النبي ﷺ : اجعلها سنين كسني يوسف : ۱۰۰۷، ۴۸۲۴۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب الدخان : ۲۷۹۸ ]

نیز اس دھویں سے مراد وہ دھواں بھی ہو سکتا ہے جو قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جیسا کہ سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ آ گئے، تو آپ نے فرمایا: ''جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو قیامت نہیں آئے گی۔ (وہ یہ ہیں) دھواں، دجال کا آنا، جانور، سورج کا مغرب سے نکلنا، عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا آنا، یاجوج ماجوج کا آنا، تین جگہ خسف ہونا (یعنی زمین میں دھنسنا) ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں اور آخری نشانی آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی، وہ لوگوں کو ہانک کر میدان محشر کی طرف لے جائے گی، یہ لوگ جہاں رات گزاریں گے آگ بھی وہیں رات کے وقت رک جائے گی اور جہاں یہ دوپہر کو قیلولہ کریں گے آگ بھی وہیں ان کے ساتھ ٹھہرے گی۔'' [ مسلم، كتاب الفتن، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة : ۳۹، ۲۹۰۱/۴۰ ]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھ نشانیاں ظاہر ہونے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دھویں کا نکلنا، دجال کا ظاہر ہونا، جانور کا نکلنا، انفرادی عذاب اور اجتماعی عذاب۔'' [ مسلم، كتاب الفتن، باب في بقية من أحاديث الدجال : ۲۹۴۷ ]

رَّبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ : یعنی کافر جب عذابِ الٰہی کو دیکھیں گے تو وہ کہیں گے کہ اے اللہ! اس

عذاب کو ہم سے دور کر دے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ [ الأنعام : ۲۷ ] ''اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔''

اور فرمایا: ﴿ وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴾ [ إبراهيم : ٤٤ ] ''اور لوگوں کو اس دن سے ڈرا جب ان پر عذاب آئے گا، تو وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں قریب وقت تک مہلت دے دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم نے اس سے پہلے قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تمھارے لیے کوئی بھی زوال نہیں۔''

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس وقت انھیں نصیحت کیسے حاصل ہو گی؟ جبکہ اس سے پہلے جب ہم نے ان کی طرف اپنا رسول بھیجا تھا، جس نے ان تک ہمارے پیغام کو پہنچایا اور انھیں واضح طور پر ڈرایا تھا، تو انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا، اس کی تصدیق نہ کی، بلکہ تکذیب کی اور کہا کہ اس کو کسی نے پڑھایا ہے اور یہ تو دیوانہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ یَوْمَىِٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰی لَهُ الذِّكْرٰی ﴾ [ الفجر : ۲۳ ] ''اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت کہاں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ۝ وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴾ [ سبا : ۵۱، ۵۲ ] ''اور کاش! تو دیکھے جب وہ گھبرا جائیں گے، پھر بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہو گی اور وہ قریب جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے۔ اور وہ کہیں گے ہم اس پر ایمان لے آئے، اور ان کے لیے دور جگہ سے (ایمان کو) حاصل کرنا کیسے ممکن ہے۔''

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ہم کچھ دنوں کے لیے عذاب کو ٹال دیں گے، لیکن وہ ایمان لانے کا وعدہ وفا نہیں کریں گے اور کفر و شرک سے باز نہیں آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ لوگ اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بدر کے میدان میں انتقام لے لیا۔

## وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِیْمٌ ۝۱۷

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا اور ان کے پاس ایک بہت باعزت رسول آیا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے کفارِ قریش سے پہلے قوم فرعون کو بھی ایمان باللہ اور اطاعت و بندگی کا حکم دے کر آزمایا، لیکن انھوں نے کفر کو پسند کر لیا۔ ہم نے ان کے پاس اپنا ایک رسول بھیجا تھا جن کا اللہ اور مومنوں کے نزدیک بڑا مقام تھا اور جو حسب نسب میں اونچے اور نہایت بلند اخلاق کے مالک تھے۔ وہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا ﴾ [ الأحزاب : ٦٩ ] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے اسے اس سے پاک ثابت کر دیا جو انھوں نے کہا تھا اور وہ اللہ کے ہاں بہت مرتبے والا تھا۔'' فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور بالآخر عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ [ القصص : ٣٩، ٤٠ ] ''اور وہ اور اس کے لشکر کسی حق کے بغیر زمین میں بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے گمان کیا کہ بے شک وہ ہماری طرف واپس نہیں لائے جائیں گے۔ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر انھیں سمندر میں پھینک دیا۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا تھا۔''

---

**اَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝۱۸ وَّ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝۱۹**

---

''یہ کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو، بے شک میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ اور یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بے شک میں تمھارے پاس واضح دلیل لانے والا ہوں۔''

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ تم اللہ کے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو آزاد کر دو اور انھیں میرے ساتھ ان کے آبائی وطن جانے دو، اس لیے کہ وہ آزاد لوگ ہیں اور ظلم و جور کی وجہ سے اس ملک سے باہر نکل جانا چاہتے ہیں۔ دیکھو! میں تمھاری طرف سچا اور امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، تاکہ تمھیں نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤں۔ انھوں نے فرعون سے یہ بھی کہا کہ اللہ کی ربوبیت کا انکار اور اپنے رب ہونے کا دعویٰ کر کے اور اس کے نبی کی تکذیب اور اس کے بندوں پر ظلم و ستم ڈھا کر اللہ کے خلاف اعلانِ بغاوت نہ کرو، جبکہ میں اپنے دعویٰ کی صداقت پر واضح اور صریح دلیل پیش کرتا ہوں۔

اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ : سلطان مبین سے مراد وہ معجزات تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ مُوْسٰى یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ حَقِیْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۝ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَّ نَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴾ [ الأعراف : ١٠٤ تا ١٠٨ ] ''اور موسیٰ نے کہا اے فرعون! بے شک میں جہانوں کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔ اس بات پر پوری طرح قائم ہوں

کہ اللہ پر حق کے سوا نہ کہوں، بلاشبہ میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں، سو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ اس نے کہا اگر تو کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو وہ لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ تو اس نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدہا تھی۔ اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکنے والا تھا۔“

وَ اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾

”اور بے شک میں اپنے رب اور تمھارے رب کی پناہ پکڑتا ہوں، اس سے کہ تم مجھے سنگسار کر دو۔“

یعنی تم نے جو مجھے پتھروں سے مار کر ہلاک کرنے کی دھمکی دی ہے، تو میں نے اس ذاتِ برحق کی بارگاہ میں پناہ لے لی ہے جو میرا اور تم سب کا رب ہے، اس لیے اب مجھے تمھاری طرف سے کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا اور اللہ کی طرف سے میری حفاظت اس بات کی دلیل ہے کہ میں کذاب و مفتری نہیں ہوں، کیونکہ وہ افترا پردازوں کو پناہ نہیں دیتا۔

وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

”اور اگر تم میری بات نہیں مانتے تو مجھ سے الگ رہو۔ آخر اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک یہ مجرم لوگ ہیں۔ پس میرے بندوں کو رات کے کسی حصے میں لے جا، بے شک تم پیچھا کیے جانے والے ہو۔“

موسیٰ علیہ السلام نے ان سے یہ بھی کہا کہ اگر تم لوگ میری نبوت پر ایمان نہیں لاتے، تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، مجھے ایذا نہ پہنچاؤ، لیکن جب ہر ممکن کوشش کے باوجود قبطیوں نے ان کی دعوت قبول نہ کی، بلکہ انھیں قتل کرنے کی ٹھان لی، تو انھوں نے اپنے رب سے دعا کی: ﴿ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا ﴾ [ یونس : ۸۸، ۸۹ ] ”اے ہمارے رب! بے شک تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں بہت سی زینت اور اموال عطا کیے ہیں، اے ہمارے رب! تاکہ وہ تیرے راستے سے گمراہ کریں، اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے، پس وہ ایمان نہ لائیں، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ فرمایا بلاشبہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، پس دونوں ثابت قدم رہو۔“

اسی طرح یہاں بھی فرمایا، اے میرے رب! یہ مجرم و مفسد لوگ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی، انھیں بذریعہ وحی حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات وہاں سے نکل جائیں، انھیں یہ بھی خبر دی کہ فرعون اور دیگر قبطی

انھیں گھیر کر واپس لانے کے لیے ان کا پیچھا کریں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴾ [ طٰهٰ : ۷۷ ] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا، پس ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ بنا، نہ تو پکڑے جانے سے خوف کھائے گا اور نہ ڈرے گا۔''

## وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾

''اور سمندر کو اپنے حال پر ٹھہرا ہوا چھوڑ دے، بے شک وہ ایسا لشکر ہیں جو غرق کیے جانے والے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ جب آپ بحر قلزم پار کر جائیں تو اپنی لاٹھی مار کر دریا کو اس کی اصل حالت میں لوٹانے کی کوشش نہ کیجیے، اسے اسی طرح کشادہ کھلا ہوا چھوڑ دیجیے، تاکہ اس میں فرعون اور فرعونی داخل ہوں اور انھیں ڈبو دیا جائے۔ ان کے انجام کی خبر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی اس لیے دے دی، تاکہ ان کا ڈر جاتا رہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعون اور اس کے لشکر کو ڈبو دیا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾ [ الأعراف : ۱۳٦ ] ''تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں، تو آپ نے ان سے پوچھا: ''یہ کیا (وجہ ہے کہ تم عاشوراء کا روزہ رکھتے ہو)؟'' تو انھوں نے کہا کہ یہ اچھا (اور بابرکت) دن ہے، یہ وہ دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی، لہٰذا موسیٰ علیہ السلام اس دن روزہ رکھتے تھے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کا حق دار ہوں۔'' چنانچہ آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ [ بخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء : ۲۰۰٤ ]

## كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾

''کتنے ہی وہ چھوڑ گئے باغات اور چشمے۔ اور کھیتیاں اور عمدہ مقام۔ اور خوش حالی، جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا وارث اور لوگوں کو بنا دیا۔''

فرعون اور فرعونی اپنے پیچھے بہت سے باغات اور چشمے، بہت سی کھیتیاں اور زیب و زینت سے آراستہ بہت سی محافل و مجالس چھوڑ گئے اور بہت سی دوسری نعمتیں، مثلاً مال و دولت اور جاہ و حشم وغیرہ بھی چھوڑ گئے، جو ان کے عیش و آرام کا سامان تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے انھیں ان تمام نعمتوں سے نکال باہر کیا اور ان چیزوں کا وارث دوسروں کو بنا دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴾ [ الأعراف : ۱۳۷ ] ’’اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ۝ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۙ۝ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ [ الشعراء : ۵۷ تا ۵۹ ] ’’تو ہم نے انھیں باغوں اور چشموں سے نکال دیا۔ اور خزانوں سے اور عمدہ جگہ سے۔ ایسے ہی ہوا اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔‘‘

## فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝۲۹

’’پھر نہ ان پر آسمان و زمین روئے اور نہ وہ مہلت پانے والے ہوئے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آل فرعون کی تباہی پر کسی کو افسوس نہ ہوا، ان کے اعمال ہی ایسے تھے کہ ان کی ہلاکت پر کسی کے افسوس کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھیں مہلت نہیں دی گئی، بلکہ فوراً پکڑ لیے گئے، اس لیے کہ اللہ ان کی فطرت سے خوب واقف تھا کہ اگر انھیں مہلت بھی دے دی جائے تب بھی وہ اپنے گناہوں سے تائب ہو کر ایمان نہیں لائیں گے۔

## وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝۳۰ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے والے عذاب سے نجات دی۔ فرعون سے، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ایک سرکش شخص تھا۔‘‘

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنے اس احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا، ان کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا، ان کی عورتوں کو ذلیل و رسوا کرنے کے لیے زندہ رکھتا تھا اور ان سے مشکل ترین کام لیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو اس رسوا کن عذاب سے نجات دے دی۔ آخر میں فرعون کی ہلاکت کا سبب بیان

کرتے ہوئے فرمایا کہ فرعون بڑا ہی متکبر تھا اور کفر باللہ، ظلم اور ارتکاب معاصی میں حد سے تجاوز کر گیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ [ القصص : ٤ ] ''بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا، جن میں سے ایک گروہ کو وہ نہایت کمزور کر رہا تھا، ان کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ بلاشبہ وہ فساد کرنے والوں سے تھا۔''

## وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۚ﴿۳۲﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں علم کی بنا پر جہانوں سے چن لیا۔ اور ہم نے انھیں وہ نشانیاں دیں جن میں واضح آزمائش تھی۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس زمانے کی دیگر تمام قوموں پر فضیلت دی تھی، اپنے اس علم کی بنیاد پر کہ وہ اس قدر و منزلت کے مستحق ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۙ﴿۵﴾ وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴾ [ القصص : ٥، ٦ ] ''اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں زمین میں نہایت کمزور کر دیا گیا اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھی کو وارث بنائیں۔ اور انھیں زمین میں اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو ان سے وہ چیز دکھلائیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت سے معجزات و کرامات سے نوازا تھا، جو درحقیقت اللہ کی جانب سے ان کی آزمائش تھی کہ ان نعمتوں پر وہ اللہ کے شکر گزار ہوتے ہیں یا اس کی ناشکری کرتے ہیں۔ پھر بنی اسرائیل کی ناشکری کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [ البقرة : ٧٣، ٧٤ ] ''تو ہم نے کہا اس پر اس کا کوئی ٹکڑا مارو، اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا اور تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تاکہ تم سمجھو۔ پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں جیسے ہیں، یا سختی میں (ان سے بھی) بڑھ کر ہیں اور بے شک پتھروں میں سے کچھ یقیناً وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں، پس ان سے پانی نکلتا ہے اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کر رہے ہو۔''

إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾

''بے شک یہ لوگ یقیناً کہتے ہیں۔ کہ ہماری اس پہلی موت کے سوا کوئی (موت) نہیں اور نہ ہم کبھی دوبارہ اٹھائے جانے والے ہیں۔تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ، اگر تم سچے ہو۔کیا یہ لوگ بہتر ہیں، یا تبع کی قوم اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے؟ ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بے شک وہ مجرم تھے۔''

مشرکین نے بعث بعد الموت اور آخرت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ صرف یہی دنیا کی زندگی ہے۔ موت کے بعد اور کوئی زندگی نہیں اور نہ موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنا ہے۔ اس سلسلے میں وہ دلیل یہ دیتے تھے کہ ہمارے آبا و اجداد جب ایک بار دنیا سے چل بسے تو وہ دوبارہ واپس نہیں آئے۔ اس لیے اے محمد (ﷺ)! اور اے مسلمانو! اگر بعث بعدالموت کا عقیدہ صحیح ہے، تو ہمارے ان آبا و اجداد کو زندہ کر کے دکھا دو جو مر چکے ہیں۔ان کی یہ دلیل باطل اور ان کا یہ شبہ فاسد تھا، اس لیے کہ دوبارہ جی اٹھنا تو قیامت کے دن ہوگا نہ کہ دنیا کی زندگی میں۔ دنیا کی زندگی کے ختم ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کو دوبارہ پیدا کرے گا اور ظالموں کو آتشِ جہنم کا ایندھن بنا دے گا اور اس دن تم لوگوں پر گواہ اور اللہ کے رسول ﷺ تم پر گواہ ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے اپنے اس عذاب سے ڈرایا ہے کہ جو آ جائے تو اسے ٹالا نہیں جا سکتا، جیسا کہ ماضی میں بھی وہ ان جیسے مشرکین اور منکرین بعث بعد الموت، مثلاً، قوم تبع، یعنی اہل سبا پر آیا تو وہ اسے ٹال نہ سکے، بلکہ اللہ عزوجل نے اپنا عذاب بھیج کر انھیں ہلاک کر ڈالا، ان کے شہروں کو تباہ و برباد کر دیا اور انھیں مختلف علاقوں میں تتر بتر کر دیا۔

اس آیت میں کفارِ مکہ کو دھمکی دی گئی ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کو بھی اسی طرح نیست و نابود کر دیا جائے گا جس طرح گزشتہ قوموں کو ہلاک کر دیا گیا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾

''اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ہم نے ان دونوں کو حق ہی کے

ساتھ پیدا کیا ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔‘‘

آسمانوں کو، زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس سب کو اللہ تعالیٰ نے بے فائدہ اور بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ ان تمام چیزوں کی پیدائش حق، حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴾ [ الروم : ۸ ] ’’اور کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اسے پیدا نہیں کیا مگر حق اور ایک مقرر وقت کے ساتھ اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً اپنے رب سے ملنے ہی کے منکر ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ [ المؤمنون : ۱۱۵ ] ’’تو کیا تم نے گمان کرلیا کہ ہم نے تمھیں بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ بے شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟‘‘

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾

’’یقیناً فیصلے کا دن ان سب کا مقرر وقت ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ مگر جس پر اللہ نے رحم کیا، بے شک وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

فرمایا کہ قیامت کے دن، جو حق و باطل کے درمیان فیصلے کا دن ہوگا، تمام لوگ میدانِ محشر میں اکٹھے کیے جائیں گے۔ اس دن کوئی رشتہ دار یا دوست اپنے کسی دوسرے رشتہ دار یا دوست کے کام نہیں آئے گا، البتہ جن پر اللہ نے دنیا میں رحم کیا ہوگا اور انھوں نے ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی راہ اختیار کی ہوگی، ان پر اللہ آخرت میں بھی رحم کرے گا، یعنی اپنے کسی بندے کو اس کی شفاعت کی اجازت دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے پر پوری طرح قادر ہے اور نیک بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَـيْـــًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [ البقرة : ۴۸ ] ’’اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْـَٔـلُ حَمِيْمٌ حَمِـيْمًا ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـــْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴾ [ المعارج :

۱۰ تا ۱٤ ] ”اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔“

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚۛ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾

”بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔“

ذکرِ آخرت کی مناسبت سے جہنم اور اس میں پائے جانے والے بدترین عذاب کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہاں مجرموں کو زقوم کا پھل کھانے کے لیے دیا جائے گا۔ زقوم کا درخت جنگلوں میں پایا جانے والا بدترین درخت ہے، یہ اللہ کے حکم سے جہنم کی تہ میں اگتا ہے، اس کا پھل نہایت بدشکل اور بدمزہ ہے، جہنمی جب بھوک کی شدت سے اسے کھائیں گے تو وہ زیتون کی تلچھٹ کی طرح یا پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ان کے پیٹوں میں پوری شدت کے ساتھ کھولنے لگے گا اور ان کے دلوں کو جلا ڈالے گا۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴾ [ الصافات : ٦٢ تا ٦٧ ] ”کیا مہمانی کے طور پر یہ بہتر ہے، یا زقوم کا درخت؟ بے شک ہم نے اسے ظالموں کے لیے ایک آزمائش بنایا ہے۔ بے شک وہ ایسا درخت ہے جو بھڑکتی ہوئی آگ کی تہ میں اگتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے وہ شیطانوں کے سر ہوں۔ پس بے شک وہ یقیناً اس میں سے کھانے والے ہیں، پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر بلاشبہ ان کے لیے اس پر یقیناً سخت گرم پانی کی آمیزش ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تھوہر کا ایک قطرہ دنیا میں گرا دیا جائے تو ساری دنیا کے جانداروں کے اسباب زندگی (یعنی خورونوش کی چیزیں) تباہ کر دے، تب اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی تھوہر ہو؟“ [ ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء في صفة شراب أهل النار : ٢٥٨٥ ]

كَالْمُهْلِ ۚۛ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴾ [ الكهف : ٢٩ ] ”اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انھیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا،

جو چہروں کو بھون ڈالے گا، برا مشروب ہے اور بری آرام گاہ ہے۔“

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

”اسے پکڑو، پھر اسے بھڑکتی آگ کے درمیان تک دھکیل کر لے جاؤ۔ پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔ چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔ بے شک یہ ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ جہنم پر متعین فرشتوں سے کہے گا کہ انھیں ان کے گریبان سے پکڑ لو اور نہایت بے دردی کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے بیچ جہنم میں ڈال دو، پھر ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیل دو، جو ان کے سارے جسم کو جلا ڈالے۔ پھر ان کا ذہنی کرب و الم بڑھانے کے لیے بطور استہزا ان سے کہا جائے گا کہ تم دنیا میں بڑی عزت اور اونچے مقام والے بنے پھرتے تھے اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے، تو اب اپنے کبر و غرور کا مزہ چکھو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ؗ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ﴾ [ الحج : ۱۹، ۲۰ ] ”یہ دو جھگڑنے والے ہیں، جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس کے ساتھ پگھلا دیا جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور چمڑے بھی۔“

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب جہنم ہے جس کے بارے میں تم دنیا کی زندگی میں شک کرتے تھے اور کہتے تھے کہ قیامت، بعث بعد الموت اور جنت و جہنم کی کوئی حقیقت نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ [ الطور : ۱۳ تا ۱۵ ] ”جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، سخت دھکیلا جانا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟“

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَ وَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾

’’بے شک متقی لوگ امن والی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ وہ باریک ریشم اور گاڑھے ریشم کا لباس پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح ہوگا اور ہم ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیں گے، جو بڑی آنکھوں والی ہیں۔ وہ اس میں ہر پھل بے خوف ہو کر منگوا رہے ہوں گے۔ وہ اس میں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے، مگر وہ موت جو پہلی تھی اور وہ انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب سے بچائے گا۔‘‘

بدبختوں اور بدنصیبوں کا حال بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے خوش بختوں اور سعادت مندوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کی زندگی میں کفر و معاصی سے بچنے والے قیامت کے دن اس مقام پر ہوں گے جہاں انھیں کوئی خوف و ہراس لاحق نہیں ہوگا، وہ باغوں میں اور بہتے چشموں کے درمیان ہوں گے۔ وہاں انھیں پہننے کے لیے باریک اور دبیز ریشمی لباس ملے گا۔ اللہ نے مزید فرمایا کہ جنتیوں کی شادیاں گوری چٹی خوبصورت ترین آنکھوں والی حوروں سے کریں گے، تاکہ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور ان کے دلوں کو سرور ملے۔ اہل جنت ان جنتوں میں ہر آفت و مصیبت سے مامون ہوں گے اور اپنی پسند کے نوع بہ نوع پھل غلمانِ جنت سے منگوا رہے ہوں گے۔ انھیں کبھی موت نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ انھیں ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب سے نجات دے دے گا۔

**اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ :** یعنی آخرت میں جنت میں ہوں گے اور اس میں موت یا نکالے جانے کے خوف سے امن میں ہوں گے، نیز وہ ہر غم و فکر، گھبراہٹ و پریشانی، تکلیف و تھکاوٹ، شیطان اور اس کے مکر و فریب اور تمام آفات و مصائب سے محفوظ ہوں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴾ [ الذاریات : ۱۵، ۱٦ ] ’’بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ [ القمر : ۵٤، ۵۵ ] ’’بے شک بچ کر چلنے والے باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، عظیم بادشاہ کے پاس، جو بے حد قدرت والا ہے۔‘‘

**يَلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ :** ’’مُتَقٰبِلِيْنَ‘‘ یعنی وہ تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے اور ایک دوسرے کے سامنے اس طرح بیٹھے ہوں گے کہ کسی کی طرف کسی کی پشت نہیں ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴾ [ الصافات: ٤١ تا ٤٤ ] ’’یہی لوگ ہیں جن کے لیے مقرر رزق ہے۔ کئی قسم کے پھل اور وہ عزت بخشے گئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔‘‘

﴿كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾ : یعنی ان مذکورہ انعامات کے ساتھ ساتھ ہم انھیں ایسی خوبصورت حوریں بھی عنایت کریں گے جن کی آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی بہت زیادہ ہوگی اور آنکھیں بھی موٹی ہوں گی، جن کی خوبی یہ ہوگی: ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ [ الرحمٰن : ٥٦ ] ''جنھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام گزار دینا دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کے لیے جنت میں ایک ہاتھ برابر جگہ یا کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے، اس سب سے بہتر ہے اور اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا میں (لمحہ بھر کے لیے) جھانک لے تو مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز کو روشن کر دے اور فضا کو خوشبو سے بھر دے، جنتی عورت کے سر کا دوپٹا دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔'' [ بخاری، کتاب الجهاد، باب الحور العين و صفتهن : ٢٧٩٦ ]

﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى﴾ : یعنی انھیں جنت میں کبھی موت نہیں آئے گی، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی صورت میں لا کر جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا...... پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا، اے جنت والو! تم اب ہمیشہ ہمیشہ (یہیں) رہو گے، تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! تم بھی اب (یہیں) ہمیشہ ہمیشہ رہو گے، تمھیں بھی کبھی موت نہیں آئے گی۔'' [ بخاری، کتاب التفسير، باب قوله تعالٰی : ﴿و أنذرهم يوم الحسرة﴾ : ٤٧٣٠۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء : ٢٨٤٩ ]

سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک پکارنے والا صدا لگائے گا، بے شک تم تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہو گے، یقیناً تم زندہ رہو گے، کبھی نہیں مرو گے، بلاشبہ تم سدا جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، کوئی شک نہیں کہ تم عیش و عشرت کی زندگی بسر کرو گے، پھر کبھی پریشانی نہیں دیکھو گے۔'' [ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في دوام نعيم أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٣٧ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جنت میں جائے گا وہ سکون سے ہوگا اور بے غم رہے گا، نہ کبھی اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کی جوانی زوال پذیر ہوگی۔'' [ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في دوام نعيم أهل الجنة...... الخ : ٢٨٣٦ ]

---

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾

---

''تیرے رب کی طرف سے فضل کی وجہ سے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اہل تقویٰ ومومنین کو قیامت کے دن جو نعمت بھی ملے گی، وہ اللہ کا ان پر فضل و کرم ہو گا۔ کوئی شخص صرف اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں ہرگز داخل نہیں ہو گا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھیک راستے پر چلو اور میانہ روی اختیار کرو (نہ افراط نہ تفریط)، جان لو کہ کسی کو اس کا عمل ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا۔'' صحابہ نے عرض کی، اللہ کے رسول! کیا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا: ''(ہاں!) مجھے بھی نہیں، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ ڈھانپ لے۔'' [ مسلم، كتاب صفات المنافقين و أحكامهم، باب لن يدخل أحد ......الخ : ٧٦/ ٢٨١٦۔ بخاری، كتاب الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل : ٦٤٦٣، ٦٤٦٤ ]

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾

''سو حقیقت یہی ہے کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی تعریف بیان کی ہے کہ اے میرے نبی! ہم نے اسے آپ کی مادری زبان یعنی عربی میں نازل کر کے آپ کے لیے اس کا دوسروں کو سمجھانا اور آپ کی قوم کے لیے اس کا سمجھنا آسان بنا دیا ہے، تاکہ اہل مکہ اس میں بیان کردہ عبرتوں، نصیحتوں اور دلائل و براہین سے مستفید ہو کر حق کو قبول کریں اور اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ [ القمر : ۲۲ ] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہو، پھر جتنا قرآن تم بآسانی پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو اور پھر بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اس کے بعد اطمینان سے سجدہ کرو اور پھر اطمینان سے قعدہ میں بیٹھو اور اسی طرح اپنی نماز میں کیا کرو۔'' [ مسلم، كتاب الصلوة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة ...... الخ : ٣٩٧ ]

فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

''پس انتظار کر، بے شک وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کیجیے، وہ بھی اس انتظار میں ہیں کہ کب آپ حوادثاتِ زمانہ کا شکار ہو کر دنیا سے رخصت ہو جائیں اور انھیں آپ سے چھٹی مل جائے۔ اس آیت میں اللہ کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نصرت اور اہل مکہ پر غلبے کا وعدہ تھا، جیسا کہ دوسری جگہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴾ [ المجادلة : ۲۱ ] ''اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴾ [ المؤمن : ۵۱ ] ''بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔''
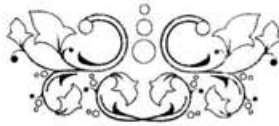
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾

''حٰمٓ۔ اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن محمد (ﷺ) کا کلام نہیں ہے، بلکہ اسے اس اللہ نے نازل کیا ہے جو زبردست ہے اور حکیم بھی ہے۔ اس کا زبردست ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ دلائل و براہین کی ایسی بھرمار کر دے کہ اس کے دشمن مبہوت و مغلوب ہو جائیں اور اس کا حکیم ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ تمام شکوک و شبہات کا ازالہ کر دے اور اس کے کلام میں کوئی عیب و نقص نہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم توحید باری تعالیٰ کے دلائل و براہین سے بھرا پڑا ہے اور چونکہ وہ کلامِ ربانی ہے اس لیے اس میں کوئی عیب و نقص نہیں ہے۔

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾

''بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور تمھارے پیدا کرنے میں اور ان جاندار چیزوں میں جنھیں وہ پھیلاتا ہے، ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو یقین رکھتے ہیں۔''

فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں اور خود ان کی پیدائش میں نوع بہ نوع نشانیاں ہیں اور چونکہ ان نشانیوں سے مومنین فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لیے بطور خاص ان کا ذکر کیا، ورنہ اللہ کی نشانیاں تو ہر خاص و عام کے لیے ہیں۔

آگے فرمایا کہ ابن آدم کا تخلیق کے کئی مراحل سے گزر کر پیدا ہونا، دل، دماغ اور عقل جیسی نعمتوں سے بہرہ ور ہونا، سماعت، بینائی اور گویائی پر قادر ہونا، ان کے بارے میں آدمی جتنا غور کرے گا اتنا ہی اللہ کی عظیم قدرت کا اعتراف بڑھتا چلا جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھانت بھانت کے جانور، چوپائے اور حیوانات پیدا کیے ہیں، کوئی خشکی کا جانور ہے، تو کوئی دریا اور سمندر میں رہنے والا۔ ان سب کے بارے میں غور وفکر آدمی کو اس یقین تک پہنچاتا ہے کہ اللہ موجود ہے۔ وہ علام الغیوب ہے، عزیز وحکیم ہے اور اس بات پر قادر ہے کہ قیامت کے دن تمام مُردوں کو دوبارہ زندہ کر کے ان کے اعمال کا ان سے حساب لے۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۵

’’اور رات اور دن کے بدلنے میں اور اس رزق میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔‘‘

فرمایا کہ رات اور دن کا ایک دوسرے کے بعد پورے اہتمام کے ساتھ آتے رہنا، موسم کی تبدیلی کے مطابق دونوں کا چھوٹا اور بڑا ہونا، آسمان سے بارش کا نزول جس سے مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے اور ہواؤں کا ردو بدل، کبھی بادِ صبح گاہی ہے، تو کبھی شام کے وقت چلنے والی ہوا ہے، کبھی شمال کی طرف سے چلنے والی ہے تو کبھی جنوب کی طرف سے، کبھی بادِ سموم ہے تو کبھی آندھی، ان سب تصرفات پر اللہ کے سوا کس کا اختیار ہے؟ وہی تو ہے جو ان تمام قدرتوں کا مالک ہے۔ ان میں اہلِ خرد کے لیے واقعی بڑی بڑی نشانیاں ہیں، جو انسانوں کو اس ذاتِ واحد کی طرف بلاتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [ البقرۃ : ۱٦٤ ] ’’بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے، ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔‘‘

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶

”یہ اللہ کی آیات ہیں، ہم انھیں تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں، پھر اللہ اور اس کی آیات کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ وہ نشانیاں ہیں جو اس کی کمال قدرت، کمال حکمت اور اس کے کمال ارادہ و مشیت پر دلالت کرتی ہیں۔ اب ان نشانیوں کے بعد کفارِ قریش کو کس دلیل کا انتظار ہے جسے دیکھ کر وہ اللہ پر ایمان لائیں گے؟

وَيۡلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ ۙ﴿۷﴾ يَّسۡمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتۡلٰى عَلَيۡهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۸﴾

”بڑی ہلاکت ہے ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے۔ جو اللہ کی آیات سنتا ہے، جبکہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اڑا رہتا ہے، گویا اس نے وہ نہیں سنیں، سو اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس کافر کا انجام جہنم کی ایک وادی ویل بتایا ہے، جو اللہ کی صفات کے بارے میں خلاف دلیل بات کرتا ہے اور گناہوں کا کثرت سے ارتکاب کرتا رہتا ہے۔ جب اس کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کی کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ گویا اس نے انھیں سنا ہی نہیں، کبر و غرور کی وجہ سے اپنے کفر پر اصرار کرتا ہے اور حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ ایسے کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا كَاَنَّ فِىۡۤ اُذُنَيۡهِ وَقۡرًا ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴾ [ لقمان : ۶، ۷ ] ”اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی بات خریدتا ہے، تاکہ جانے بغیر اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اور اسے مذاق بنائے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اور جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، سو اسے دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے۔“

بہز بن حکیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد (حکیم) نے اپنے والد (سیدنا معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو اس غرض سے جھوٹ بولے کہ اس سے لوگ ہنسیں، ہلاکت ہے اس کے لیے، ہلاکت ہے اس کے لیے!“ [ أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب التشدید فی الکذب : ۴۹۹۰۔ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء من تکلم بالکلمة یضحك الناس : ۲۳۱۵ ]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نماز (فجر) پڑھا لیتے تو ہماری جانب متوجہ ہوتے

اور پوچھتے: ''گزشتہ رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟'' اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو وہ بیان کر دیتا اور آپ ماشاءاللہ فرماتے۔ ایک دن آپ نے ہم سے سوال کیا: ''کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟'' ہم نے کہا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا: ''میں نے رات (خواب میں) دو آدمیوں کو دیکھا، وہ میرے پاس آئے اور مجھے میرے ہاتھ سے پکڑ کر مقدس زمین کی طرف لے گئے۔ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے اور ایک آدمی کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکس (آنکڑا) ہے۔ وہ بیٹھے ہوئے آدمی کے منہ میں ڈال کر اس کے گال کو گدی تک چیر دیتا ہے، پھر دوسرے گال کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا ہے، اتنی دیر میں اس کا پہلا گال صحیح ہو جاتا اور وہ اسے دوبارہ چیر دیتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟...... انھوں نے کہا کہ وہ جھوٹا آدمی تھا جو جھوٹی باتیں بیان کیا کرتا تھا۔ لوگ اس سے جھوٹی بات سنتے اور اس طرح وہ بات دور دور تک پھیل جاتی۔ اسے قیامت تک یہی عذاب دیا جاتا رہے گا جو آپ نے دیکھا۔'' [ بخاري، كتاب الجنائز، باب : ١٣٨٦ ]

وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾

''اور جب وہ ہماری آیات میں سے کوئی چیز معلوم کر لیتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے اور نہ وہ ان کے کچھ بھی کام آئے گا جو انھوں نے کمایا اور نہ وہ جو انھوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنائے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

فرمایا کہ ایسے کافروں کی صفت یہ بھی ہے کہ جب ان کے سامنے قرآنِ کریم کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس کے احکام بیان کیے جاتے ہیں، تو وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹے اور نافرمان انسانوں کا انجام یہ بتایا کہ ان کے لیے آخرت میں ایسا رسوا کن عذاب تیار کیا گیا ہے کہ اس سے بڑھ کر ذلت و رسوائی کوئی نہیں ہو سکتی۔ جہنم ان کا انتظار کر رہی ہے۔ اس دن ان کا مال و جاہ اور ان کی اولاد ان کے کچھ بھی کام نہیں آئے گی اور اللہ کے سوا جن معبودوں کی وہ لوگ پرستش کر رہے ہیں وہ بھی ان سے عذاب کو ٹال نہیں سکیں گے۔ انھیں بڑا ہی سخت عذاب دیا جائے گا۔

هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ ع

''یہ سراسر ہدایت ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔''

اس آیت میں اشارہ قرآن کریم کی طرف ہے، جو منبع رشد و ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ایمان لانے والوں کو

گمراہی سے نکال کر راہِ ہدایت پر ڈال دیتا ہے اور کفر و شرک سے نجات دے کر ایمان و توحید کی نعمت سے مالا مال کر دیتا ہے، اس لیے کہ وہ سراپا نور اور سرچشمۂ خیر و برکت ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اپنے رب کی آیات کا انکار کریں گے، ان کے لیے دردناک عذاب کی سزا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫

''اللہ وہ ہے جس نے تمھاری خاطر سمندر کو مسخر کر دیا، تا کہ جہاز اس میں اس کے حکم سے چلیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی نے تمھارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا ہے، تا کہ اس کے حکم سے تمھاری کشتیاں اس میں چلتی رہیں اور تم اس کی نعمتیں حاصل کرتے رہو۔ چنانچہ آدمی کشتیوں کے ذریعے سے سفر کر کے دوسرے شہروں میں علم حاصل کرنے اور تجارت کے لیے جاتا، اللہ کی راہ میں جہاد کرتا، سمندروں میں غوطے لگا کر موتی نکالتا اور نوع بہ نوع مچھلیوں کا شکار کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴾ [ بنی إسرائیل : ٦٦ ] ''تمھارا رب وہی ہے جو تمھارے لیے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے، تا کہ تم اس کا کچھ نہ کچھ فضل تلاش کرو۔ یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر بے حد مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [ النحل : ١٤ ] ''اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تا کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔''

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑬

''اور اس نے تمھاری خاطر جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنی طرف سے مسخر کر دیا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔''

یعنی اے لوگو! اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو اپنے فضل سے تمھارے لیے مسخر کر دیا۔ یہ سب تمھاری خدمات انجام دے رہے ہیں، تمھارے کام میں لگے ہوئے ہیں اور بلاشبہ اس کے یہ احسانات دعوتِ فکر و نظر دیتے ہیں، تا کہ لوگ اس پر ایمان لے آئیں، اس کی وحدانیت کا اقرار کریں، اس کا شکریہ ادا کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ

دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [ البقرة : ١٦٤ ] ”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے، ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔“

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

”ان لوگوں سے جو ایمان لائے کہہ دے کہ وہ ان لوگوں کو معاف کر دیں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے، تاکہ وہ کچھ لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کماتے رہے تھے۔“

مکی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ اگر انھیں مشرکینِ قریش کی طرف سے اذیت پہنچتی ہے تو عفو و درگزر سے کام لیں اور انتقام لینے کی نہ سوچیں، دعوت الی اللہ کی راہ میں حکمت و دانائی کا یہی تقاضا ہے۔ اگر بالفرض مسلمانوں میں انتقام لینے کی طاقت بھی ہے تب بھی ایسا نہ کریں۔

”ایام اللہ“ سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قوم کو نعمت سے سرفراز کیا گیا، یا کسی قوم کو مصیبت میں مبتلا کیا گیا، جیسا کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں لوگوں کو ’ایام اللہ‘ کے ذریعے سے نصیحت کر رہے تھے اور ’ایام اللہ‘ سے مراد اللہ کی نعمتیں اور اس کی (بھیجی ہوئی) مصیبتیں ہیں۔“ [ مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر عليه السلام : ٢٣٨٠/١٧٢ ]

لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ : یعنی اے مومنو! تم ان سے انتقام لینے کی نہ سوچو، ان کی ایذا رسانیوں کا بدلہ ہم انھیں دیں گے، لیکن عفو و درگزر کا یہ حکم جہاد کے حکم کے ذریعے سے منسوخ ہو گیا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

”جس نے کوئی نیک عمل کیا تو وہ اسی کے لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

جو شخص اس دنیاوی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد نیک عمل کرتا ہے تو روزِ قیامت اس کا فائدہ اسے ہی پہنچے گا کہ عذاب نار سے نجات پا جائے گا اور جو شخص برا عمل کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا کہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ آخر میں فرمایا کہ تم سب کو اپنے رب کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے، جہاں وہ ہر ایک کو اس

کے عمل کا بدلہ دے گا، بھلا کرنے والوں کو بھلا اور برا کرنے والوں کو برا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ﴾ [ بنی إسرائیل : ۷ ] ''اگر تم نے بھلائی کی تو اپنی جانوں کے لیے بھلائی کی اور اگر برائی کی تو انھی کے لیے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴾ [ الروم : ٤٤ ] ''جو کفر کرے سو اس کا کفر اسی پر ہے اور جو کوئی نیک عمل کرے سو وہ اپنے ہی لیے سامان تیار کر رہے ہیں۔''

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔ اور انھیں (دین کے) معاملے میں واضح احکام عطا کیے، پھر انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس میں ضد کی وجہ سے، بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تورات اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی فہم و بصیرت دی اور ان میں موسیٰ، ہارون، یوسف، داؤد، سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام جیسے انبیاء پیدا کیے۔ ان کے دورِ ایمانی میں دیگر قوموں پر انھیں فوقیت دی اور تورات و انجیل میں حلال و حرام کا واضح علم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صریح دلائل بیان کیے، تاکہ ان کی بعثت کے بعد انھیں پہچان کر ان پر ایمان لائیں، لیکن برا ہو بغض و حسد کا، جس کی وجہ سے انھوں نے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا۔

وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ : یعنی انھیں کھانے اور پینے کی پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [ البقرة : ٥٧ ] ''اور ہم نے تم پر من اور سلویٰ اتارا، کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمھیں دی ہیں اور انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ اپنے آپ ہی پر ظلم کیا کرتے تھے۔''

وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ : یعنی انھیں ان کے زمانے کے تمام لوگوں پر فضیلت بخشی، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [ البقرة : ٤٧ ] ''اے بنی اسرائیل! میری نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور یہ کہ بلاشبہ میں نے ہی تمھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔''

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن ان یہود کے درمیان فیصلہ کرے گا اور ان کو ان کے کیے کا بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴾ [ یونس : ۹۳ ] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا، باعزت ٹھکانا، اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا، پھر انھوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا، یہاں تک کہ ان کے پاس علم آ گیا، بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔''

اس آیت میں امت محمدیہ کے لیے زبردست تنبیہ ہے کہ قرآن وسنت کے ساتھ اگر انھوں نے بھی ویسا ہی برتاؤ کیا، جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے کیا ہے، تو پھر وہ بھی برے انجام کا انتظار کریں۔

---

**ثُمَّ جَعَلْنَٰكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ فَٱتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ ٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨﴾**

---

''پھر ہم نے تجھے (دین کے) معاملے میں ایک واضح راستے پر لگا دیا، سو اسی پر چل اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چل جو نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ سے پہلے بنی اسرائیل کو اپنی طرف سے ایک شریعت عطا فرمائی اور ان کو اس پر چلنے کا حکم دیا۔ وہ اس شریعت پر نہ چلے اور مختلف فرقوں میں بٹ کر مختلف راستوں پر چلنے لگے۔ ان کی کجی کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا، اب ان کے بعد ہم نے آپ کو ایک شریعت پر قائم کر دیا ہے، مگر آپ کو چاہیے کہ آپ اس شریعت پر عمل کریں۔ بنی اسرائیل آپ کو اس شریعت سے ورغلانے کی کوشش کریں گے، آپ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ بھی رسول اللہ ﷺ کو ان کی خواہشات کی پیروی کرنے سے اور شریعت اسلامیہ کی جزوی خلاف ورزی کرنے سے بھی منع کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ فَٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ ٱلْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ ءَاتَىٰكُمْ ۖ فَٱسْتَبِقُوا۟ ٱلْخَيْرَٰتِ ۚ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾ وَأَنِ ٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَٱحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَنۢ بَعْضِ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيْكَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَٱعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ لَفَٰسِقُونَ ﴿٤٩﴾ أَفَحُكْمَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ [ المائدۃ : ۴۸ تا ۵۰ ] ''اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ

کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک امت بنا دیتا اور لیکن تا کہ وہ تمھیں اس میں آزمائے جو اس نے تمھیں دیا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور یہ کہ ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اور ان سے بچ کہ وہ تجھے کسی ایسے حکم سے بہکا دیں جو اللہ نے تیری طرف نازل کیا ہے، پھر اگر وہ پھر جائیں تو جان لے کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے کچھ گناہوں کی سزا پہنچائے اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً نافرمان ہیں۔ پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے، ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔''

إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾

''بلاشبہ وہ اللہ کے مقابلے میں ہرگز تیرے کسی کام نہ آئیں گے اور یقیناً ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور اللہ متقی لوگوں کا دوست ہے۔''

یعنی اے رسول! اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ سمجھ لیجیے کہ یہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کے ذرا بھی کام نہیں آ سکتے اور اے رسول! یہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، لیکن متقیوں کے دوست نہیں، متقیوں کا دوست تو اللہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ﴾ [ البقرة : ۲۵۷ ] ''اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں۔''

هَٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٢٠﴾

''یہ لوگوں کے لیے سمجھ کی باتیں ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں ہدایت اور رحمت ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی عظمت بیان کی ہے کہ اس میں جو احکام شریعت اور جو براہین و دلائل بیان کیے گئے ہیں ان میں غور وفکر کرنے سے قلب مومن میں ایسی بصیرت پیدا ہوتی ہے کہ وہ نافع و ضار اور حق و باطل کے درمیان تفریق کرنے لگتا ہے، یہ وہ کتاب ہے جو مومنوں کے لیے منبع ہدایت و رحمت ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ

وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾ [ یونس : ۵۷، ۵۸ ] ''اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔ کہہ دے (یہ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی سے ہے، سو اسی کے ساتھ پھر لازم ہے کہ وہ خوش ہوں۔ یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾

ع ۱۸

''یا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہوگا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔''

فرمایا، کیا شرک و معاصی کا ارتکاب کرنے والے اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم انھیں دنیا اور آخرت میں ان لوگوں کے برابر بنا دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے؟ اہل ایمان نے تو دنیا میں صرف اپنے رب کی بندگی کی اور سکونِ قلب کی دولت سے مالا مال رہے اور آخرت میں اس کی رحمت اور جنت کے حق دار ہوں گے۔ شرک و معاصی کا ارتکاب کرنے والے تو دنیا میں اپنے رب کے نافرمان رہے اور سکونِ قلب سے محروم رہے اور آخرت میں اس کی رحمت اور جنت سے محروم کر دیے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴾ [ طٰہٰ : ۱۲۳، ۱۲۴ ] ''تو جو میری ہدایت کے پیچھے چلا تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پڑے گا۔ اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؔ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ [ السجدۃ : ۱۸ تا ۲۰ ] ''تو کیا وہ شخص جو مومن ہو وہ اس کی طرح ہے جو نافرمان ہو؟ برابر نہیں ہوتے۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور رہے وہ لوگ جنھوں نے نافرمانی کی تو ان کا ٹھکانا آگ ہی ہے، جب کبھی چاہیں گے کہ اس سے نکلیں اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا آگ کا وہ عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

’’اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اظہارِ حق اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے پیدا کیا ہے ’ور نیک و بد کا برابر ہونا حق کے منافی اور عدل و انصاف کے خلاف ہوگا۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ زمین پر رہنے والے جو جن و انس اس کی بندگی کریں، انھیں اچھا بدلہ دیا جائے اور جو اس کی نافرمانی کریں انھیں ان کے برے کرتوتوں کے بدلے عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [ الدخان : ۳۸ تا ۴۰ ] ’’اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ ہم نے ان دونوں کو حق ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔ یقیناً فیصلے کا دن ان سب کا مقرر وقت ہے۔‘‘

---

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۳

---

’’پھر کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔‘‘

یعنی اے رسول! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا الٰہ بنا رکھا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ نے بھی اس کے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔ اس کے کانوں پر اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے، تو اب اللہ کے بعد اسے کون ہدایت پر لا سکتا ہے؟ تو پھر اے لوگو! تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ الغرض جو شخص اپنی خواہشات کو الٰہ بنائے اسے ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔ نہ اس کے کانوں میں حق بات سننے کی صلاحیت رہتی ہے اور نہ دل میں حق بات سمجھنے کی صلاحیت رہتی ہے، بصارت، سماعت اور عقل سب بے کار ہو جاتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [ الفرقان : ۴۳، ۴۴ ] ’’کیا تو نے وہ شخص دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا، تو کیا تو اس کا ذمہ دار ہوگا۔ یا تو گمان کرتا ہے کہ واقعی ان کے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ نہیں ہیں مگر چوپاؤں کی طرح، بلکہ وہ راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔‘‘

وَ قَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾

''اور انھوں نے کہا ہماری اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی (زندگی) نہیں، ہم (یہیں) جیتے اور مرتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا، حالانکہ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، وہ محض گمان کر رہے ہیں۔''

یعنی کافر کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے بس دنیا کی زندگی ہے، اسی زندگی میں ہم مرتے ہیں اور اسی زندگی میں ہم زندہ رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ نہ کوئی زندگی ہے اور نہ کوئی حساب کتاب۔ ہمیں کوئی نہیں مارتا سوائے زمانے کے، یعنی زمانے کے تغیر وتبدل سے ہماری موت واقع ہوتی ہے اور ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ یہ ایک فطری امر ہے، اس کو اللہ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں۔ کافروں کی یہ بات بالکل غلط ہے، حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کے حکم سے ہوتا ہے۔ زمانے کا تغیر وتبدل اور موت وحیات سب اس کے ہاتھ میں ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے جب وہ زمانے کو برا کہتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں ہوں، سب کام میرے ہاتھ میں ہیں۔ میں ہی رات اور دن کو تبدیل کرتا رہتا ہوں۔'' [ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وما یھلکنا إلا الدھر ﴾ : ۴۸۲۶۔ مسلم، کتاب الألفاظ، باب النھی عن سب الدھر : ۲۲۴۶ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زمانے کو گالی نہ دو، کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے۔'' [ مسلم، کتب الألفاظ، باب النھی عن سب الدھر : ۲۲۴۶/۵ ]

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

''اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کی دلیل اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ کہتے ہیں ہمارے باپ دادا کو لے آؤ، اگر تم سچے ہو۔ کہہ دے اللہ ہی تمھیں زندگی بخشتا ہے، پھر تمھیں موت دیتا ہے، پھر تمھیں قیامت کے دن کی طرف (لے جا کر) جمع کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

فرمایا کہ جب مشرکین مکہ کے سامنے ان آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے جن میں یہ بیان آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا، تو ان آیات کی تردید کے لیے ان کے پاس ان کے اس قول کے سوا کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اچھا اگر بعث بعد الموت کا عقیدہ صحیح ہے تو پھر ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی فرمایا کہ اے کفارِ قریش! تمھیں زمانہ ہلاک نہیں کرتا، بلکہ اللہ تمھیں زندگی دیتا اور موت کے

گھاٹ اتارتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ﴾ [ البقرۃ : ۲۸ ] ”تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہ تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا۔“

آگے فرمایا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو وہ تمھیں دوبارہ زندہ کر کے میدانِ محشر میں اکٹھا کرے گا، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس لیے کہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ یقیناً دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر لوگ اس حقیقت کے ادراک سے قاصر ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴾ [ المعارج : ۶، ۷ ] ”بے شک وہ اسے دور خیال کر رہے ہیں۔ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔“

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۲۷ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۸ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۹

”اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ پائیں گے۔ اور تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا، ہر امت اپنے اعمال نامہ کی طرف بلائی جائے گی، آج تمھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے، جو تم عمل کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہی آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، اسی نے انھیں پیدا کیا ہے اور وہی ان میں تصرف کرتا ہے۔ جس کی قدرت اور علم و حکمت کا یہ عالم ہو، اس کی اس بات کو کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کر کے انھیں حساب و جزا کے لیے میدان محشر میں جمع کرے گا؟ قیامت کا دن وہ دن ہوگا جب اپنے رب کے ساتھ غیروں کو شریک بنانے والے سب کچھ کھو دیں گے اور جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ اے میرے نبی! آپ اس دن دیکھیں گے کہ تمام قومیں اور جماعتیں میدانِ محشر میں حساب کے وقت نہایت ذلت و مسکنت کے عالم میں اپنے گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی ہوں گی اور ہر جماعت کے سامنے اس کا نامۂ اعمال پیش کیا جائے گا، یا ہر جماعت کے سامنے وہ کتاب رکھی جائے گی جو دنیا میں ان کی ہدایت کے لیے بھیجی گئی تھی۔ ان سے کہا جائے گا کہ آج تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ چکایا جائے گا اور تمھارا یہ نامۂ اعمال تمھیں سب کچھ بتا رہا ہے، دنیا میں تم جو کچھ کرتے رہے ہم اپنے فرشتوں کے ذریعے سے اسے لکھتے رہے، ایک ذرہ کے برابر بھی تمھاری نیکی یا بدی کہیں غائب نہیں کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد
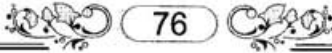
فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [ الكهف : ٤٩ ] ''اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

**وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ** : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ: ﴿ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ﴾ [ بنی إسرائیل : ۷۱ ] ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے'' اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان میں سے ایک آدمی کو بلایا جائے گا اور اسے اس کے داہنے ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا اور اس کا بدن ساٹھ ہاتھ بڑھا دیا جائے گا۔ اس کا چہرہ روشن کیا جائے گا، تو اس کے سر پر موتیوں کا چمکتا ہوا تاج پہنایا جائے گا اور وہ اپنے دوستوں کی طرف جائے گا اور وہ اسے دور ہی سے دیکھ کر کہیں گے کہ یا اللہ! ہمیں بھی ایسی ہی نعمتیں عطا فرما اور اس میں ہمیں برکت دے، یہاں تک کہ وہ ان کے پاس آئے گا اور ان سے کہے گا کہ تم کو خوشخبری ہو، تم میں سے ہر ایک کے لیے ایسا ہی انعام ہے۔ جبکہ (اس دن) کافر کا منہ کالا ہوگا اور اس کا بدن آدم علیہ السلام (کے قد) کی مانند ساٹھ ہاتھ بڑھا دیا جائے گا اور اسے بھی ایک تاج پہنایا جائے گا، لیکن اس کے دوست جب اسے دیکھیں گے تو کہیں گے، ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس شر سے، اے اللہ! یہ ہمارے پاس نہ آئے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر وہ ان کے پاس آئے گا، وہ کہیں گے، یا اللہ اسے ذلیل فرما، تو وہ کہے گا، (آج) اللہ نے تم سب کو ذلیل کیا ہے، کیونکہ تم سب کے لیے اسی طرح کی ذلت ہے۔'' [ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ بنی إسرائیل : ۳۱۳۶ ]

**فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾**

''پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو انھیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یہی واضح کامیابی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنی مخلوق کے بارے میں اپنے فیصلے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے دنیاوی زندگی میں ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کی اور شرک و معاصی سے اجتناب کیا، آج ان کا رب انھیں اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل کر دے گا۔ کھلی اور صریح کامیابی یہی ہے کہ آدمی ہر خوف و ہراس سے نجات پا جائے اور دائمی فرحت و شادمانی کو پا لے۔

﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ﴾ : ''رحمت'' سے مراد جنت ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تیرے ذریعے سے رحم کروں گا۔'' [ بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و تقول هل من مزيد ﴾ : ۴۸۵۰ ]

﴿ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴾ (۳۱)

''اور رہے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تو کیا میری آیات تمھارے سامنے نہ پڑھی جاتی تھیں؟ پھر تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے۔''

یعنی جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور شرک و معاصی کا ارتکاب کیا، ان سے کہا جائے گا کہ کیا میرے انبیاء تمھارے پاس نہیں آئے اور کیا میری آیتیں تمھیں پڑھ کر نہیں سنائی گئیں اور تمھیں اللہ کا خوف نہیں دلایا گیا؟ ہاں! تمھیں یقیناً میری آیتیں سنائی گئیں، لیکن تم نے تکبر میں آ کر ان کا انکار کر دیا اور تم لوگ تھے ہی بڑے مجرم صفت لوگ، اسی لیے تو تم نے بندہ ہو کر بندگی کی راہ چھوڑ دی، شیطان کی پیروی کی اور گناہوں کا ارتکاب کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ اَلنَّارُ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [ الحج : ۷۲ ] ''اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جائے تو تو ان لوگوں کے چہروں میں جنھوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لے گا، قریب ہوں گے کہ ان لوگوں پر حملہ کر دیں جو ان پر ہماری آیات کی تلاوت کریں۔ کہہ دے تو کیا میں تمھیں اس سے بری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے جس کا اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جنھوں نے کفر کیا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (۷) يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۸) وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (۹) مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۰) هٰذَا هُدًى وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴾ [ الجاثية : ۷ تا ۱۱ ] ''بڑی ہلاکت ہے ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے۔ جو اللہ کی آیات سنتا ہے، جبکہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اڑا رہتا ہے، گویا اس نے وہ نہیں سنیں، سو اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔ اور جب وہ ہماری آیات میں سے کوئی چیز معلوم کر لیتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے اور نہ وہ ان کے کچھ بھی کام آئے گا جو انھوں نے کمایا اور نہ وہ جو

انھوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنائے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ یہ سراسر ہدایت ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔"

وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾

"اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور جو قیامت ہے اس میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے، ہم تو محض معمولی سا گمان کرتے ہیں اور ہم ہرگز پورا یقین کرنے والے نہیں۔"

یعنی جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا یہ وعدہ برحق ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، حساب و جزا کے لیے انھیں میدانِ محشر میں اکٹھا کرے گا اور قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے، تو تم کہتے تھے کہ ہمیں قیامت کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اسے ہم وہم و خیال ہی سمجھتے ہیں، ہمیں بالکل یقین نہیں ہے کہ قیامت نام کی کوئی چیز واقع ہوگی۔

وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

"اور ان کے لیے ان اعمال کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو انھوں نے کیے اور انھیں وہ چیز گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم تمھیں بھلا دیں گے جیسے تم نے اپنے اس دن کے ملنے کو بھلا دیا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہے اور تمھارے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفر و شرک اور معاصی کا ارتکاب کرنے والوں کا برا انجام ان کے سامنے ہوگا اور عذاب نار انھیں چہار جانب سے گھیر لے گا کہ جس کا وہ دنیا میں مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ آج ہم تمھیں جہنم میں ڈال کر اسی طرح بھول جائیں گے جس طرح تم اس دن کو بھول کر شرک و معاصی کا ارتکاب کرتے رہے، نیک عمل سے دور رہے، جو آج عذاب نار سے تمھاری نجات کا سبب بنتا۔ اب کوئی نہیں جو تمھیں عذاب نار سے نجات دلا سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [ السجدۃ : ۱٤ ] "سو چکھو، اس وجہ سے کہ تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا، بے شک ہم نے تمھیں بھلا دیا اور ہمیشگی کا عذاب چکھو، اس کی وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَ مَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴾ [ الأعراف : ٥١ ] "وہ جنھوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا تو آج ہم انھیں بھلا دیں گے، جیسے وہ اپنے اس دن کی

ملاقات کو بھول گئے اور جیسے وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ (اپنے بعض بندوں سے قیامت کے دن) فرمائے گا کہ اے فلاں! بھلا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی اور تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ اور تجھے بیوی نہیں دی تھی اور گھوڑوں، اونٹوں کو تیرا مطیع نہیں کیا تھا؟ اور میں نے تجھے چھوڑا کہ تو حکومت کرتا تھا اور چوتھا حصہ (بطور ٹیکس) لیتا تھا؟ بندہ کہے گا کہ کیوں نہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو مجھ سے ملاقات کرنے کی امید رکھتا تھا؟ وہ کہے گا، نہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں بھی تجھے بھول جاؤں گا جیسے تو مجھے بھول گیا تھا۔“ [ مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ٢٩٦٨ ]

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾

”یہ اس لیے کہ بے شک تم نے اللہ کی آیات کو مذاق بنا لیا اور تمھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا، سو آج نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ کافروں سے فرمائے گا، یہ سزا تمھیں اس لیے مل رہی ہے کہ تم اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا کرتے تھے، آخرت کے متعلق کبھی سوچتے ہی نہیں تھے، دنیا کی زندگی نے تمھیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا، تو آج تم جیسے لوگ نہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ انھیں معافی دی جائے گی، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴾ [ حٰمٓ السجدة : ٢٤ ] ”پس اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کے لیے ٹھکانا ہے اور اگر وہ معافی کی درخواست کریں تو وہ معاف کیے گئے لوگوں سے نہیں ہیں۔“

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۪ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾

رکوع ۴

”پس اللہ ہی کے لیے سب تعریف ہے جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب، تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمین میں سب بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

فرمایا کہ لوگو! ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو تمام جہانوں کا رب ہے، اس لیے تم اسی کی تعریف بیان کرو، نہ کہ بتوں اور جھوٹے معبودوں کی۔ سنو! آسمانوں اور زمین میں ہر بڑائی اور ہر کبریائی اسی کے لیے سزاوار ہے۔ اس لیے کہ وہ زبردست اور ہر چیز پر غالب ہے اور اپنے تمام اعمال و تصرفات میں نہایت ہی

حکیم و دانا ہے، اس کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ : سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عزت اس (اللہ) کی ازار ہے اور بزرگی اس (اللہ) کی چادر ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) جو شخص ان میں سے کسی کو بھی مجھ سے چھینا چاہے گا میں اسے جہنم رسید کروں گا۔'' [ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الکبر : ۲٦۲۰ ]

# سورة الاحقاف مكية

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

حٰمٓ ① تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ②

''حٰمٓ۔ اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے کہ قرآن کریم نبی کریم ﷺ کا کلام نہیں ہے، بلکہ اس اللہ کا کلام ہے جو زبردست، ہر چیز پر غالب اور بڑا حکیم و دانا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمۡرِہٖ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴾ [ یوسف : ۲۱ ] ''اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ③

''ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہے حق اور مقررہ میعاد ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اس چیز سے جس سے وہ ڈرائے گئے، منہ پھیرنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو، زمین کو اور ان کے درمیان کی مخلوقات کو عبث اور بے کار پیدا نہیں کیا، بلکہ ان کی تخلیق کا ایک عظیم مقصد ہے اور وہ ہے جن و انس کی آزمائش۔ دوسرا اس کے لیے ایک وقت بھی مقرر ہے، جب وہ وقت موعود آجائے گا تو آسمان و زمین کا یہ موجودہ سارا نظام بکھر جائے گا۔ نہ آسمان، یہ آسمان ہوگا اور نہ زمین، یہ زمین ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَ السَّمٰوٰتُ ﴾ [ إبراھیم : ٤٨ ] ''جس دن یہ زمین اور زمین سے بدل دی

جائے گی اور سب آسمان بھی۔"

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل کفر اپنی تخلیق کے مقصد سے یکسر غافل ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یاد دہانی کے لیے کتابیں نازل کیں اور انبیاء بھیجے، جنھوں نے انھیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا، لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوا، تو وہ عنقریب اس کفر و سرکشی کا انجام جان لیں گے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

"کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔"

نبی کریم ﷺ کی زبانی مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو، ذرا ان کے بارے میں مجھے خبر تو دو کہ انھوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمان میں پائی جانے والی کسی چیز میں ان کا حصہ ہے، جس کے سبب وہ عبادت کے مستحق ہیں، یا قرآن کریم سے پہلے تمھارے پاس کوئی ایسی آسمانی کتاب آئی ہے جس میں تمھارے دین وعقیدہ کے صحیح ہونے کی دلیل پائی جاتی ہے، یا اقوام گزشتہ کے علوم کا کوئی حصہ تمھارے پاس ہے، جس میں یہ شہادت موجود ہے کہ تمھارے جھوٹے معبود عبادت کے مستحق ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل لاؤ، حقیقت یہ ہے کہ تمھارے پاس کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے، اس لیے اے مشرکو! تم اللہ کے ساتھ غیروں کو کیوں شریک بناتے ہو اور کیوں ان کی عبادت کرتے ہو؟

وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝

"اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔"

اہل کفر کی شقاوت و بدبختی بیان کی جا رہی ہے کہ اس آدمی سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے علاوہ کسی ایسے جھوٹے معبود کو پکارتا ہے جو اس کی پکار کو قیامت تک نہیں سن سکتا، اس لیے کہ یا تو وہ مٹی اور پتھر کا بنا ہوا بت ہے، یا کوئی بندۂ عاجز و مسکین ہے، جو اپنے حال میں مشغول ہے اور وہ اللہ کی مرضی کے بغیر ایک تنکا بھی نہیں ہلا سکتا، جیسا کہ ارشاد

فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [ الحج : ۷۳، ۷٤ ] ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [ الأعراف : ۱۹٤ ] ''بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴾ [ الأعراف : ۱۹۷ ] ''اور جنھیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔''

## وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

''اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔''

یعنی قیامت کے دن میدانِ محشر میں جب سب لوگ جمع ہوں گے تو وہ معبودانِ باطلہ ان کے دشمن بن جائیں گے اور ان سے اعلان براءت کر دیں گے اور صاف صاف کہہ دیں گے کہ ہم نے انھیں نہیں کہا تھا کہ یہ ہماری عبادت کریں اور نہ ہم جانتے ہیں کہ انھوں نے ہماری عبادت کی تھی۔ اے ہمارے رب! ہم ان سے اپنی بے زاری اور براءت کا اعلان کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ [ الأعراف : ۳۸، ۳۹ ] ''فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ

عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾ [ مریم : ۸۱، ۸۲ ] ”اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہوں گے۔“

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ؕ﴿۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۸﴾

”اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا حق کے بارے میں، جب وہ ان کے پاس آیا، کہتے ہیں یہ کھلا جادو ہے۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے، کہہ دے اگر میں نے اسے خود گھڑ لیا ہے تو تم میرے لیے اللہ کے مقابلے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے، وہ ان باتوں کو زیادہ جاننے والا ہے جن میں تم مشغول ہوتے ہو، وہی میرے درمیان اور تمھارے درمیان گواہ کے طور پر کافی ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اللہ عزوجل نے مشرکین کے کفر وعناد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب انھیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جو لفظ و معنی کے اعتبار سے بے حد واضح اور روشن ہیں، تو بجائے اس کے کہ ان میں غور و فکر کرتے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے، فوراً ان کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو کھلا جادو ہے، بلکہ کفر و سرکشی میں اور آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد (ﷺ) خود گھڑتا ہے اور لوگوں کو اللہ کا کلام بنا کر سناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان کے اس جھوٹ کی تردید یوں کی کہ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی افترا پردازی کیسے کر سکتا ہوں، جبکہ میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے اللہ کی طرف کوئی جھوٹ منسوب کیا تو وہ مجھے ضرور اس کی سخت سزا دے گا، اس سزا سے تم سمجھ لینا کہ میں جھوٹا ہوں اور ایسی صورت میں تم میری کوئی مدد نہ کرنا، بلکہ ایسی صورت میں تم میری کوئی مدد کر بھی نہیں سکو گے، پھر فرمایا کہ قرآن کریم کے بارے میں تم کبھی کہتے ہو کہ وہ جادو ہے اور کبھی کہتے ہو کہ یہ تو محمد (ﷺ) ہی کا کلام ہے، تو اللہ تعالیٰ تمھاری ان ہرزہ سرائیوں کو خوب جانتا ہے، وہ میرے اور تمھارے درمیان بحیثیت گواہ کافی ہے کہ یہ قرآن اسی کا کلام ہے اور میں نے یہ بات تم تک پہنچا دی ہے۔ تم لوگ کذاب اور مفتری ہو، کبھی اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہو اور کبھی میرے اور قرآن کے بارے میں۔ آخر میں فرمایا کہ وہ کفر سے تائب ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا اور ان پر بے حد رحم کرنے والا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا : یعنی اگر میں جھوٹ بولوں اور یوں دعویٰ کروں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اور حقیقت میں ایسا نہ ہو تو وہ مجھے سخت سزا دے گا اور اہل زمین میں سے کوئی بھی

مجھے اللہ سے نہیں بچا سکے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ﴾ [ الجن : ۲۲، ۲۳ ] ”کہہ دے یقیناً میں، مجھے اللہ سے کوئی بھی کبھی پناہ نہیں دے گا اور میں اس کے سوا کبھی پناہ کی کوئی جگہ نہیں پاؤں گا۔ مگر (میں تو صرف) اللہ کے احکام پہنچانے اور اس کے پیغامات کا (اختیار رکھتا ہوں) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴾ [ الحاقۃ : ۴۴ تا ۴۶ ] ”اور اگر وہ ہم پر کوئی بات بنا کر لگا دیتا۔ تو یقیناً ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ پھر یقیناً ہم اس کی جان کی رگ کاٹ دیتے۔“

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَ لَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَ مَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

”کہہ دے میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ (یہ کہ) تمھارے ساتھ (کیا)، میں تو بس اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے اور میں تو بس واضح ڈرانے والا ہوں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مشرکین مکہ سے یہ کہنے کا حکم دیا کہ میں اللہ کا کوئی پہلا نبی نہیں ہوں، مجھ سے پہلے بھی کئی رسول آئے ہیں۔ میں کوئی ایسی نئی بات تو نہیں لایا جس کی کوئی نظیر نہ ہو کہ تم اپنی طرف سے میری بعثت کو عجیب و غریب سمجھو۔ مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کی امتوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔

وَمَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ : یعنی میں نہیں جانتا کہ اس دنیا میں میرے ساتھ کیا ہوگا، میں مکہ ہی میں رہوں گا، یا یہاں سے نکلنے پر مجھے مجبور ہونا پڑے گا؟ مجھے موت طبعی آئے گی یا تمھارے ہاتھوں میرا قتل ہوگا؟ تم جلد ہی سزا سے دوچار ہو گے، یا لمبی مہلت تمھیں دی جائے گی؟ ان تمام باتوں کا علم صرف اللہ کو ہے، مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ یا تمھارے ساتھ کل کیا ہوگا؟ تاہم آخرت کے بارے میں یقینی علم ہے کہ اہل ایمان جنت میں اور کافر جہنم میں جائیں گے، جیسا کہ سیدہ ام علاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب انصار نے مہاجرین کے قیام کے لیے قرعہ اندازی کی تو سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا نام ہمارے ہاں ٹھہرنے کے لیے نکلا، پھر وہ بیمار پڑ گئے تو ہم نے ان کی وفات تک ان کی تیمارداری کی، (جب وہ فوت ہو گئے) تو ہم نے انھیں ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا، اے ابو سائب! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں، میں گواہی دیتی ہوں کہ تمھیں اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اللہ نے اسے عزت بخشی ہے؟“ میں نے کہا، اللہ

کی قسم ! مجھے (ان کے بارے میں ) کچھ معلوم نہیں، لیکن میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے اللہ کے رسول ! (اگر اسے عزت نہیں ملی ) تو اللہ تعالیٰ کسے عزت سے نوازے گا؟ آپ نے فرمایا: ''جہاں تک ان کا تعلق ہے تو یقینی بات (موت ) ان تک پہنچ چکی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے خیر کی امید رکھتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم ! میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے باوجود مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔'' ام علاء کہتی ہیں کہ واللہ! عثمان کے بعد میں کسی انسان کی پاکی بیان نہیں کروں گی۔ انھوں نے بیان کیا کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے خواب میں ایک جاری چشمہ دیکھا، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ان کا نیک عمل ہے، جو ان کے لیے جاری کر دیا گیا ہے۔'' [ بخاری، کتاب التعبیر، باب العین الجاریة فی المنام : ۷۰۱۸، ۱۲۴۳ ]

تیسری بات اللہ نے اس آیت میں اپنے رسول کی زبانی یہ کہی کہ میں تو صرف وحی الٰہی کی اتباع کرتا ہوں، اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کرتا ہوں۔ چوتھی بات یہ کہی گئی ہے کہ میں اللہ کی جانب سے لوگوں کو صاف صاف ڈرانے والا ہوں، تو جو شخص میری بات پر دھیان دے گا اور شرک و معاصی سے پرہیز کرے گا وہ عذاب جہنم سے نجات پائے گا اور جو ٹھکرا دے گا، اس کا معاملہ میرے رب کے حوالے ہے، چاہے گا تو عذاب دے گا اور چاہے گا تو اسے راہِ راست پر ڈال دے گا اور اس کے حال پر رحم کرے گا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ ع

''کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر یہ اللہ کی طرف سے ہوا اور تم نے اس کا انکار کر دیا اور بنی اسرائیل میں سے ایک شہادت دینے والے نے اس جیسے (قرآن ) کی شہادت دی، پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا (تو تمھارا انجام کیا ہوگا ) بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یعنی اے رسول ! آپ ان سے پوچھیے، بتاؤ! اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کرو، باوجود اس کے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس جیسی ایک کتاب کی گواہی دی اور وہ ایمان بھی لے آیا اور تم تکبر ہی کرتے رہے اور ایمان نہ لائے تو تمھارا کیا انجام ہوگا ؟ کیا تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے؟ ہرگز نہیں، اللہ ظالم لوگوں کو راہِ راست پر چلا کر منزل مقصود پر نہیں پہنچاتا۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ : بنی اسرائیل کے ایک گواہ سے مراد اہل کتاب میں سے وہ شخص ہے جو ایمان لے آیا اور قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ اسی قسم کا اشارہ دوسری آیت میں بھی پایا جاتا ہے، ارشاد فرمایا:

﴿ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴾ [ الرعد : ۴۳ ]

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کہتے ہیں تو کسی طرح رسول نہیں ہے۔ کہہ دے میرے درمیان اور تمھارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے اور وہ شخص بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔''

بنی اسرائیل میں سے بہت سے لوگ ایمان لائے، ان میں سے سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ خاص طور پر مشہور ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴾ [ بنی إسرائیل : ۱۰۷، ۱۰۸ ] ''بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا، جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ یقیناً ہمیشہ پورا کیا ہوا ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے ابو القاسم ! ہم آپ سے چند سوال کرتے ہیں، جن کے صحیح جواب نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا (اگر آپ سچے نبی ہیں تو ان کے جوابات دیجیے)، آپ نے فرمایا: ''مجھ سے جو چاہو پوچھو، مگر میں تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد لیتا ہوں اور وہ عہد جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا کہ اگر میں ٹھیک ٹھیک جواب دوں گا تو تم میری نبوت کا اقرار کرو گے اور میری فرماں برداری کے پابند ہو جاؤ گے۔'' انھوں نے آپ سے وعدہ کیا اور عہد کیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا : ''مجھ سے جو چاہتے ہو سوال کرو۔'' انھوں نے کہا، پہلے تو یہ بتائیے کہ تورات نازل ہونے سے پہلے اسرائیل (یعنی یعقوب علیہ السلام) نے اپنے نفس پر کس چیز کو حرام کیا تھا؟ دوسرا ہم پوچھتے ہیں کہ عورت اور مرد کے پانی کی کیا کیفیت ہے؟ اور کیوں کبھی لڑکا پیدا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی؟ تیسرا یہ بتائیے کہ تورات میں جس نبی اُمّی کی خبر ہے اس کی خاص نشانی کیا ہے؟ اور اس کے پاس کون سا فرشتہ وحی لے کر آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مجھے تم عہد دے چکے ہو نا کہ اگر میں نے صحیح جواب دیے تو تم میری پیروی کرو گے؟'' ان یہودیوں نے وہ عہد اور میثاق دے دیا جو آپ چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی ! کیا تم نہیں جانتے کہ جب یعقوب علیہ السلام عرق النساء کی بیماری میں سخت تکلیف میں تھے تو نذر مانی کہ اگر اللہ مجھے اس مرض سے شفا دے گا تو میں اپنے کھانے کی سب سے مرغوب چیز اور پینے کی سب سے زیادہ محبوب چیز چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ جب تندرست ہوئے تو انھوں نے اونٹ کا گوشت کھانا اور اونٹنی کا دودھ پینا، جو آپ کے پسند خاطر تھا، چھوڑ دیا۔'' ان سب نے قسم کھا کر کہا کہ ہاں ! یہ سچ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ ! ان پر گواہ ہو جا، میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی ! کیا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زردی مائل ہوتا ہے، جو بھی غالب آ جائے اس کے مطابق پیدائش ہوتی ہے اور شکل و صورت بھی، جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو حکم الٰہی

سے اولاد نرینہ ہوتی ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو حکم الٰہی سے اولاد مؤنث ہوتی ہے۔'' سب نے قسم کھا کر کہا، بے شک آپ نے بجا فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! ان پر گواہ ہو جا۔ میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی، کیا تم جانتے ہو کہ اس اُمّی نبی کی خاص نشانی یہ ہے کہ اس کی آنکھیں تو سوتی ہیں مگر اس کا دل جاگتا رہتا ہے۔'' سب نے قسم کھا کر کہا، آپ نے بالکل صحیح جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! ان پر گواہ ہو جا۔'' انھوں نے کہا، اب ایک اور سوال کا جواب بھی عنایت فرما دیجیے، اسی پر بحث کا خاتمہ ہے، ہم آپ سے مل جائیں گے یا جدا ہو جائیں گے، وہ یہ کہ فرشتوں میں سے آپ کا ولی کون ہے (یعنی کون وحی لے کر آتا ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''میرا ولی جبریل ہے اور وہی تمام انبیاء کے پاس پیغام باری تعالیٰ لاتا رہا۔'' انھوں نے کہا کہ ہم آپ سے جدا ہوتے ہیں، اگر آپ کے پاس کوئی دوسرا فرشتہ وحی لے کر آتا تو ہم آپ کی فرماں برداری اور تصدیق کرتے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کی تصدیق کرنے سے تمھیں کس چیز نے روکا؟'' انھوں نے جواب دیا کہ یہ ہمارا دشمن ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ: ﴿ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة: ۹۷ تا ۱۰۱] [ مسند أحمد: ۱/۲۷۸، ح: ۲۵۱۸۔ مسند أبي داوٗد الطيالسي: ۲۸۵۴۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الرعد: ۳۱۱۷ ]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے بارے میں جو زندہ ہو اور زمین پر چل پھر رہا ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس کا جنتی ہونا نہیں سنا، سوائے سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے۔ انھی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [ الأحقاف: ۱۰ ] ''اور بنی اسرائیل میں سے ایک شہادت دینے والے نے اس جیسے (قرآن) کی شہادت دی، پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا (تو تمھارا انجام کیا ہوگا) بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' [ بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب مناقب عبد الله بن سلام رضی الله عنه: ۳۸۱۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن سلام رضی الله عنه: ۲۴۸۳ ]

**وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَ اِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪**

''اور ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، ان لوگوں سے کہا جو ایمان لائے اگر یہ کچھ بھی بہتر ہوتا تو یہ ہم سے پہلے اس کی طرف نہ آتے اور جب انھوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی تو ضرور کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔''

مشرکین مکہ بلال، عمار، صہیب، خباب (رضی اللہ عنہم) اور ان جیسے کمزور مسلمانوں کا نام لے کر کہتے تھے کہ اگر قرآن اور نبوتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کوئی خیر ہوتی، تو یہ فقیر و حقیر قسم کے لوگ ایمان لانے میں ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔ وہ سمجھتے تھے

کہ ہر عزت و شرف کے پہلے مستحق وہی ہیں۔ انھیں معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے نوازتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے اور اپنے دین کے لیے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ انھی مشرکین کے بارے میں آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ چونکہ انھیں قرآن کریم پر ایمان لانے کی توفیق نہیں ملی، اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے جو محمد (ﷺ) کو کہیں سے مل گیا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ یہی وہ تکبر ہے جس کے بارے میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تکبر حق کا انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔'' [ مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه : ٩١ ]

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۚ﴿۱۲﴾

''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی اور یہ ایک تصدیق کرنے والی کتاب عربی زبان میں ہے، تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے ظلم کیا اور نیکی کرنے والوں کے لیے بشارت ہو۔''

اس آیت میں مشرکین کے اسی قول کی کہ یہ قرآن پرانا جھوٹ ہے، تردید کی گئی ہے کہ اس کتاب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی جو خیر کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرتی اور ان کے لیے باعث خیر و رحمت تھی۔ یہ دونوں کتابیں یعنی تورات اور قرآن اصول شریعت میں متفق ہیں، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن کریم تورات کی تصدیق کرتا ہے، حالانکہ یہ قرآن عربی زبان میں ہے اور تورات عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی، یہ بات بھی دلیل ہے کہ قرآن وحی الٰہی ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ نبی کریم ﷺ مشرکین مکہ کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں، جنھوں نے شرک و معاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا ہے اور نیک عمل کرنے والے مومنوں کو جنت کی بشارت دیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ﴿۱۳﴾ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہنے والے، اس کے بدلے کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص توحید پر جم جائے، اللہ تعالیٰ ہی کو الٰہ مانے، اسی کی عبادت کرے، اسی کی اطاعت کرے، اسی کا ہو جائے، مانگے تو اسی سے مانگے، لو لگائے تو اسی سے لگائے تو ایسے شخص کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی

غم۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ یوں بیان کیا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴾ [ حٰمٓ السجدۃ : ۳۰ تا ۳۲ ] ”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔“

سیدنا سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کی ایک ایسی بات بتا دیجیے کہ پھر میں اس کو آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ نے فرمایا: ”کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔“ [ مسلم، کتاب الإیمان، باب جامع أوصاف الإسلام : ۳۸ ]

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝

”اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید کی، اس کی ماں نے اسے ناگواری کی حالت میں اٹھائے رکھا اور اسے ناگواری کی حالت میں جنا اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح فرما دے، بے شک میں نے تیری طرف توبہ کی اور بے شک میں حکم ماننے والوں سے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ ہم ان سے وہ سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انھوں نے کیے اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں، جنت والوں میں، سچے وعدے کے مطابق جو ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے، اس کی ماں حالت حمل میں ہر تکلیف گوارا کرتی رہی، اسے اپنے بطن میں لیے پھری اور ولادت کے وقت بھی شدتِ الم سے دو چار ہوئی، یہ تمام باتیں انسان سے تقاضا کرتی ہیں کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرے۔ بالخصوص ماں کے ساتھ جس نے تیس ماہ تک مدتِ حمل، وضع حمل اور رضاعت کے مراحل سے گزر کر اسے پالا پوسا اور ہر تکلیف کو خوشی خوشی گوارا کیا۔ مومن آدمی ولادت و رضاعت اور نشو و نما کے مراحل سے گزرتا ہوا بھر پور جوانی کو پہنچ جاتا ہے۔ جب اس کی عمر چالیس سال ہو جاتی ہے اور عقل و ہوش مندی میں پختہ ہو جاتا ہے تو اسے اپنے اللہ کے احسانات کے ساتھ ساتھ اپنے والدین کے احسانات کا احساس شدید ہونے لگتا ہے تو دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو ہدایت دی ہے اور مجھ پر اور ان پر ان گنت احسانات کیے ہیں، تو اب ان احسانات کا شکر ادا کرنے کی مجھے توفیق عطا فرما دے۔ مجھے اس بات کی بھی توفیق عطا فرما دے کہ تیری مرضی کے کام کرتا رہوں اور اے میرے رب! میری اولاد میں نیکی کو جاری کر دے اور ان میں صفتِ صلاح کو راسخ کر دے کہ وہ ہر حال میں اس پر قائم رہیں۔ میرے رب! میں ان گناہوں سے تائب ہوتا ہوں جو میں نے ماضی میں کیے ہیں اور میں تیرے حضور سر تسلیم خم کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ تیرے اوامر و نواہی کو مانوں گا اور تیرے حکم کی پیروی کروں گا۔ آیت زیر تفسیر میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی گئی ہے، قرآن مجید کے کئی اور مقامات پر بھی اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا حکم دیا ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴾ [ بنی إسرائیل : ۲۳، ۲٤ ] ’’اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر کبھی تیرے پاس دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ ہی جائیں تو ان دونوں کو ’’اف‘‘ مت کہہ اور نہ انھیں جھڑک اور ان سے بہت کرم والی بات کہہ۔ اور رحم دلی سے ان کے لیے تواضع کا بازو جھکا دے اور کہہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جیسے انھوں نے چھوٹا ہونے کی حالت میں مجھے پالا۔‘‘ بچے کی وجہ سے دورانِ حمل، وضع حمل اور بعد از ولادت ماں کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ [ لقمان : ١٤ ] ’’اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔‘‘

ماں کی تکالیف کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی اللہ تعالیٰ نے ماں کا حق زیادہ رکھا، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تمھاری ماں'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''پھر تمھاری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا: ''پھر تمھاری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا: ''پھر تمھارا باپ۔'' [ بخاری، کتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة : ۵۹۷۱۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین ...... الخ : ۲۵۴۸ ]

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نیک صفت انسانوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ ان کے نیک اعمال کو قبول فرمائے گا، انھیں بہت ہی اچھا بدلہ دے گا اور توبہ کر لینے کی وجہ سے ان کے گناہ معاف کر کے ان کے نام اہل جنت کی فہرست میں لکھ دیے جائیں گے، اللہ کا یہ وعدہ سچا وعدہ ہے جو ان سے دنیا میں انبیاء و رسل کی زبانی کیا جاتا تھا۔

وَ الَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِيْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَ قَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَ هُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَ لِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

''اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اف ہے تم دونوں کے لیے! کیا تم مجھے دھمکی دیتے ہو کہ مجھے ( قبر سے ) نکالا جائے گا، حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکیں۔ جب کہ وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ( ہوئے کہتے ) ہیں تجھے ہلاکت ہو! ایمان لے آ، بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ تو وہ کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی فرضی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر بات ثابت ہوگئی ان امتوں سمیت جو جن و انس میں سے ان سے پہلے گزر چکیں، یقیناً وہ خسارہ پانے والے تھے۔ اور ہر ایک کے لیے الگ الگ درجے ہیں، ان اعمال کی وجہ سے جو انھوں نے کیے اور تاکہ اللہ انھیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

مومن لڑکے کے اوصاف بیان کرنے کے بعد اب کافر لڑکے اور اس کی بداعمالیوں کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جب اس کے والدین نے اسے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے کی دعوت دی، تو اس نے ان سے کہا کہ میں تم سے اور تمھاری باتوں سے تنگ آ چکا ہوں، کیا تم مجھے اس بات کا یقین دلانا چاہتے ہو کہ مرنے کے بعد میں اپنی قبر سے دوبارہ اٹھایا جاؤں گا؟ حالانکہ سبھی جانتے ہیں کہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں آئیں اور گزر گئیں اور کوئی واپس نہیں آیا۔ ماں باپ اس کی کافرانہ باتیں سن کر اس سے کہنے لگے کہ اپنی ہلاکت و بربادی سے بچو، ایمان لے آؤ،

اللہ تعالیٰ کے وعدۂ آخرت کی تصدیق کرو اور اقرار کر لو کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے یہ وعدہ برحق ہے کہ وہ انھیں ان کی قبروں سے اٹھا کر میدانِ محشر میں لا کھڑا کرے گا، تاکہ انھیں ان کے اعمال کا بدلہ چکائے۔ کافر لڑکے نے اپنے ماں باپ کی نصیحت کو ٹھکرا دیا اور اللہ کے وعدۂ آخرت کی تکذیب کرتے ہوئے کہا کہ بعث بعد الموت کا عقیدہ گزشتہ قوموں میں رائج ایک افسانہ ہے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ کا عذاب واجب ہو گیا ہے کہ جس کی صراحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [ صٓ : ۸۵ ] ''کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔''

آخر میں کہا گیا کہ اصل گھاٹا پانے والے یہی منکرین قیامت ہیں کہ انھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اختیار کر لی ہے۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں قسم کے لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدلے ملیں گے، اہل جنت اپنے اعمال کے مطابق درجات طے کرتے ہوئے بلندی کی طرف چلے جائیں گے اور اہل جہنم اپنے گناہوں کے مطابق اسفل السافلین کی طرف گرتے چلے جائیں گے اور دونوں فریقوں میں سے کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہو گا۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ : یعنی ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق عذاب ہو گا اور اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ذرہ بھر بلکہ اس سے بھی کمتر ظلم نہیں کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [ الأنعام : ۱۶۰ ] ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۟ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [ آل عمران : ۲۵ ] ''پھر کیا حال ہو گا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع

''اور جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے، تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے جا چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے، سو آج تمھیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا، اس لیے کہ تم زمین میں کسی حق کے بغیر تکبر کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ مشرکین مکہ کو اس دن کی یاد دلائیے جب جہنم اور ان کے درمیان سے پردہ اٹھ جائے گا اور آگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگیں گے۔ اسی دن ان سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا کہ تم نے تو دنیا میں اپنی تمام خواہشات پوری کر لیں اور لذت کی تکمیل کر لی، یہاں اب تمھارے لیے عذاب کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تم دنیا میں ناحق تکبر کرتے تھے اور اپنے رب کی بندگی سے روگردانی کرتے تھے، اس لیے آج تمھیں ایسا رسوا کن عذاب دیا جائے گا جس سے بڑھ کر کوئی ذلت و رسوائی نہیں ہو سکتی۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملے میں بھی ظلم نہیں کرے گا، وہ اسے اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا، جبکہ کافر کو اس کی ان نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔'' [ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة ...... الخ : ۲۸۰۸ ]

**اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا :** (سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے) ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک دن عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا (شام کے وقت روزہ افطار کرنے کے لیے) جب ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو (کھانے کی نعمتیں دیکھ کر) کہنے لگے، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (احد کے دن) شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے، لیکن انھیں جس چادر میں کفن دیا گیا (وہ اتنی چھوٹی تھی کہ) اگر اس سے ان کا سر ڈھانپتے تھے تو ان کے پاؤں ننگے رہ جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر ننگا رہ جاتا تھا اور حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ (بھی اسی دن) شہید ہوئے اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھے، پھر اس کے بعد ہم لوگوں کو دنیا کی فراوانی دی گئی اور ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہماری نیکیوں کا صلہ جلدی سے ہمیں دنیا ہی میں نہ مل گیا ہو، پھر اس کے بعد وہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ کھانا بھی نہ کھایا۔ [ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة أحد : ۴۰۴۵ ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی گزرا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں۔'' [ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ أنعم أهل الدنیا فی النار ...... الخ : ۲۸۰۷ ]

**فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ :** سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور اور تکبر ہو گا۔ ایک شخص نے کہا، ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا عمدہ ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ نے

فرمایا: ''اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔''
[ مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانہ : ۹۱ ]

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ لٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

''اور عاد کے بھائی کو یاد کر جب اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا، جب کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کئی ڈرانے والے گزر چکے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، بے شک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ انھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے، سو ہم پر وہ (عذاب) لے آ جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے، اگر تو سچوں سے ہے۔ اس نے کہا یہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمھیں وہ پیغام پہنچاتا ہوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اور لیکن میں تمھیں ایسے لوگ دیکھتا ہوں کہ تم جہالت برتتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اہل قریش کو ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ سنا دیجیے، تاکہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ ہود علیہ السلام نے انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور کہا کہ لوگو! اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، اگر تم نے میری بات نہ مانی تو مجھے ڈر ہے کہ ایک بڑے ہی خطرناک دن کا عذاب تمھیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔ قوم عاد نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور ان سے کہا، کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں کی عبادت سے روکو تو سن لو کہ ہم تمھاری بات نہیں مانیں گے اور تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو کہ ہم پر اللہ کا عذاب ٹوٹ پڑے گا تو وہ کر دکھاؤ۔ ہود علیہ السلام نے ان سے کہا کہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ وہ عذاب آ کر رہے گا، لیکن اس کا وقت مجھے معلوم نہیں ہے، اس کا علم صرف اللہ کو ہے، میرا کام تو صرف پیغام رسانی ہے، لیکن بات یہ ہے کہ تم صریح جاہل اور نادان لوگ ہو۔ ہود علیہ السلام کی قوم کی پہلی نادانی تو یہ تھی کہ وہ عذاب کی جلدی کر رہے تھے، حالانکہ عذاب کا مؤخر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مہلت کے زمانہ میں قوم کے لوگ ایمان لے آئیں اور عذاب سے بچ جائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴾ [ الکہف : ۵۸ ] ''اور تیرا رب نہایت بخشنے والا، خاص رحمت والا ہے، اگر وہ انھیں اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا ہے تو یقیناً ان کے لیے جلد عذاب بھیج دے، بلکہ ان کے لیے وعدے کا ایک وقت ہے جس سے بچنے کی وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔'' دوسری نادانی ان کی یہ تھی کہ وہ ہود علیہ السلام سے عذاب کے لانے کا

مطالبہ کر رہے تھے، حالانکہ عذاب کا لانا رسولوں کے اختیار میں نہیں ہوتا، بلکہ رسولوں کے بھیجنے والے اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ۰ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴾ [ الأنعام : ۵۷، ۵۸ ] ’’کہہ دے بے شک میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے، میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جسے تم جلدی مانگ رہے ہو، فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں، وہ حق بیان کرتا ہے اور وہی فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ کہہ دے اگر واقعی میرے پاس وہ چیز ہوتی جو تم جلدی مانگ رہے ہو تو میرے درمیان اور تمھارے درمیان معاملے کا ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور اللہ ظالموں کو زیادہ جاننے والا ہے۔‘‘

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۰ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ۰

’’تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔ بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جو تم نے جلدی مانگا تھا، آندھی ہے، جس میں دردناک عذاب ہے۔ جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر دے گی، پس وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے رہنے کی جگہوں کے سوا کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی، اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔‘‘

قوم عاد نے جب افق آسمان پر ایک بادل کو پھیلا دیکھا جو ان کی وادیوں کی طرف آ رہا تھا اور جو درحقیقت عذاب الٰہی تھا، تو دل کے اندھے خوشی سے کہنے لگے کہ یہ برسنے والا بادل ہے۔ ہود علیہ السلام نے کہا کہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تمھیں جلدی تھی، یہ ایک تیز ہوا ہے جو اپنے اندر دردناک عذاب لیے ہوئے ہے۔ یہ ہوا اپنے رب کے حکم سے تمھاری جان اور مال ہر چیز کو تباہ کر دے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس آندھی نے تمام کافروں کو ہلاک کر دیا، صرف ہود علیہ السلام اور ان کے مسلمان ساتھی بچ گئے اور قوم عاد کے خالی اور ویران مکانات پیچھے رہ گئے۔ آخر میں فرمایا کہ یہ انجامِ بد قوم عاد ہی کے ساتھ خاص نہیں تھا، بلکہ جو لوگ بھی کفر و معاصی کا ارتکاب کریں گے اور سرکشی کی راہ اختیار کریں گے، ان کا بھی ایسا ہی انجام ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ۰ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ۰ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ [ الحاقة: ۶ تا ۸ ]

’’اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان

پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' مجھے مشرق سے آنے والی ہوا سے مدد دی گئی اور عاد کو مغرب سے آنے والی ہوا سے ہلاک کیا گیا۔'' [ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في قوله : ( و هو الذی یرسل الریاح نشرًا بین یدی رحمته ) : ۳۲۰۵ ]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان پر ابر دیکھتے تو (پریشانی کے عالم میں) ادھر ادھر چکر لگاتے، کبھی اندر آتے، کبھی باہر جاتے اور آپ کے چہرے کی رنگت بدل جاتی، پھر جب بارش ہونے لگتی تو آپ کی وہ کیفیت دور ہو جاتی۔ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات پہچان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: ''میں نہیں جانتا، ممکن ہے کہ یہ (بادل بھی) ویسا ہی ہو (جس کے بارے میں) قوم عاد نے کہا تھا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [ الأحقاف : ۲۴ ] ''تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔ بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جو تم نے جلدی مانگا تھا، آندھی ہے، جس میں دردناک عذاب ہے۔'' [ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في قوله : ( وهو الذی یرسل الریاح نشرًا بین یدی رحمته ) : ۳۲۰۶۔ مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیة الریح ...... الخ : ۸۹۹ ]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی آسمان کے کناروں میں سے کسی کنارے سے ابر اٹھتا دیکھتے تو اپنے تمام کام چھوڑ دیتے، اگرچہ آپ (نفل) نماز پڑھ رہے ہوتے (وہ بھی چھوڑ دیتے) اور یہ دعا پڑھتے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ » ''اے اللہ! میں تجھ سے اس برائی سے پناہ چاہتا ہوں جو اس میں ہے۔'' پھر اگر بادل چھٹ جاتا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور اگر برس جاتا تو یہ دعا پڑھتے: « اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا » ''اے اللہ! اس بارش کو فائدہ مند بنا دے۔'' [ مسند أحمد : ۱۹۰/۶، ح : ۲۵۶۲۵ ]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہوائیں چلتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَ خَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ » ''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کو یہ ساتھ لے کر آئی ہے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں۔'' [ مسلم، کتاب صلوة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیة الریح و الغیم والفرح بالمطر : ۸۹۹/۱۵ ]

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۡ ۖ فَمَآ اَغْنٰى

عَنۡهُمۡ سَمۡعُهُمۡ وَ لَاۤ اَبۡصَارُهُمۡ وَ لَاۤ اَفۡـِٕدَتُهُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِذۡ کَانُوۡا یَجۡحَدُوۡنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ حَاقَ بِهِمۡ مَّا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۲۶﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں ان چیزوں میں قدرت دی جن میں ہم نے تمھیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو نہ ان کے کان ان کے کسی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل قریش سے کہا ہے کہ ہم نے قوم عاد کو جسمانی قوت اور مال و دولت کا جو وافر حصہ عطا کیا تھا، وہ تمھیں نہیں دیا۔ انھیں اللہ نے نصیحتیں سننے کے لیے کان دیے تھے، نشانیاں دیکھنے کے لیے آنکھیں دی گئی تھیں اور نافع اور ضار اشیاء میں تمیز کرنے کے لیے دل دیا گیا تھا، لیکن انھوں نے اس کی نعمتوں کا استعمال اپنی بھلائی کے لیے نہیں کیا، بلکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور ان کا مذاق اڑایا تو عذاب الٰہی نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر کفارِ مکہ کو اس قسم کی دھمکی دی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ کَانُوۡۤا اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّۃً وَّ اَثَارُوا الۡاَرۡضَ وَ عَمَرُوۡهَاۤ اَکۡثَرَ مِمَّا عَمَرُوۡهَا وَ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ ؕ فَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَظۡلِمَهُمۡ وَ لٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ؕ﴿۹﴾ ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیۡنَ اَسَآءُوا السُّوۡۤاٰۤی اَنۡ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ کَانُوۡا بِهَا یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴾ [ الروم : ۹، ۱۰ ] ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور انھوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اس سے زیادہ جو انھوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں کا انجام جنھوں نے برائی کی بہت برا ہی ہوا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔''

وَ لَقَدۡ اَهۡلَکۡنَا مَا حَوۡلَکُمۡ مِّنَ الۡقُرٰی وَ صَرَّفۡنَا الۡاٰیٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۷﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے پھیر پھیر کر آیات بیان کیں، شاید وہ لوٹ آئیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے اہل قریش! تمھارے قرب و جوار میں پائی جانے والی کئی بستیوں کو ہم نے ماضی میں تباہ کیا، جیسے قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور اصحاب مدین کی بستیاں، ہم نے انھیں تہ و بالا کر دیا۔ ہم نے انھیں مختلف طریقوں سے راہ راست پر لانے کی کوشش کی اور انھیں بہت سمجھایا، تاکہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے سے باز آ جائیں،

لیکن وہ نہ مانے تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا اور ان کی مدد کے لیے کوئی نہیں آیا۔

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

''پھر ان لوگوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی جنھیں انھوں نے قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ کے سوا معبود بنایا؟ بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور جو وہ بہتان باندھتے تھے۔''

اے اہل قریش! اگر وہ تو میں اپنے اس دعویٰ میں سچی تھیں، کہ جن بتوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ انھیں ان کے رب کے قریب کر دیں گے اور ان کے سفارشی بنیں گے، تو پھر ان بتوں نے انھیں عذاب الٰہی سے کیوں نہیں بچا لیا؟ حالانکہ یہ ان کا جھوٹ تھا اور ان کی افترا پردازی تھی۔ وہ ہستیاں عذاب کے وقت ان کے کچھ کام نہ آئیں، لہٰذا ان کے جھوٹ اور افترا پردازی کی حقیقت ظاہر ہو گئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [ الزمر : ۳۸ ] ''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔''

وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَاۤ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

''اور جب ہم نے جنوں کے ایک گروہ کو تیری طرف پھیرا، جو قرآن غور سے سنتے تھے تو جب وہ اس کے پاس پہنچے تو

انھوں نے کہا خاموش ہو جاؤ، پھر جب وہ پورا کیا گیا تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس لوٹے۔ انھوں نے کہا اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے، وہ حق کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لے آؤ، وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول نہ کرے گا تو نہ وہ زمین میں کسی طرح عاجز کرنے والا ہے اور نہ ہی اس کے سوا اس کے کوئی مددگار ہوں گے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ آپ کفارِ مکہ سے اس دن کا ذکر کیجیے جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کے پاس پہنچا دیا، تاکہ وہ آپ کی زبانی قرآن کریم سنیں۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو آپ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ سب خاموشی اختیار کرو اور قرآن کو غور سے سنو، تو جن آپ کی تلاوت سن کر بہت متاثر ہوئے اور آپ پر ایمان لے آئے۔ چنانچہ تلاوت ختم ہوتے ہی سب اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور ان سے کہا کہ ہم نے اس قرآن کریم کی تلاوت سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترنے والی کتاب تورات کے بعد انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ کی جانب سے نازل ہوا ہے، جو اس پر ایمان نہیں لائے گا اس کے لیے خیر نہیں ہے۔ جنوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، اے ہماری قوم کے لوگو! یہ قرآن گزشتہ آسمانی کتابوں کی تائید و تصدیق کرتا ہے، یعنی اس کی دعوت وہی دعوتِ توحید ہے جو دیگر آسمانی کتابوں کی دعوت تھی، یہ قرآن دین حق اور راہ راست کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ لوگو! اللہ کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ اور ان کی دعوتِ توحید کو قبول کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور تمھیں آگ کے دردناک عذاب سے نجات دے گا۔ جنوں نے اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے اپنی قوم سے کہا، لوگو! جو شخص نبی کریم ﷺ کی دعوتِ توحید کو قبول نہیں کرے گا اور ان پر اور قرآن پر ایمان نہیں لائے گا، وہ اللہ سے بھاگ کر کہاں جائے گا؟ زمین کا ایک ایک حصہ اس کے زیر تصرف ہے، اس کی گرفت سے کون بچ سکتا ہے؟ جو لوگ نبی کریم ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے وہ کھلی گمراہی میں ہیں، جنوں کا نبی کریم ﷺ کی زبانی قرآن سننے اور آپ سے دین کی باتیں سیکھنے سے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جانے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ شیطانوں اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تھی اور (جب وہ خبریں سننے کے لیے اوپر جاتے تو) ان پر انگارے پھینکے جاتے تھے۔ ایک دن یوں ہوا کہ جب وہ (حسب معمول خبریں سننے کے لیے گئے اور ناکام) لوٹے تو قوم کے لوگوں نے کہا، کیا خبر لائے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، دراصل ہمارے اور

آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے، ہم پر انگارے پھینکے جاتے ہیں۔قوم کے لوگوں نے کہا، تمھارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان جو چیز حائل ہوئی ہے، وہ (ضرور) کوئی نئی چیز ہے، تو تم زمین کے مشارق اور مغارب کا سفر کرو اور دیکھو کہ (آخر) وہ کیا چیز ہے جو تمھارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوگئی ہے، تو جو لوگ تہامہ کی طرف روانہ ہوئے وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔آپ اس وقت نخلہ میں تھے اور وہ سب عکاظ کے بازار کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔رسول اللہ ﷺ صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔جب ان جنات نے قرآن سنا تو غور سے سننے لگے۔پھر انھوں نے آپس میں کہا، اللہ کی قسم! جو چیز تمھارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوگئی ہے وہ یہی ہے۔[ بخاری، کتاب الأذان، باب الجهر بقراءة صلوة الصبح : ۷۷۳۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب الجهر بالقراءة في الصبح و القرائة على الجن : ۴۴۹ ]

عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے مسروق سے پوچھا کہ جس رات جنات نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنا تھا اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو کس نے دی تھی ؟ تو انھوں نے کہا، مجھ سے تیرے باپ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو جنوں کی خبر ایک درخت نے دی تھی۔[ بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ذکر الجن ...... الخ : ۳۸۵۹ ]

**قَالُوْا يٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى** : اس آیت میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا گیا، اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی گئی جس میں مواعظ و نصائح تھے۔حلال وحرام سے متعلق احکام بہت کم تھے۔پھر انجیل درحقیقت تورات کی شریعت ہی کا تکملہ تھی۔اس آیت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو جبریل علیہ السلام کے پہلی بار آنے کا قصہ سنایا تو ورقہ نے بھی کہا تھا، واہ واہ! یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا، اے کاش! میں اس وقت جوان ہوتا۔[ بخاری، کتاب بدء الوحي، باب کيف کان بدء الوحي ...... الخ : ۳۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ : ۱۶۰ ]

**اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى١ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۳۳**

”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے بعث بعد الموت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کیا انھیں اتنی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ جس قادر مطلق نے آسمانوں اور زمین کو بغیر کوئی نمونہ دیکھے پہلی بار پیدا کیا ہے اور ان کی تخلیق سے اسے کوئی تھکن اور پریشانی لاحق نہیں ہوئی، وہ یقیناً مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔اس لیے کہ وہ ہر چیز پر

قادر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴾ [ قٓ : ۳۸ ] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے نہیں چھوا۔“

وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۴

”اور جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے، کیا یہ حق نہیں ہے؟ کہیں گے کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم! وہ کہے گا پھر چکھو عذاب اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔“

منکرین قیامت، جب جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ کیا تم اب بھی سمجھتے ہو کہ مُردوں کا دوبارہ زندہ کیا جانا برحق نہیں ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! اب تو یہ حقیقت ہمارے لیے آشکارا ہوگئی ہے، اب تو ہم ہرگز اس کا انکار نہیں کر سکتے ہیں۔ تب اللہ ان سے کہے گا کہ پھر تم اپنے کفر کی بدولت اب اسی جہنم میں جلتے رہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴾ [ الدخان : ۴۹، ۵۰ ] ”چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔ بے شک یہ ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ [ السجدۃ : ۲۰ ] ”اور ان سے کہا جائے گا آگ کا وہ عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔“

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۳۵ ع

”پس صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی کا مطالبہ نہ کر، جس دن وہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا نہیں رہے۔ یہ پہنچا دینا ہے، پھر کیا نافرمان لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک کیا جائے گا؟“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دعوت کی راہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ سے پہلے جو اولوالعزم انبیاء گزرے ہیں، ان کی سیرت کو اپنے لیے نمونہ بنانے کی نصیحت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ بھی نصیحت کی ہے کہ اہل قریش کے ظلم وطغیان سے تنگ دل ہو کر ان کے لیے عذاب کی جلدی نہ کریں، کیونکہ وہ تو اتنا قریب ہے کہ جب اہل کفر روزِ قیامت کی ہولناکیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو مارے دہشت کے بھول جائیں گے کہ وہ دنیا

میں کتنے دن ٹھہرے تھے۔

نیز فرمایا کہ یہ قرآن اور جو باتیں اوپر بیان کی گئی ہیں، یہ مشرکین مکہ کی عبرت و نصیحت کے لیے کافی ہیں۔ لہٰذا انھیں چاہیے کہ عبرت حاصل کریں اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اگر وہ کفر و شرک سے تائب نہیں ہوتے تو انھیں جان لینا چاہیے کہ اللہ کا عذاب انھی لوگوں کو ہلاک کرتا ہے جو اپنے رب کے نافرمان اور سرکش بندے ہوتے ہیں۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ : سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انبیاء علیہم السلام کی، پھر ان کی جن کا درجہ ان سے کم ہے، پھر ان کی جو ان سے کم درجہ کے ہیں، دراصل آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق کی جاتی ہے، اگر کوئی آدمی دین میں مضبوط ہو تو اس کی آزمائش بھی زیادہ سخت ہوگی اور اگر کوئی آدمی دین کے اعتبار سے کمزور ہے تو اسے اس کے دین کے مطابق ہی آزمائش میں ڈالا جائے گا۔ آدمی پر آزمائشیں آتی رہتی ہیں، حتیٰ کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو چکا ہوتا ہے۔'' [ ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء : ۲۳۹۸۔ مستدرك حاكم : ۱/ ۴۰، ۴۱، ح : ۱۱۹، ۱۲۰، ۲۲۱ ]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کیا آپ پر کوئی دن یوم احد سے بھی زیادہ سخت آیا؟ تو آپ نے فرمایا: ''مجھے تمھاری قوم کی طرف سے بہت اذیت پہنچی ہے اور سب سے بڑی اذیت مجھے یوم عقبہ کو پہنچی، جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو میں وہاں سے شدید رنجیدہ ہو کر واپس ہوا، پھر جب میں قرن الثعالب (میقاتِ اہل نجد) کے قریب پہنچا تو تب مجھے کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس میں مجھے جبریل علیہ السلام نظر آئے۔ انھوں نے مجھے پکارا اور کہنے لگے، آپ کی قوم نے آپ سے جو کچھ کہا ہے اور آپ سے جو سلوک کیا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اور اس نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے، تا کہ آپ ان لوگوں کے بارے میں جو چاہیں اسے حکم صادر فرمائیں۔ چنانچہ اس پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا اور سلام کرنے کے بعد کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ جیسے چاہیں گے اسی طرح ہوگا، اگر آپ کی منشا ہو تو میں دونوں پہاڑوں کو ان پر آپس میں ملا دوں (اور یہ سب ان کے درمیان ہلاک ہو جائیں)۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ان لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔''

[ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم آمين و الملائكة في السماء ...... الخ : ۳۲۳۱ ]

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴾ [ النازعات : ۴۶ ] ''گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا

ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ [ يونس : ٤٥ ] ''اور جس دن وہ انھیں اکٹھا کرے گا، گویا وہ نہیں ٹھہرے مگر دن کی ایک گھڑی، آپس میں جان پہچان کرتے رہے۔ بے شک وہ لوگ خسارے میں رہے جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور وہ راہ پانے والے نہ ہوئے۔''

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ① وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ②

’’وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا، اس نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اس نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن سردارانِ کفر و ضلالت نے اللہ اور اس کی آیتوں کا انکار کیا، توحید باری تعالیٰ کے منکر ہوئے، جھوٹے معبودوں کی عبادت کی اور اپنے آپ کو اور دوسروں کو دین اسلام میں داخل ہونے سے روکا، تو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے خلاف ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیا، بلکہ ان کو انھی کی گردنوں کا پھندا بنا دیا اور قیامت کے دن ان کے وہ نیک اعمال بھی رائگاں ہو جائیں گے جنھیں وہ حالت کفر میں کرتے تھے اور توقع کرتے تھے کہ انھیں ان کا اجر ملے گا، اس کے مقابلے میں جو لوگ تمام آسمانی کتابوں پر بالعموم اور نبی کریم ﷺ پر نازل شدہ قرآن پر بالخصوص ایمان لائے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے تمام گزشتہ چھوٹے اور بڑے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انھیں آئندہ کی زندگی میں گناہوں سے محفوظ رکھے گا اور خیر کے کاموں کی توفیق دے گا۔

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ قَدۡ ضَلُّوۡا ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴾ [ النساء : ۱٦۷ ] ’’بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا یقیناً وہ گمراہ

ہو گئے، بہت دور گمراہ ہونا۔'' اور فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ [ الفرقان : ۲۳ ]
''اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔''

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ : سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر عرض کی کہ اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھائیے، تاکہ میں آپ سے (اسلام پر) بیعت کروں۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمرو! تجھے کیا ہوا؟'' میں نے کہا، دراصل میں ایک شرط عائد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''کون سی شرط؟'' میں نے کہا، یہ شرط کہ میرے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''اے عمرو! کیا تو نہیں جانتا کہ اسلام پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے؟ اور اسی طرح ہجرت پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج بھی تمام پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے؟'' [ مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الإسلام یهدم ما قبله ...... الخ : ۱۲۱ ]

وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی چھینکے تو «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ» کہے اور اس کا بھائی یا ساتھی اس کے لیے «يَرْحَمُكَ اللّٰهُ» کہے، تو جب ساتھی «يَرْحَمُكَ اللّٰهُ» کہے تو اسے (چھینکنے والے کو) چاہیے کہ وہ یہ دعا پڑھے: «يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَ يُصْلِحُ بَالَكُمْ» ''اللہ تمھیں ہدایت دے اور تمھاری حالت سنوار دے۔'' [ بخاری، کتاب الأدب، باب إذا عطس کیف یشمّت ؟ : ۶۲۲۴ ]

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③

''یہ اس لیے کہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے باطل کی پیروی کی اور بے شک جو لوگ ایمان لائے وہ اپنے رب کی طرف سے حق کے پیچھے چلے۔ اسی طرح اللہ لوگوں کے لیے ان کے حالات بیان کرتا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کے اعمال اس لیے ضائع ہوئے کہ انھوں نے باطل یعنی شرک باللہ اور دیگر معاصی کا ارتکاب کیا اور مومنوں کے گناہ اس لیے معاف کر دیے گئے اور ان کی راہنمائی خیر کی طرف اس لیے کر دی گئی کہ وہ اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لائے، شرک سے دور رہے اور اچھے اعمال کیے۔ دونوں جماعتوں کے حالات امتوں اور قوموں کے لیے ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں، یعنی جو کوئی بھی کافر ہوگا، اس کے سارے اعمال رائگاں ہو جائیں گے، قیامت کے دن اسے ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور جو مومن ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِ

مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ ذٰلِكَ ؕ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴ سَيَهْدِيْهِمْ وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝۵ وَ يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝۶

”تو جب تم ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (ان کو) مضبوط باندھ لو، پھر بعد میں یا تو احسان کرنا ہے اور یا فدیہ لے لینا، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے، (بات) یہی ہے۔ اور اگر اللہ چاہے تو ضرور ان سے انتقام لے لے اور لیکن تا کہ تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے تو وہ ہرگز ان کے اعمال ضائع نہیں کرے گا۔ وہ ضرور انھیں راستہ دکھائے گا اور ان کا حال درست کر دے گا۔ اور انھیں اس جنت میں داخل کرے گا جس کی اس نے انھیں پہچان کروا دی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانو! جب میدانِ جنگ میں تمھاری مڈبھیڑ کافروں سے ہو تو ان کی گردنوں پر کاری ضربیں لگاؤ، یعنی ان میں سے جو لوگ تمھاری تلواروں کی زد میں آ جائیں انھیں ٹھکانے لگاؤ اور جب دیکھو کہ تمھارا غلبہ یقینی ہو گیا ہے اور دشمن کے باقی افراد شکست خوردہ ہو کر تمھارے قیدی ہو گئے ہیں تو ان کے ہاتھ اور پاؤں خوب اچھی طرح باندھ دو، تا کہ وہ دھوکا دے کر کہیں تمھیں قتل نہ کر دیں، یا بھاگ نہ جائیں۔ ان قیدیوں کو یا تو ان پر احسان کرتے ہوئے بلا معاوضہ آزاد کر دو، اس لیے کہ اب ان کے غرور کا نشہ ٹوٹ چکا ہے، یا فدیہ اور معاوضہ لے کر انھیں چھوڑ دو۔ وہ فدیہ یا تو مال ہو یا دشمن کے پاس موجود کوئی مسلمان قیدی، جسے وہ مسلمانوں کے پاس موجود کسی کافر قیدی کے بدلے آزاد کر دیں۔ یہ کیفیت اس وقت تک باقی رہے جب تک جنگ ختم نہ ہو جائے اور مشرکین یا تو اسلام قبول کر لیں یا شکست مان کر جزیہ دینے پر تیار ہو جائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ﴾ [البقرۃ: ۱۹۳] ”اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔“

آگے فرمایا کہ کافروں کے بارے میں اللہ کا یہی حکم ہے، نیز فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو مسلمانوں کو کافروں پر بغیر جنگ کیے ہی فتح و نصرت دے دیتا، یعنی انھیں عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر دیتا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ مومنوں کو ان کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا، تا کہ معلوم ہو کہ کون اس کی راہ میں اخلاص کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور صبر و ثابت قدمی کا اظہار کر کے اجر جزیل اور ثواب عظیم کا حق دار بنتا ہے اور تا کہ اللہ مومنوں کے ہاتھوں کافروں کو سزا دے۔

نیز فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع نہیں کرتا، انھیں اس راہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے جو جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ان کے تمام امور و احوال کو ٹھیک کر دیتا ہے اور بالآخر انھیں اس جنت میں پہنچا دیتا ہے جس کی نعمتوں کی تفصیلات اور وہاں کے منازل کے اوصاف اس نے قرآن کریم

کی بہت سی آیتوں میں اور اس کے رسول ﷺ نے بہت سی احادیث میں بیان کر دیے ہیں، تو اہل جنت وہاں پہنچتے ہی از خود اپنی اپنی جگہوں کو پہچان لیں گے۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ : بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ واقعۂ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے اور ان میں سے کم لوگوں کو قتل کرنے کی وجہ سے مومنوں کی سرزنش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [ الأنفال : ٦٧، ٦٨ ] ’’کبھی کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون بہا لے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تو تمھیں اس کی وجہ سے جو تم نے لیا بہت بڑا عذاب پہنچتا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ﴾ [ التوبة : ٥ ] ’’پس جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھیں پکڑو اور انھیں گھیرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔‘‘

فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً : سیدنا مروان بن حکم اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہوازن قبیلے کا ایک مسلمان وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اپنے اموال اور قیدیوں کی واپسی کا سوال کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’میرے لیے زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو، لہٰذا تم دونوں چیزوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لو، یا قیدی یا مال۔‘‘ [ بخاري، کتاب الوکالة، باب إذا وهب شيئًا لوکيل أو شفيع قوم جاز : ۲۳۰۷، ۲۳۰۸ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بنو تمیم قبیلے کی ایک لونڈی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اسے آزاد کر دو، کیونکہ یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔‘‘ [ بخاري، کتاب العتق، باب من ملك من العرب رفيقًا ...... الخ : ۲۵۴۳، ٤٣٦٦ ]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جویریہ بنت حارث قبیلہ بنو مصطلق کے قیدیوں میں سے تھیں۔ انھوں نے اپنے مالک سے اپنے بارے میں مکاتبت کا معاملہ طے کر رکھا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان ( جویریہ بنت حارث ) سے اس شرط پر شادی کر لی کہ آپ ﷺ اس کی طے شدہ رقم ادا کر دیں گے۔ آپ نے جب ان سے شادی کر لی تو لوگوں نے کہا، یہ تو اب رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں، اس لیے انھوں نے وہ تمام قیدی لونڈیاں جو ( اس قبیلے کی ) ان کے پاس تھیں، آزاد کر دیں۔ [ ابن حبان : ٤٠٥٤، ٤٠٥٥۔ أبو داوٗد، کتاب العتق، باب في بيع المکاتب إذا فسخت المکاتبة : ۳۹۳۱ ]

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا : مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں، گویا کہ انھوں نے یہ مفہوم اس حدیث سے اخذ کیا ہے جسے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے قتال کرتا رہے گا اور وہ اپنے مقابل آنے والوں پر غالب رہیں گے، حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ مسیح دجال سے لڑائی کرے گا۔'' [ أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب في دوام الجهاد : ۲٤٨٤۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : لا تزال طائفة من أمتي ...... الخ : ۱۹۲۰ ]

سیدنا سلمہ بن نفیل کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے کہا، یا رسول اللہ! لوگوں نے گھوڑوں کو چھوڑ دیا اور ہتھیار اتار دیے اور یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ اب جہاد نہیں رہا اور جنگ نے اپنے ہتھیار اتار دیے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''انھوں نے جھوٹ کہا، ابھی تو جہاد و قتال شروع ہوا ہے اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا، جن لوگوں کے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے یہ ان سے لڑیں گے اور اللہ انھیں ان سے روزیاں دے گا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل کا حکم آ جائے گا (یعنی قیامت قائم ہو جائے گی) اور یہ گروہ اسی حالت پر ہوگا۔'' [ نسائی، کتاب الخیل، باب الخیل معقود فی نواصیها الخیر إلی یوم القیامة : ۳۵۹۱۔ مسند أحمد : ۱۰٤/٤، ح : ١٦٩٦٧ ]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! دشمن سے جنگ کی آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت مانگو، تاہم اگر ان سے جنگ ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔'' [ بخاری، کتاب الجهاد، باب لا تمنوا لقاء العدو : ۳۰۲۵ ]

ذٰلِكَ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ : یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے جہاد اور دشمنوں سے قتال کا حکم اس لیے مقرر فرمایا ہے، تاکہ وہ تمھاری آزمائش کرے اور تمھارے حالات جانچ لے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حکم جہاد کی حکمت بیان کرتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [ آل عمران : ۱٤۲ ] ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [ التوبة : ۱٤، ۱۵ ] ''ان سے لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' اور دوسری روایت میں فرمایا: ''اللہ کے راستے میں قتل ہونا قرض کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ بن جاتا ہے۔'' [ مسلم، کتاب الإمارة، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ إلا الدین : ۱۱۹، ۱۸۸۶/۱۲۰ ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں پہنچ جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا پسند کرے، سوائے شہید کے۔ وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی بارہا) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔'' [ بخاری، کتاب الجهاد، باب تمنی المجاهد أن يرجع إلى الدنيا : ۲۸۱۷۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الشهادة فی سبیل اللہ : ۱۸۷۷/۱۰۹ ]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں ہے کہ انھوں نے معرکہ نہاوند میں ایرانی بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا، ہمیں ہمارے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم اس وقت تک تم سے لڑتے رہیں، جب تک تم اکیلے اللہ کی عبادت نہ کرنے لگو، یا جزیہ نہ دو اور ہمارے نبی نے ہمارے رب کی طرف سے ہمیں یہ خبر بھی دی ہے کہ ہم میں سے جو کوئی جہاد فی سبیل اللہ میں قتل کر دیا گیا وہ بہشت بریں کی ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا جو اس نے کبھی نہیں دیکھیں اور جو کوئی زندہ بچ جائے گا وہ تمھاری گردنوں کا مالک بنے گا۔ [ بخاری، کتاب الجزیة و الموادعة، باب الجزیة و الموادعة مع أهل الذمة و الحرب : ۳۱۵۹ ]

سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے یہاں شہید کے لیے چھ اعزاز ہیں: ① خون کے پہلے قطرات کے ساتھ ہی اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اسے جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ ② اسے قبر کے عذاب سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ ③ وہ (قیامت کے دن) بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔ ④ اس کے سر پر عزت اور وقار کا تاج رکھا جائے گا، جس کا فقط ایک یاقوت دنیا اور موجوداتِ دنیا سے زیادہ قیمتی ہے۔ ⑤ خوبصورت آنکھوں والی بہتر (۷۲) حوروں سے اس کی شادی کر دی جائے گی۔ ⑥ اور اس کے ستر (۷۰) رشتہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔'' [ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب فی ثواب الشهید : ۱۶۶۳۔ ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب فضل الشهادة فی سبیل اللہ : ۲۷۹۹ ]

سَيَهْدِيْهِمْ : یعنی اللہ تعالیٰ جنت کے راستے پر ان کی راہنمائی کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴾ [ یونس : ۹ ] ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی رہنمائی کرے گا، ان کے نیچے سے نعمت کے باغوں میں نہریں بہتی ہوں گی۔''

وَ يُدۡخِلُهُمُ الۡجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمۡ : یعنی جس جنت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں روشناس کر رکھا ہے اور پھر اس نے ان کو اس کا راستہ بھی دکھایا ہے، اہل جنت اس کے مکانات و محلات کی طرف راستہ پا لیں گے۔ یہ مکانات و محلات اللہ تعالیٰ نے انھی کے مقدر میں کر رکھے ہیں، اس لیے وہ ان تک پہنچنے میں کوئی غلطی نہیں کریں گے، گویا وہ اپنی ولادت ہی کے وقت سے یہاں کے باشندے ہیں۔ اس لیے یہاں تک پہنچنے کے لیے انھیں کسی سے راستہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مومن آگ سے چھوٹ جائیں گے تو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیے جائیں گے اور انھوں نے دنیا میں آپس میں ایک دوسرے پر جو مظالم کیے تھے ان کے بدلے اتار لیے جائیں گے۔ پھر جب کاٹ چھانٹ کر لی جائے گی اور صفائی ہو جائے گی تو انھیں جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! جس طرح تم میں سے ہر شخص اپنے دنیاوی گھر کی راہ جانتا ہے اور گھر پہچانتا ہے، اس سے زیادہ وہ لوگ اپنی منزل اور اپنی جگہ سے واقف ہوں گے۔'' [ بخاري، كتاب الرقاق، باب القصاص يوم القيامة : ٦٥٣٥ ]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَ يُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ ۝ وَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَتَعۡسًا لَّهُمۡ وَ اَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَرِهُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاَحۡبَطَ اَعۡمَالَهُمۡ ۝

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا سو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اس نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مجاہد بندوں سے فتح و کامرانی کا وعدہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ لوگ اس کے دین کی خاطر اس کے دشمنوں سے قتال کریں گے تو وہ ان کی مدد کرے گا اور انھیں غالب بنائے گا۔ ہر معرکۂ جہاد میں انھیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا اور دشمنوں کی زمین و جائداد کا وارث بنا دے گا اہل کفر کو منہ کی کھانا پڑے گی، ہلاکت و بربادی ان کا نصیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال رائگاں کر دے گا۔ ان کے ساتھ اللہ کا یہ برتاؤ اس لیے ہوگا کہ انھوں نے قرآن کریم سے نفرت کی اور اس میں بیان کردہ احکام کو پس پشت ڈال دیا، اس لیے اللہ ان کے ان تمام اعمال کو ضائع کر دے گا جو بظاہر اچھے ہوں گے۔ اس لیے کہ کافر کا کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں ہوتا اور وہ اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَ يُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ : اللہ کی مدد کرنے سے مطلب، اللہ کے دین کی مدد ہے، کیونکہ وہ اسباب کے مطابق اپنے دین کی مدد اپنے مومن بندوں ہی کے ذریعے سے کرتا ہے۔ یہ مومن بندے اللہ کے دین کی حفاظت اور دعوت و جہاد کے میدان میں متحرک رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے یعنی انھیں کافروں

پر فتح و غلبہ عطا کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ [ آل عمران : ١٦٠ ] ''اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمھارا ساتھ چھوڑ دے تو وہ کون ہے جو اس کے بعد تمھاری مدد کرے گا اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [ الحج : ٤٠ ] ''اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔''

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝۱۰

''تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور ان کافروں کے لیے بھی اسی جیسی (سزائیں) ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی زجر و توبیخ کی ہے اور اپنے گرد و نواح میں پائی جانے والی کافر قوموں کی ہلاکت و بربادی کے آثار دیکھ کر ان سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت کی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر و شرک اور انبیاء کی تکذیب کی وجہ سے کس طرح انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور ان کی بستیوں کو تہ و بالا کر دیا، نیز فرمایا کہ ہر دور میں کافروں کا ایسا ہی انجام ہوا اور ہوتا رہے گا۔ اس لیے مشرکین مکہ سوچتے کیوں نہیں کہ کہیں ان کا انجام بھی ایسا ہی نہ ہو؟ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [ الحج : ٤٥، ٤٦ ] ''سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [ الروم : ٩، ١٠ ]

''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور انھوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اس سے زیادہ جو انھوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس

ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں کا انجام جنھوں نے برائی کی بہت برا ہی ہوا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔“

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾

”یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور اس لیے کہ بے شک جو کافر ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن ومجاہد بندوں کو فتح وکامرانی کی جو خوشخبری دی ہے اور اہل کفر وشرک کے لیے دونوں جہاں میں جس ذلت ورسوائی کی خبر دی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ وہ قادر مطلق ہر حال میں مومنوں کا یار ومددگار ہوتا ہے، جبکہ کافروں کا کوئی مددگار نہیں ہوتا اور جسے اللہ چھوڑ دے اس کی کون مدد کر سکتا ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ [ الأنفال : ٤٠ ] ”اور اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تمھارا دوست ہے، وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔“

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (احد کی جنگ کے بعد) ابوسفیان نے پہاڑی پر سے آواز لگائی، مسلمانو! کیا تم میں محمد (ﷺ) موجود ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے کوئی جواب نہ دو۔“ اس نے پھر آواز لگائی، کیا تم میں ابوقحافہ کا بیٹا (ابوبکر رضی اللہ عنہ) موجود ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے (اب بھی یہی) فرمایا: ”اسے کوئی جواب نہ دینا۔“ اس کے بعد ابوسفیان کہنے لگا، کیا تم میں خطاب کا بیٹا (عمر رضی اللہ عنہ) موجود ہے؟ پھر کہنے لگا، یہ لوگ تو مارے گئے، اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے، چنانچہ انھوں نے بآواز بلند کہا، اللہ کے دشمن! تو جھوٹا ہے، اللہ نے تجھے رسوا کرنے کے لیے ابھی ان لوگوں کو زندہ رکھا ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان نے نعرہ لگایا، ہبل کی جے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ”اسے جواب دو۔“ صحابہ نے پوچھا، ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: ”تم کہو کہ اللہ ہی سب سے بڑا، بلند اور بزرگ و برتر ہے۔“ ابوسفیان (یہ سن کر) کہنے لگا، ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمھارے پاس کوئی عزیٰ نہیں (جو تمھاری مدد کو آئے)۔ آپ نے (صحابہ سے) کہا: ”اسے جواب دو۔“ صحابہ نے عرض کی، ہم کیا جواب دیں، اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا: «قُوْلُوا اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ» ”تم کہو کہ اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمھارا کوئی مددگار نہیں۔“ [ بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة أحد : ٤٠٤٣ ]

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾

”یقیناً اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک اعمال کیے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا فائدہ اٹھاتے اور کھاتے ہیں، جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور آگ ان کے لیے رہنے کی جگہ ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کرنے والے مومنوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ رہے کافر، تو جس طرح جانوروں کو پیٹ اور جنس کے تقاضے پورے کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہوتا، ایسے ہی کافروں کا مقصد زندگی بھر کھانے پینے اور خواہشات نفس کے علاوہ اور کچھ نہیں، آخرت سے وہ بالکل غافل ہیں اور اپنی لذتوں اور نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے رہتے ہیں، لہٰذا اہل کفر کا ٹھکانا مرنے کے بعد جہنم ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن ایک آنت میں کھاتا ہے، جبکہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔“ [ بخاري، كتاب الأطعمة، باب المؤمن يأكل في معى واحد ...... الخ : ٥٣٩٦ـ مسلم، كتاب الأشربة، باب المؤمن يأكل في معى واحد ...... الخ : ٢٠٦٢ ]

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝۱۳

”اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو تیری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا، ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔“

یہ اہل مکہ کے لیے شدید وعید اور سرزنش ہے کہ انھوں نے سید الرسل و خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی، جبکہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوموں کو تباہ و برباد کر دیا ہے، حالانکہ وہ طاقت وقوت میں اہل مکہ سے کہیں بڑھ کر تھیں، تو ان لوگوں کا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ اگر اس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان میں سے بہت سے لوگوں کو دنیا میں سزا نہیں دی، تو وہ آخرت میں کافروں کو عذاب میں ضرور مبتلا کرے گا۔

مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ : یعنی وہ لوگ زور وقوت میں ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر تھے، جنھوں نے آپ کو اپنے ہاں سے نکال دیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے موقع پر مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے ) یہ الفاظ کہے تھے: ”اللہ کی قسم! تو اللہ کے نزدیک سب سے بہتر اور محبوب زمین ہے، اگر تیرے باشندے مجھے یہاں سے نکل جانے پر مجبور نہ کر دیتے تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔“ [ ترمذي، كتاب المناقب، باب في فضل مكة : ٣٩٢٥ ]

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ۝۱۴

”تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہے اس شخص کی طرح ہے جس کے لیے اس کے برے

اعمال مزین کر دیے گئے اور انھوں نے اپنی خواہشوں کی پیروی کی؟''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص علم و برہان کی روشنی میں صحیح عقیدے کا حامل ہو، اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والا اور صرف اسی کی عبادت کرنے والا ہو، کیا وہ اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کے کفر و شرک کو شیطان نے اس کی نظر میں جائز اور خوبصورت بنا دیا ہو؟ وہ تو بتوں کی پرستش کرتا اور اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے۔ جواب معلوم ہے کہ جس طرح زندگی و موت اور جنت و جہنم برابر نہیں ہیں، اسی طرح مومن و کافر اور موحد و مشرک برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴾ [ صٓ : ۲۸ ] ''کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [ الجاثیة : ۲۱ ] ''یا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہوگا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔''

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ ⑮

''اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے بڑی بخشش ہے۔ (کیا یہ متقی لوگ) ان جیسے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور جنھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس جنت کے اوصاف جس کا قیامت کے دن اہل تقویٰ سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہیں کہ اس میں پانی کی ایسی نہریں ہوں گی جن کا پانی کبھی بدمزہ نہیں ہوگا اور اس میں دودھ کی ایسی نہریں ہوں گی جن کا دودھ نہایت سفید اور نہایت میٹھا ہوگا، کبھی خراب نہیں ہوگا اور اس میں شراب کی ایسی نہریں ہوں گی، جو دیکھنے میں نہایت خوبصورت اور پینے والوں کے لیے نہایت لذیذ ہوگی۔ اہل جنت کا جی اس سے کبھی نہیں اکتائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴾ [ الصافات : ٤٦، ٤٧ ] ''جو سفید ہوگی، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اس میں کوئی دردِ سر ہوگا اور نہ وہ اس سے مدہوش کیے جائیں گے۔''

وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى : اس میں ایسے شہد کی نہریں ہیں جو موم، چھتے کے ٹکڑوں اور ہر میل کچیل سے صاف ہوگا اور اہل جنت کو وہاں مذکورہ بالا مشروبات کے علاوہ انواع و اقسام کے پھل بھی ملیں گے۔ اہل جنت پر اللہ تعالیٰ یہ احسان بھی کرے گا کہ ان کے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔ سیدنا حکیم بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں دودھ، پانی، شہد اور شراب کے سمندر ہیں، جن سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوں گے۔'' [ مسند أحمد : ٥/٥، ح : ٢٠٠٧٤۔ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة أنهار الجنة : ٢٥٧١ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو، کیونکہ وہ سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ جنت ہے، اسی کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔'' [ بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدین فی سبیل الله : ٢٧٩٠ ]

آخر میں فرمایا، جن خوش نصیب لوگوں پر اللہ کے اتنے عظیم احسانات ہوں گے، کیا وہ ان کی مانند ہوں گے جو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، اس سے کبھی نہیں نکلیں گے اور جنھیں پینے کے لیے اتنا شدید گرم پانی ملے گا کہ پیتے ہی ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مقعد کے راستے باہر نکل جائیں گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴾ [ الصافات : ٦٦، ٦٧ ] ''پس بے شک وہ یقیناً اس میں سے کھانے والے ہیں، پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر بلاشبہ ان کے لیے اس پر یقیناً سخت گرم پانی کی آمیزش ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾ [ الواقعة : ٥١ تا ٥٦ ] ''پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو۔ پھر پیاس کی بیماری والے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو۔ یہ جزا کے دن ان کی مہمانی ہے۔''

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ۝ وَ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝

’’اوران میں سے کچھ وہ ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو ان لوگوں سے جنھیں علم دیا گیا ہے، کہتے ہیں ابھی اس نے کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چل پڑے۔ اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت قبول کی اس نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا اور انھیں ان کا تقویٰ عطا کر دیا۔‘‘

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام کی تعلیم دینے کے لیے جب خطبہ دیتے تو منافقین بھی شریک ہوتے اور ظاہر کرتے کہ وہ آپ کی باتیں بڑے غور سے سن رہے ہیں، لیکن جب آپ کی مجلس سے باہر آتے تو صحابہ کرام سے استہزا کے طور پر پوچھتے کہ ابھی اس شخص (یعنی محمد ﷺ) نے کیا بیان کیا ہے؟ ہماری سمجھ میں تو اس کی باتیں نہیں آتیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ منافق ہیں اور ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے، اس لیے خیر کی کوئی بات ان میں داخل ہی نہیں ہوتی اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اسی لیے قبول حق کے بجائے کفر و نفاق پر مصر ہیں۔ کافروں کے مذاق کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ [ الحجر : ۱۰ تا ۱۳ ] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں رسول بھیجے۔ اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ہم یہ بات مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور یقیناً (یہی) پہلے لوگوں کا طریقہ گزرا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [ البقرۃ : ۲۱۲ ] ’’ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، دنیا کی زندگی خوشنما بنا دی گئی ہے اور وہ ان لوگوں سے مذاق کرتے ہیں جو ایمان لے آئے، حالانکہ جو لوگ ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔‘‘

**اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ** : دلوں پر مہر لگنے کی کیفیت حدیث میں بیان ہوئی ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ سارے دل پر غالب آ جاتا ہے۔‘‘ [ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳۴ ]

اگلی آیت میں فرمایا کہ ان منافقین کے برعکس جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے راہِ حق کو اپنایا اور وہ اللہ پر ایمان لائے اور عمل صالح کیا، انھیں اللہ نے اتباع حق کی مزید توفیق دی اور تقویٰ والی زندگی گزارنے پر ان کی مدد فرمائی، یعنی انھیں علم نافع

اور عمل صالح کی توفیق سے نوازا۔

﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۝۱۸﴾

''تو وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے قیامت کے کہ وہ ان پر اچانک آ جائے، پس یقیناً اس کی نشانیاں آ چکیں، پھر ان کے لیے ان کی نصیحت کیسے ممکن ہوگی، جب وہ ان کے پاس آ جائے گی۔''

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اہل کفر کی ہٹ دھرمی سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اب انھیں اسی کا انتظار ہے کہ اچانک قیامت آ جائے، تو وہ جان لیں کہ اس کی علامتیں ظاہر ہونے لگی ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب قیامت آ جائے گی تو اس وقت ماضی کو یاد کر کے افسوس کرنے سے کافروں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، اس لیے کہ وہ وقت عمل کا نہیں، بلکہ مکافات عمل کا ہوگا۔

**فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا** : نبی کریم ﷺ کی بعثت قرب قیامت کی ایک بڑی نشانی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۝ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ﴾ [ النجم : ٥٦، ٥٧ ] ''یہ پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے۔ قریب آ گئی وہ قریب آنے والی۔'' قیامت کی دوسری نشانی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ [ القمر : ١ ] ''قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔''
سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور قیامت (اتنے قریب) بھیجے گئے ہیں جتنی قریب یہ دو انگلیاں ہیں۔'' [ بخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ : بعثت أنا و الساعة كهاتين …… الخ : ٦٥٠٥ ]
سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کی نشانیوں میں سے کچھ یہ ہیں، علم کم ہو جائے گا، جہالت پھیل جائے گی، زنا عام ہوگا، عورتیں زیادہ ہوں گی اور مرد کم، حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔'' [ بخاري، كتاب العلم، باب رفع العلم و ظهور الجهل : ٨١ ]
سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دین کا علم اٹھ جائے گا، جہالت اور فتنے پھیل جائیں گے اور حرج عام ہوگا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! حرج کیا ہے؟ آپ نے ہاتھ کو ترچھا ہلا کر بتایا یعنی اس سے قتل مراد تھا۔ [ بخاري، كتاب العلم، باب من أجاب الفتيا بإشارة اليد و الرأس : ٨٥ ]

**فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ** : ارشاد فرمایا: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ [ الأنعام : ١٥٨ ] ''وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے، جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی

شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔ کہہ دے انتظار کرو، بے شک ہم (بھی) منتظر ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین نشانیاں جب ظاہر ہو جائیں گی تو اس وقت ایسے شخص کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہوگا، یا اس نے حالت ایمان میں کوئی نیک کام نہ کیا ہوگا، ایمان لانا مفید نہیں ہوگا: ① سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ ② دجال (کا نکلنا) اور ③ دابۃ الارض (کا ظاہر ہونا)۔" [ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان زمن الذی لا یقبل فیه الإیمان : ۱۵۸ ]

**أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ وَٱسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَىٰكُمْ ﴿١٩﴾**

"پس جان لے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہ کی معافی مانگ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی اور اللہ تمھارے چلنے پھرنے اور تمھارے ٹھہرنے کو جانتا ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اے میرے نبی! آپ اس بات کو ذہن نشین کر لیجیے کہ اس اللہ کے سوا، جو سارے جہاں کا خالق و مالک ہے، کوئی دوسرا معبود نہیں ہے کہ جس کی عبادت کی جائے۔ پس آپ اسی عقیدہ پر جم جائیے، اس سے سرِ مو انحراف نہ کیجیے اور اپنے رب سے اپنے لیے مغفرت طلب کرتے رہیے اور اپنے رب سے مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی مغفرت طلب کیجیے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بھی معاف کر دے۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ وَ جَهْلِیْ وَ إِسْرَافِیْ فِیْ أَمْرِیْ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّیْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ هَزْلِیْ وَ جِدِّیْ وَ خَطَئِیْ وَ عَمْدِیْ وَ كُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ » "اے اللہ! میری خطاؤں، میری جہالت اور میرے امور میں مجھ سے جو زیادتی ہو گئی ہو اسے اور اس چیز کو جسے تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے، بخش دے۔ اے اللہ! میرے بلا ارادہ اور ارادتاً کیے ہوئے گناہوں کو اور میری خطاؤں کو اور میرے قصد کو بخش دے اور یہ سب کچھ میری ہی طرف سے ہے۔" [ بخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی ﷺ : اللهم اغفر لی ما قدمت و ما أخرت : ۶۳۹۹۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الأدعیة : ۲۷۱۹ ]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد اور سلام کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّیْ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ أَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ » "اے اللہ! میں نے جو کچھ پہلے گناہ کیے اور جو بعد میں کیے ہیں اور جو چھپا کر کیے ہیں اور جو ظاہر کیے ہیں اور جو زیادتی کی ہے اور جنھیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے وہ سب بخش دے، تو پہلے تھا

اور تو ہی بعد میں رہے گا، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' [ مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب صلوة النبیﷺ و دعائه باللیل : ۷۷۱ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنے رب کی طرف توبہ کرو، پس تحقیق میں اپنے رب کی طرف استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں ایک دن میں ستر بار سے بھی زیادہ۔'' [ بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبیﷺ فی الیوم واللیلة : ۶۳۰۷۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستکثار فیه : ۲۷۰۲/۴۲، عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما ]

آیت کے آخر میں فرمایا کہ لوگو! اللہ تمھاری پوری خبر رکھتا ہے، دن اور رات کی ایک ایک گھڑی کے متعلق کہ تم اس میں کیا کرتے ہو، رات کہاں گزارتے ہو؟ اس سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے، یعنی وہ تمھارے ہر قول و فعل سے با خبر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ﴾ [ الأنعام : ۶۰ ] ''اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [ هود : ۶ ] ''اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔''

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۚ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ﴿۲۱﴾

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر کیا جاتا ہے تو تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں بیماری ہے، وہ تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے اس شخص کا دیکھنا ہوتا ہے جس پر موت کی غشی ڈالی گئی ہو۔ پس ان کے لیے بہتر ہے۔ حکم ماننا اور اچھی بات کہنا، پھر جب حکم لازم ہو جائے تو اگر وہ اللہ سے سچے رہیں تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہو۔''

ہجرت مدینہ کے بعد مسلمان جن حالات سے گزر رہے تھے اور مکہ اور دیگر علاقوں کے کفار مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ڈھا رہے تھے، انھیں سن سن کر مخلص مسلمانوں کے دل تنگ ہو رہے تھے اور چاہتے تھے کہ انھیں اللہ کی طرف سے جہاد کی اجازت مل جائے، تاکہ کافروں سے قتال کر کے ان سے انتقام لے سکیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں حکم جہاد نازل ہوا، تو وہ آیتیں منافقین پر بجلی بن کر گریں، وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی نظروں سے دیکھنے لگے کہ جیسے ان پر موت کی

بے ہوشی طاری ہو۔ اب تک تو وہ نماز اور دیگر اعمالِ اسلام کے ذریعے سے اپنے مسلمان ہونے کا ظاہری ثبوت بہم پہنچا رہے تھے اور اپنے نفاق پر پردہ ڈال رکھا تھا، لیکن اب جو حکم جہاد آ گیا اور ان سے جان و مال کی قربانی کا مطالبہ ہوا تو موت کا منظر ان کی آنکھوں کے سامنے آ گیا اور بہت سے لوگوں نے اس سے منہ موڑ لیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴾ [ النساء : ۷۷ ] ”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب ان پر لڑنا لکھا گیا اچانک ان میں سے کچھ لوگ، لوگوں سے ڈرنے لگے، جیسے اللہ سے ڈرنا ہو، یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! تو نے ہم پر لڑنا کیوں لکھ دیا، تو نے ہمیں ایک قریب وقت تک مہلت کیوں نہ دی۔ کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی بات مانتے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں زبان سے اچھی بات نکالتے اور انھوں نے اپنی زبان سے جو عہد کیا تھا کہ جب وقت آئے گا تو وہ اللہ کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے، اس عہد میں سچے ثابت ہوتے، تو یہ باتیں ان کے لیے دنیا و آخرت دونوں جگہ بہتر ثابت ہوتیں۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾

”پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔“

اس آیت میں انھی منافقین کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے ظاہری ایمان سے بھی پھر جاؤ گے اور صریح کفر کا اعلان کرو گے، تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم دور جاہلیت کی طرح ایک دوسرے کو قتل کرو گے اور اپنے رشتہ داروں سے نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے بجائے جنگ کرو گے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اپنے اختیار و اقتدار کا غلط استعمال کرو گے اور ایک دوسرے کو ناحق قتل کرو گے۔

صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ احسن انداز میں گفتگو کی جائے، ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور ان پر مال خرچ کیا جائے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بہت سی صحیح احادیث مروی ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر چکا تو ”رحم“ کھڑا ہوا اور رحمٰن سے چمٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ٹھہر جا، اس نے کہا، یہ قطع رحمی (ناتا توڑنا) سے تیری پناہ مانگنے کا مقام ہے۔ اس پر

اللہ عزوجل نے فرمایا، کیا تو اس سے راضی نہیں کہ تجھے ملانے والے کو میں ملاؤں اور تجھے کاٹنے والے کو میں کاٹ دوں؟ اس نے کہا، کیوں نہیں، اے میرے رب! (میں اس پر میں بہت خوش ہوں)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پھر یہی تیرا مقام ہے۔'' (اس حدیث کو بیان فرما کر پھر راوی حدیث) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ ''پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔'' [ بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و تقطعوا أرحامكم ﴾ : ٤٨٣٠۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها : ٢٥٥٤ ]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سرکشی اور قطعہ رحمی دوسرے گناہوں کی بہ نسبت زیادہ لائق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مرتکب کو دنیا میں بھی جلد سزا دے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اس کے لیے اس سزا کو ذخیرہ رکھے۔'' [ مسند أحمد : ٣٨/٥، ح : ٢٠٤٢٣۔ أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في النهي عن البغي : ٤٩٠٢۔ ترمذي، كتاب صفة القيامة، باب في عظم الوعيد على البغي...... الخ : ٢٥١١ ]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حقیقتاً صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو کسی احسان کے بدلے احسان کرے، بلکہ (صحیح معنوں میں) رشتے ناتے ملانے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطعی رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' [ بخاري، كتاب الأدب، باب ليس الواصل بالمكافئ : ٥٩٩١ ]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ رحم رحمٰن کی طرف سے ہے۔ اس کے ملانے والے کو اللہ ملاتا ہے اور اس کے توڑنے والے کو اللہ خود توڑتا ہے۔'' [ ترمذي، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الناس : ١٩٢٤۔ مسند أحمد : ١٦٠/٢، ح : ٦٥٠١۔ أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في الرحمة : ٤٩٤١ ]

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾

''یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔ پس انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔''

آیت میں ان منافقین کا دنیا میں یہ انجام بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، حق بات سننے سے بہرا بنا دیا ہے اور ان کی بصیرت چھین لی ہے، اسی لیے سیدھی راہ کو دیکھ ہی نہیں پا رہے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾

''تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا کچھ دلوں پر ان کے قفل پڑے ہوئے ہیں؟''

یہ آیت بھی منافقین سے متعلق ہے کہ یہ لوگ قرآنِ کریم کی ان آیتوں میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے جو عبرتوں او

نصیحتوں سے بھری پڑی ہیں؟ تا کہ انھیں اپنی غلطی کا علم ہو اور حق کی طرف رجوع کرنے کی سوچیں۔ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں کہ ان کے اندر خیر کی باتیں داخل ہی نہیں ہوتیں؟ یقیناً یہی بات ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اسی لیے قرآن میں مذکور نصیحتوں کا ان کے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ منافقین کی اس حالت کو بیان کرتے ہوئے ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ [ المنافقون : ۳ ] ”یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔“

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ۝۲۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۝۲۶

”بے شک وہ لوگ جو اپنی پیٹھوں پر پھر گئے، اس کے بعد کہ ان کے لیے سیدھا راستہ واضح ہو چکا، شیطان نے ان کے لیے (ان کا عمل ) مزین کر دیا اور ان کے لیے مہلت لمبی بتائی۔ وہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے ان لوگوں سے کہا جنھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی، عنقریب ہم بعض کاموں میں تمھارا کہا مانیں گے اور اللہ ان کے چھپانے کو جانتا ہے۔“

یعنی جن منافقین نے نبی کریم ﷺ اور دین اسلام کی صداقت ظاہر ہو جانے کے باوجود نفاق کی راہ اختیار کی اور جہاد کرنے سے اعراض کیا، درحقیقت شیطان نے ان کی نظروں میں نفاق وارتداد کو خوبصورت بنا دیا اور انھیں بہلایا کہ ابھی تو لمبی عمر پڑی ہے، خوب دادِ عیش ونشاط دے لو، محمد (ﷺ) کا ساتھ دے کر کیوں اپنی جان جوکھوں میں ڈالو گے؟ الغرض، شیطان انسان کو بہکا کر برے کام کی ترغیب دیتا ہے اور صرف ترغیب ہی نہیں دیتا بلکہ بڑی بڑی امیدیں دلاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۝ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [ النساء : ۱۱۹، ۱۲۰ ] ”اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔ وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔“

ان منافقین کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی کے گڑھے میں اس لیے دھکیل دیا کہ انھوں نے مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازش کی اور مشرکوں سے کہا کہ ہم تمھارے خلاف جنگ نہیں کریں گے، بلکہ دوسروں کو بھی روکیں گے کہ وہ محمد (ﷺ) کے ساتھ مل کر تم سے جنگ نہ کریں۔ آخر میں فرمایا کہ جس وقت وہ لوگ مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف خفیہ طور پر سازش کر رہے تھے، اللہ ان کی تمام باتوں کو سن رہا تھا۔ اس سے ان کا کوئی راز پوشیدہ نہیں تھا اور اب

ان ساری باتوں سے اس نے اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو باخبر کر دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا١ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ١ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [ الحشر : ۱۱ ] ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے منافقت کی، وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنھوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا، یقیناً اگر تمھیں نکالا گیا تو ضرور بالضرور ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے اور تمھارے بارے میں کبھی کسی کی بات نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ضرور بالضرور ہم تمھاری مدد کریں گے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔''

**فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ۝۲۷ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ۝۲۸ؒ**

ع ۷

''تو کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے، ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہوں گے۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا اور اس کی خوشنودی کو برا جانا تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔''

یعنی ان منافقین کا حال کیا ہوگا جب فرشتے ان کے پاس ان کی روحوں کو قبض کرنے کے لیے آئیں گے اور روحیں ان کے جسموں میں چھپنے کی کوشش کریں گی تو فرشتے انھیں سختی کر کے، ڈانٹ ڈپٹ کر اور مار مار کر باہر نکالیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ١ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [ الأنفال : ۵۰، ۵۱ ] ''اور کاش! تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔ اور جلنے کا عذاب چکھو۔ یہ اس کے بدلے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اس لیے کہ یقیناً اللہ بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ١ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ١ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [ الأنعام : ۹۳ ] ''اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔''

آگے فرمایا کہ ان کے ساتھ ایسا رسوا کن برتاؤ اس لیے ہوگا کہ انھوں نے وہ کام کیے تھے جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے، یعنی اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب کا انکار کیا تھا اور جن کاموں سے اللہ راضی ہوتا ہے ان کو انھوں نے برا جانا تھا۔ ایمان، توحید اور اطاعت و بندگی سے منہ موڑا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے منافقانہ ایمان اور دکھلاوے کے

اعمال کو ضائع کر دیا۔ دنیا میں نفاق کی زندگی بسر کرتے رہے اور مخلص مسلمانوں کی نگاہوں میں ذلیل بنے رہے اور اب موت کے وقت ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مار پڑ رہی ہے۔

**اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ اَنۡ لَّنۡ یُّخۡرِجَ اللّٰہُ اَضۡغَانَہُمۡ ﴿۲۹﴾**

”یا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں کوئی بیماری ہے، یہ خیال کر لیا ہے کہ اللہ ان کے کینے کبھی ظاہر نہیں کرے گا۔“

یعنی کیا منافقین یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا معاملہ اپنے مومن بندوں کے سامنے واضح نہیں فرمائے گا؟ کیوں نہیں! وہ ان کے معاملے کو ضرور واضح فرما دے گا، تاکہ عقل مند انھیں سمجھ لیں اور ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔

**وَ لَوۡ نَشَآءُ لَاَرَیۡنٰکَہُمۡ فَلَعَرَفۡتَہُمۡ بِسِیۡمٰہُمۡ ؕ وَ لَتَعۡرِفَنَّہُمۡ فِیۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ اَعۡمَالَکُمۡ ﴿۳۰﴾**

”اور اگر ہم چاہیں تو ضرور تجھے وہ لوگ دکھا دیں، پھر یقیناً تو انھیں ان کی نشانی سے پہچان لے گا اور تو انھیں بات کے انداز سے ضرور ہی پہچان لے گا اور اللہ تمھارے اعمال جانتا ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر ہم چاہیں تو آپ کو ایک ایک منافق کا پتا دے دیں، آپ ہر ایک کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان کی نشانیوں سے ان کو پہچان لیں، لیکن اللہ نے اپنی حکمت و مصلحت کے پیش نظر ان میں سے بہتوں پر پردہ ڈال دیا، مگر پردہ پوشی کے باوجود وہ اپنے طرزِ کلام سے پہچانے جاتے ہیں۔ جب دیکھیے وہ آپ کی اور مسلمانوں کی شان گھٹانے والی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ لوگو! اللہ تم سب کے اعمال سے خوب واقف ہے اور ہر ایک کو روز قیامت اس کے اعمال کا بدلہ ضرور چکائے گا، اس لیے تم میں سے ہر کوئی اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے اور اس دن کی برائی سے پناہ مانگتا رہے۔

**وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ حَتّٰی نَعۡلَمَ الۡمُجٰہِدِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَ الصّٰبِرِیۡنَ ۙ وَ نَبۡلُوَا۠ اَخۡبَارَکُمۡ ﴿۳۱﴾**

”اور ہم ضرور ہی تمھیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔“

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم تمھیں جہاد کرنے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور دیگر اوامر و نواہی کا حکم دے کر آزمائیں گے، تاکہ دیکھیں کہ کس نے اخلاص کے ساتھ ہماری راہ میں جہاد کیا ہے اور صبر و ثابت قدمی کا ثبوت دیا ہے اور کون ان احکام سے تنگ دل ہوا ہے۔ تمھارے اقوال و اعمال سے متعلق جو صحیح خبریں ہیں ہم انھیں ظاہر کر دیں گے، تاکہ لوگ جان لیں کہ مومن کون ہیں اور منافق کون؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلٰی مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَیۡہِ حَتّٰی یَمِیۡزَ الۡخَبِیۡثَ مِنَ الطَّیِّبِ ﴾ [ آل عمران : ۱۷۹ ] ”اللہ کبھی ایسا نہیں کہ ایمان والوں کو اس حال پر چھوڑ دے

جس پر تم ہو، یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ﴾ [ آل عمران : ١٦٦، ١٦٧ ] ''اور جو مصیبت تمھیں اس دن پہنچی جب دو جماعتیں بھڑیں تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور تاکہ وہ ایمان والوں کو جان لے۔ اور تاکہ وہ ان لوگوں کو جان لے جنھوں نے منافقت کی۔''

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ کے موقع پر انتظار کیا، پھر جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''لوگو! دشمن سے ملاقات (یعنی لڑائی) کی آرزو مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو، لیکن جب ایسا موقع آ جائے کہ تمھاری دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدمی سے لڑو اور بات جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔'' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: (( اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَ مُجْرِيَ السَّحَابِ، وَ هَازِمَ الْأَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ )) ''اے اللہ! کتاب کے اتارنے والے، بادلوں کو چلانے والے، (دشمن کے) لشکروں کو شکست دینے والے، ان کو شکست فاش سے دوچار فرما اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔'' [ بخاري، كتاب الجهاد، باب لا تمنوا لقاء العدو : ٣٠٢٤، ٣٠٢٥۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كراهة تمني لقاء العدو و الأمر بالصبر عند اللقاء : ١٧٤٢ ]

## اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا وَ سَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی، اس کے بعد کہ ان کے لیے سیدھا راستہ صاف ظاہر ہو گیا، وہ ہرگز اللہ کا کوئی نقصان نہ کریں گے اور عنقریب وہ ان کے اعمال ضائع کر دے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن منافقین نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی، لوگوں کو قبول اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے روکا، ان کی مخالفت کی اور ان سے جنگ کی، حالانکہ ان کے سامنے حق واضح ہو چکا تھا اور دین حق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت دلائل و براہین سے ثابت ہو چکی تھی، وہ جان لیں کہ ان کے کفر وارتداد کا نقصان انھی کو پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری نیک اعمال کو رائگاں کر دے گا، اس لیے کہ کفر کی وجہ سے ان کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوگا۔

وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ : یعنی اللہ تعالیٰ دین اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کی تمام سازشوں کو ناکام بنا دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ [ الصف : ٨، ٩ ] ''و

چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔"

**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾**

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور اس رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل مت کرو۔"

اس آیت میں ایمان والوں کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہیں، منافقین کی طرح نفاق اور پوشیدہ ارتداد کے ذریعے سے اپنے ظاہری نیک اعمال کو ضائع نہ کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [ الأعراف : ۳ ] "اس کے پیچھے چلو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں کے پیچھے مت چلو۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔"

الغرض، آیت زیر تفسیر کی رو سے جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم موجود نہ ہو وہ مردود ہے اور اسے قبول نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو اس کا وہ (عمل) مردود ہے۔" [ مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ...... الخ : ۱۷۱۸/۱۸ ]

**اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾**

"بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، پھر اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو انھیں اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرتے ہیں، لوگوں کو دین اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور کفر سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہونے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو کبھی بھی معاف نہیں کرے گا، بلکہ انھیں دائمی عذاب میں مبتلا کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ [ البقرة : ۱۶۱، ۱۶۲ ] "بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کی اور فرشتوں اور لوگوں کی، سب کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ

لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [ النساء : ٤٨ ] ”بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔“

فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

”پس نہ کمزور بنو اور نہ صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی سب سے اونچے ہو اور اللہ تمھارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تم سے تمھارے اعمال کم نہ کرے گا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نصیحت کی ہے کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے میں ہرگز اپنی کمزوری ظاہر نہ ہونے دو اور جہاد کی طاقت ہونے کے باوجود دشمنوں کو صلح کی پیش کش نہ کرو۔ بہرحال غلبہ تمھیں ہی حاصل ہوگا اور سربلند تم ہی ہو گے۔ جب تک تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے اللہ تمھاری مدد کرتا رہے گا اور تمھارے نیک اعمال کا اجر کچھ بھی کم نہیں کرے گا، بلکہ پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل و کرم سے زیادہ دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ [ آل عمران : ١٣٩ ] ”اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہو، اگر تم مومن ہو۔“ ”اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہو، اگر تم مومن ہو۔“

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ يُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾

”دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور دل لگی کے سوا کچھ نہیں اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچے رہو، تو وہ تمھیں تمھارے اجر دے گا اور تم سے تمھارے اموال نہیں مانگے گا۔ اگر وہ تم سے ان کا مطالبہ کرے، پھر تم سے اصرار کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ تمھارے کینے ظاہر کر دے گا۔“

فرمایا کہ دنیاوی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں ہے، محض دھوکا ہے۔ یہاں کی کسی چیز کو ثبات و دوام حاصل نہیں ہے، ہر شے فانی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نصیحت کی ہے کہ تم لوگ اس فانی زندگی کی لذتوں میں مشغول ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہرگز نہ چھوڑو۔ مزید فرمایا کہ اگر تم اللہ پر ایمان لاؤ گے اور کفر و معاصی سے بچو گے تو اس کا وعدہ ہے کہ وہ تمھارا اجر ضائع نہیں کرے گا، اسے تمھارا مال نہیں چاہیے، کیونکہ وہ تو غنی اور بے نیاز ہے، اگر وہ تم سے مال مانگتا تو تم بخیلی کرنے لگتے اور اسلام کے خلاف تمھارے دل کے کینے باہر آ جاتے۔ وہ تو تم سے توحید، انکار شرک اور صرف اپنی اطاعت و بندگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ [ البقرة : ٢٧٢ ] ”تیرے ذمے

انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے سو تمھارے اپنے ہی لیے ہے اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا ادا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾

''سنو! تم وہ لوگ ہو کہ تم بلائے جاتے ہو، تاکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ ہی بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر بھلائی اور خیر کے کاموں میں مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی جاتی ہے، تو ان میں سے بعض لوگ بخیلی کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس بخل کا نقصان انھیں ہی پہنچتا ہے، یعنی اجر عظیم سے محروم ہو جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [ البقرۃ : ۱۹۵ ] ''اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [ آل عمران : ۱۸۰ ] ''اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پورا باخبر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [ التوبۃ : ۷۵، ۷۶ ] ''اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا کہ یقیناً اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے کچھ عطا فرمایا تو ہم ضرور ہی صدقہ کریں گے اور ضرور ہی نیک لوگوں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اس نے انھیں اپنے فضل میں سے کچھ عطا فرمایا تو انھوں نے اس میں بخل کیا اور منہ موڑ گئے، اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے تھے۔''

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ : یعنی اللہ کو بندوں کے مال کی ضرورت نہیں ہے، وہ تو غنی اور بے نیاز ہے اور زمین کے خزانوں کا وہی مالک ہے، محتاج تو بندے ہیں کہ کوئی چیز ان کے اختیار میں نہیں ہے، ان کی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ محتاجیوں کے بیچ گھرا ہوا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ [ فاطر : ۱۵ ] ''اے لوگو! تم ہی اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی سب سے بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔''

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ : فرمایا کہ لوگو! اگر تم ایمان اور تقویٰ کی راہ سے پھر جاؤ گے، تو وہ تمھاری بجائے ایک دوسری قوم کو لے آئے گا جو تم سے زیادہ اللہ کی مطیع و فرماں بردار ہوگی، اس کی راہ میں خرچ کرنے سے تمھاری طرح بخل نہیں کرے گی اور اس کے تمام اوامر و نواہی کو پورے طور پر بجا لائے گی، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہیں کرو تو اللہ تعالیٰ تمھیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگ پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اس سے بخشش مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو بخشے گا۔'' [ مسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار و التوبة : ۲۷۴۹ ]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی، جس میں ہے: ﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ﴾ [ الجمعة : ۳ ] تو میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے تین بار یہی سوال کیا، اس وقت ہم لوگوں میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے اپنا ہاتھ ان پر رکھ کر فرمایا: ''اگر ایمان اوجِ ثریا پر ہوتا تب بھی ان لوگوں میں سے کئی وہاں تک پہنچ جاتے۔'' [ بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و اخرين منهم لما يلحقوا بهم ﴾ : ۴۸۹۷ ]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

...تَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾

"بے شک ہم نے تجھے فتح دی، ایک کھلی فتح۔ تاکہ اللہ تیرے لیے بخش دے تیرا کوئی گناہ جو پہلے ہوا اور جو پیچھے ہوا اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کرے اور تجھے سیدھے راستے پر چلائے۔ اور (تاکہ) اللہ تیری مدد کرے، زبردست مدد۔"

یعنی ہم نے آپ کو بین اور واضح فتح عطا فرمائی، اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے، کیونکہ اس کے سبب بہت خیر و بھلائی حاصل ہوئی، لوگوں کو امن حاصل ہو گیا اور انھیں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے ہونے کا موقع مل گیا، یعنی مومنوں کو کافروں کے ساتھ میل ملاقات کا موقع مل گیا اور علم نافع اور ایمان کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

صلح کی ظاہری شرطوں کو قبول کرنے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو بہت زیادہ صبر و ضبط سے کام لینا پڑا، لیکن اس کے نتائج اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بہت ہی مفید ثابت ہوئے۔ یہ عظیم نتائج نبی کریم ﷺ کے صبر و ضبط کی وجہ سے حاصل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے۔ یہ شرف عظیم صرف رسول اللہ ﷺ ہی کو حاصل ہے کہ آپ نے تمام امور میں کمال درجے کی اطاعت اور صبر و استقامت کو اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی نعمت تمام کر دی، آپ کے دشمنوں کو مغلوب بنایا اور اسلامی حکومت کے علاقے دن بدن پھیلتے چلے گئے، نیز آپ کی راہنمائی اس دین مبین کی طرف کی جس میں کوئی کجی نہیں ہے اور آپ سے مستقبل میں ایسی فتح و کامرانی کا وعدہ فرمایا کہ جس کے بعد اسلام قوی سے قوی تر ہوتا چلا گیا اور اہل کفر ذلیل و خوار ہوتے گئے، ان کی تعداد اور ان کی قوت گھٹتی چلی گئی

اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی، جس کی وجہ سے ان کی اجتماعی حالت بھی پہلے سے بہتر ہوتی چلی گئی۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو، فتح مکہ بھی ایک فتح ہے، لیکن ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کے واقعہ کو (حقیقی) فتح گنتے ہیں۔ اس موقع پر ہم چودہ سو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حدیبیہ دراصل ایک کنویں کا نام تھا، ہم نے اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق پانی لینا شروع کیا، یہاں تک کہ ہم نے اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ آخر پانی نہ ہونے کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہنچی تو آپ اس کنویں کے پاس آئے اور اس کے کنارے بیٹھ گئے۔ آپ نے پانی کا برتن منگوا کر وضو کیا اور کلی کی، پھر کچھ دعا کی اور وہ پانی اس کنویں میں ڈلوا دیا۔ تھوڑی دیر کے لیے ہم نے کنویں کو یونہی چھوڑ دیا اور اس کے بعد جتنا ہم نے چاہا اس میں سے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو پلایا۔ [ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ ...... الخ : ۴۱۵۰ ]

سیدنا زید بن اسلم اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کے ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، تین مرتبہ انھوں نے آپ سے کچھ پوچھا، آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے) کہا کہ تیری ماں تجھ پر روئے، تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ سوال کیا اور آپ نے ایک مرتبہ بھی جواب نہیں دیا۔ پھر مجھے خوف لاحق ہونے لگا کہ کہیں میرے (اس رویے کے) بارے میں آسمان سے کوئی وحی ہی نازل نہ ہو جائے، چنانچہ میں نے اپنی سواری تیز کی اور آگے نکل گیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے سنا کہ کوئی منادی (میرے نام کی) ندا کر رہا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے آپ سے) کہا کہ میں تو پہلے ہی ڈر رہا تھا کہ میرے بارے میں وحی نازل ہوگی، کہتے ہیں کہ (خیر) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا، تو آپ نے فرمایا: ''گزشتہ شب مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے، جو مجھے دنیا اور دنیا کی ان تمام چیزوں سے زیادہ پیاری ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔'' پھر آپ نے اس (سورت) کی تلاوت فرمائی: ﴿ اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ﴾

[ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ الفتح : ۵۰۱۲ ]

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے صلح حدیبیہ سے متعلق ایک تفصیلی حدیث مروی ہے، جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ فتح نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور انھیں سورۂ فتح پڑھائی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے اللہ کے رسول! کیا یہ فتح مبین ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ خوشی خوشی لوٹے۔ [ مسلم، کتاب الجهاد، باب صلح الحديبية : ۱۷۸۵ ]

لِيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۝ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ ﴾ اِلٰی قَوۡلِهٖ : ﴿ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ﴾ [ الفتح : ۱ تا ۵ ] اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ غمگین اور افسردہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ

میں ہدی کو نحر کر دیا تھا (کیونکہ کافروں نے آپ کو مکہ میں جانے سے روک دیا تھا)۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔“ صحیح بخاری میں ہے کہ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو مبارک باد دینے لگے اور کہا، اے اللہ کے رسول! (یہ تو ہوئی آپ کے لیے) ہمارے لیے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی : ﴿ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ﴾ ”تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے اور ان سے ان کی برائیاں دور کرے اور یہ ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔“ [ مسلم، کتاب الجهاد، باب صلح الحديبية : ۱۷۸۶۔ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية ...... الخ : ۴۱۷۲ ]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو کھڑے رہتے، یہاں تک کہ آپ کے پاؤں میں ورم آ جاتا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں، آپ کے تو اللہ نے پہلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟“ [ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب إكثار الأعمال والاجتهاد في العبادة : ۲۸۲۰ ]

سیدنا عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، کیا روزے دار بوسہ دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ان (ام سلمہ) سے پوچھ لو۔“ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے ہیں۔ عمر بن ابو سلمہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ اللہ نے معاف کر دیے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔“ [ مسلم، کتاب الصيام، باب بيان أن القبلة في الصوم ليس محرمة على من لم تحرك شهوته : ۱۱۰۸ ]

وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ : ارشاد فرمایا: ﴿ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾ [ المائدة : ۳ ] ”آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔“

وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا : یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کے مقام و مرتبہ کو بلند کر کے آپ کے دشمنوں پر آپ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی عزت ہی میں اضافہ فرماتا ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سر بلند فرما دیتا ہے۔“ [ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب استحباب العفو و التواضع : ۲۵۸۸ ]

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ۝۴

''وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکینت نازل فرمائی، تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں زیادہ ہو جائیں اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

صلح کی شرطوں کی وجہ سے پہلے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑا اضطراب پیدا ہوا، سب سے زیادہ اضطراب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہوا، لیکن جب صحابہ نے اس حالت اضطراب میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی کہ اللہ اور اس کے رسول کی بات ماننے میں ہی ہر خیر ہے، تو اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل مطمئن ہو گئے اور ان کی پریشانی دور ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ احسان کیا کہ اس نے ان کے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ پیدا کر کے ان کی بے قراری کا خاتمہ کیا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ایمان میں اضافہ ہوا۔ اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات کریمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ [ بخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي ﷺ : بني الإسلام على خمسٍ، قبل الحديث : ٨ ]

آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں اس کے بہت سے لشکر ہیں، ان کے علاوہ کائنات کا ہر ذرہ اللہ کے تابع فرمان ہے، ان لشکروں کے ذریعے سے جب چاہے کافروں کو نیست و نابود کر دے، لیکن اس نے جہاد و قتال کو اپنے مومن بندوں پر اپنی حکمتوں کی وجہ سے فرض کیا ہے، جنھیں وہی بہتر جانتا ہے۔

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ۝۵

''تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے اور ان سے ان کی برائیاں دور کرے اور یہ ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت میں فرمایا کہ جہاد و قتال اور اطاعت و بندگی کی حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور عورتوں کو ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اللہ کے ہاں یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ کیونکہ دخولِ جنت کے بعد ہر غم دور ہو جائے گا اور ہر خوشی حاصل ہو جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴾ [ البروج : ۱۱ ] ''بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ [ الفتح : ۱ تا ۵ ] اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس آرہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ غمگین اور افسردہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ ہی میں ہدی کو نحر کر دیا تھا (کیونکہ کافروں نے آپ کو مکہ میں جانے سے روک دیا تھا)۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔'' صحیح بخاری میں ہے کہ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو مبارک باد دینے لگے اور کہا، اے اللہ کے رسول! (یہ تو ہوئی آپ کے لیے) ہمارے لیے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ ''تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے اور ان سے ان کی برائیاں دور کرے اور یہ ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔'' [مسلم، كتاب الجهاد، باب صلح الحديبية : ۱۷۸۶۔ بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية ...... الخ : ۴۱۷۲ ]

﴿ وَّ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ ﴾

''اور (تاکہ) ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں گمان کرنے والے ہیں، برا گمان، انھی پر بری گردش ہے اور اللہ ان پر غصے ہوا اور اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار کی اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

جہاد اسلامی کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دینا چاہتا ہے، جنھوں نے اللہ سے غلط توقع کی کہ وہ اپنے رسول اور مسلمانوں کی مدد نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ برا انجام ان کا انتظار کر رہا ہے، اللہ انھیں دنیا میں انواع و اقسام کے عذاب سے دو چار کرے گا، ان پر اس کا غضب نازل ہوگا اور قیامت کے دن انھیں وہ اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔ اس نے ان کا ٹھکانا جہنم بنا رکھا ہے، جو بہت ہی بری جگہ ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ کے اشارے کے منتظر ہوتے ہیں، اس لیے اس کے قبضۂ قدرت سے کون باہر جا سکتا ہے اور جسے وہ سزا دینا چاہے وہ کب اس کی زد سے بچ سکتا ہے؟ وہ تو زبردست اور ہر چیز پر غالب ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ۝۸ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝۹﴾

”بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور دن کے شروع اور آخر میں اس کی تسبیح کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ اے میرے نبی! ہم نے آپ کو اللہ کی وحدانیت اور کمالِ مطلق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے، یعنی آپ نے ان دنیا والوں کے سامنے اس بات کا اعلان کر دیا کہ اللہ کی ذات یکتا، ہر عیب سے پاک اور ہر اعتبار سے کامل ہے۔ ہم نے آپ کو آپ کی امت کے لیے اس بات کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے کہ آپ نے اپنے رب کا دین ان تک پہنچا دیا اور آپ ایمان اور تقویٰ والوں کو جنت کی بشارت دینے والے اور اہل کفر و معاصی کو جہنم کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

پھر مومنوں سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے مومنو! ہم نے انھیں اس لیے بھیجا ہے تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اس کے دین کی تائید اور اس کا دفاع کرو، ذات باری تعالیٰ کی تعظیم کرو، اس کی وحدانیت کا اقرار کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔

**اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا** : ارشاد فرمایا: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ [ النساء : ٤١ ] ”پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔“ یہ امت بھی انبیاء ﷺ کی تبلیغ کی گواہی دے گی اور رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی صداقت کی گواہی دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ [ البقرة : ١٤٣ ] ”اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔“ اور فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا﴾ [ الأحزاب : ٤٥ ] ”اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن نوح (علیہ السلام) کو بلایا جائے گا۔ نوح کہیں گے، اے میرے رب! میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، جی ہاں! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا، کیا انھوں نے تم کو (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے، ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، (اے نوح!) تمھارا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد (ﷺ) اور ان کی امت۔ الغرض (اس امت کے لوگ) گواہی دیں گے کہ بے شک انھوں نے (دین) پہنچا دیا

تھا اور رسول تم پر گواہ ہوں گے۔'' یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [ البقرة : ١٤٣ ] ''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔'' [ بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالٰى : ﴿ و كذلك جعلنكم أمة وسطًا ...... الخ ﴾ : ٤٤٨٧ ]

**وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ** : ﴿ وَتُوَقِّرُوْهُ ﴾ یہ توقیر سے ہے جس کے معنی احترام، اجلال اور تعظیم بجا لانے کے ہیں۔ سیدنا عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جو اس وقت (یعنی صلح حدیبیہ کے وقت) مشرک تھے اور قریش کے نمائندہ بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے، وہ جب قریش کے پاس واپس لوٹے تو انھوں نے کہا، اے میری قوم! اللہ کی قسم! میں بڑے بڑے بادشاہوں سے مل چکا ہوں، میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہ دیکھے ہیں، لیکن اللہ کی قسم میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کی اس کے ساتھی اتنی تعظیم کرتے ہوں، جتنی تعظیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ساتھی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ تھوکتے بھی ہیں تو ان کے منہ سے نکلنے والا تھوک ان کے کسی ساتھی کی ہتھیلی ہی میں گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور اپنی جلد پر مل لیتا ہے، اور جب وہ کوئی حکم جاری کرتے ہیں تو ان کے ساتھی اس کی بجا آوری میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے وضو پر لڑائی ہو جائے گی (یعنی ہر ایک کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وضو والا پانی اسے مل جائے) اور جب وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو ان کے پاس اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور ان کی تعظیم کی بنا پر ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ [ بخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد : ٢٧٣١، ٢٧٣٢ ]

**اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ⑩** ع ٩

''بے شک وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جس نے عہد توڑا تو درحقیقت وہ اپنی ہی جان پر عہد توڑتا ہے اور جس نے وہ بات پوری کی جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ اسے جلد ہی بہت بڑا اجر دے گا۔''

یہاں بیعت سے مراد بیعت رضوان ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیبیہ کے مقام پر ایک درخت کے نیچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کی تھی کہ وہ اہل مکہ سے جنگ کریں گے اور کسی بھی حال میں میدان چھوڑ کر راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ اس بیعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ بظاہر مسلمان یہ بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کر رہے تھے، لیکن دراصل یہ معاہدہ اور بیعت اللہ کے ساتھ ہے۔ بیعت کرتے وقت اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا۔ انھوں نے جنت کے بدلے اللہ سے اپنی جانوں کا سودا کر لیا ہے، اس لیے اب جو کوئی نقضِ عہد کرے گا اور کافروں سے جنگ

نہیں کرے گا تو اس کا نقصان اسے ہی پہنچے گا اور جو کوئی اللہ سے کیے گئے معاہدہ کی پاسداری کرے گا اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مل کر کافروں سے جنگ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا، یعنی اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر مکہ والوں کے نزدیک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی عزت والا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ مکہ والوں کے ہاں بھیجتے۔ رسول اللہ ﷺ نے عثمان کو بھیجا اور بیعت رضوان ان کے مکہ جانے کے بعد ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔'' پھر اس کو اپنے بائیں ہاتھ پر مارا اور فرمایا: ''یہ عثمان کی بیعت ہے۔'' [ بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان أبی عمرو القرشی رضی اللہ عنہ : ۳۶۹۹ ]

یزید بن ابی عبید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا، اے ابومسلم! اس دن تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے تھے؟ سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا، موت پر۔ [ بخاری، کتاب الجهاد، باب البیعة فی الحرب ...... الخ : ۲۹۶۰ ]

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے درخت والے دن اپنے آپ کو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ جب لوگوں سے بیعت لے رہے تھے تو میں درخت کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو آپ کے سر سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا، اس دن ہماری تعداد چودہ سو تھی، ہم نے یہ بیعت موت پر نہیں کی تھی، بلکہ ہم نے یہ بیعت اس بات پر کی تھی کہ میدانِ جنگ سے بھاگیں گے نہیں۔ [ مسلم، کتاب الإمارة، باب استحباب مبایعة الإمام...... الخ : ۱۸۵۸ ]

رسول اللہ ﷺ نے یہ بیعت ببول کے ایک درخت کے نیچے لی تھی، جیسا کہ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے۔ (واقعہ یہ ہے کہ) حدیبیہ کے دن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے پاس سے اپنا گھوڑا لانے کے لیے بھیجا، تاکہ اس پر سوار ہو کر لڑیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس بیعت کی خبر نہیں ہوئی۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ (ادھر سے گزرے تو انھوں) نے آپ سے بیعت کر لی، پھر گھوڑا لینے گئے، اسے لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو عمر رضی اللہ عنہ اس وقت لڑائی کے لیے زرہ پہن رہے تھے۔ عبد اللہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ساتھ گئے اور یوں عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ یہ وہ واقعہ ہے جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے۔ [ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحدیبیة ...... الخ : ۴۱۸۶ ]

رسول اللہ ﷺ بیعت لے رہے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کے ہاتھ کو سہارا دیے ہوئے تھے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چودہ سو آدمی تھے، ہم نے آپ سے بیعت کی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور یہ بیعت

کیکر کے ایک درخت کے نیچے کی جا رہی تھی۔ [ مسلم، كتاب الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام الجيش ...... الخ : ۱۸۵٦ ]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ پہنچے۔ ہم چودہ سو آدمی تھے اور وہاں (ہمارے پاس ) پچاس بکریاں تھیں جن کو کنویں کا پانی سیر نہیں کر سکتا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ آپ نے دعا کی یا کنویں میں تھوکا تو کنواں (پانی سے ) ابلنے لگا۔ ہم نے جانوروں کو پانی پلایا اور خود بھی پیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیعت کے لیے ایک درخت کے نیچے بلایا۔ میں نے لوگوں میں سب سے پہلے آپ سے بیعت ہونے کی سعادت حاصل کی۔ آپ بیعت لیتے رہے، یہاں تک کہ آدھے آدمیوں نے بیعت کر لی۔ اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا: ”اے سلمہ! بیعت کرو۔“ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں تو لوگوں سے پہلے ہی آپ سے بیعت کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”پھر سہی۔“ آپ نے مجھے بے ہتھیار دیکھا تو آپ نے ایک بڑی یا چھوٹی ڈھال مجھے دی۔ پھر آپ بیعت لینے لگے۔ یہاں تک کہ لوگ ختم ہونے لگے۔ اس وقت آپ نے پھر مجھ سے فرمایا: ”اے سلمہ! کیا تم مجھ سے بیعت نہیں کرو گے؟“ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں تو آپ سے شروع میں بھی بیعت کر چکا ہوں اور درمیان میں بھی کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”پھر سہی۔“ غرض یہ کہ میں نے تیسری مرتبہ آپ سے بیعت کی۔ پھر آپ نے فرمایا: ”اے سلمہ! تمھاری وہ بڑی یا چھوٹی ڈھال کہاں ہے جو میں نے تمھیں دی تھی؟“ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے چچا عامر مجھے ملے تو وہ بے ہتھیار تھے، چنانچہ میں نے وہ ڈھال انھیں دے دی۔ یہ سن کر آپ ہنسے اور فرمایا: ”تمھاری مثال تو اس اگلے شخص کی سی ہے جس نے دعا کی تھی، یا اللہ! مجھے ایسا دوست دے جو مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب ہو۔“ [ مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة ذي قرد وغيرها : ۱۸۰۷ ]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے ام مبشر رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: ”ان شاء اللہ، درخت کے نیچے بیعت کرنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔“ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، کیوں نہیں، اللہ کے رسول! تو آپ نے انھیں ڈانٹا۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ﴾ [ مريم : ۷۱ ] ”اور تم میں سے جو بھی ہے اس پر وارد ہونے والا ہے۔“ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یقیناً یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴾ [ مريم : ۷۲ ] ”پھر ہم ان لوگوں کو بچا لیں گے جو ڈر گئے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔“ [ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أصحاب الشجرة ......الخ : ۲٤۹٦ ]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کا ایک غلام آیا اور اس نے حاطب رضی اللہ عنہ کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی، اے اللہ کے رسول! حاطب ضرور بضرور جہنم میں داخل ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو غلط

کہتا ہے، وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے تو بدر اور حدیبیہ میں شرکت کی ہے۔“ [ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن أبي بلتعة و أهل بدر رضی الله عنهم : ۲٤٩٥ ]

**فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ** : ارشاد فرمایا: ﴿ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [ آل عمران : ٧٦، ٧٧ ] ”کیوں نہیں! جو شخص اپنا عہد پورا کرے اور ڈرے تو یقیناً اللہ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت لیتے ہیں، وہ لوگ ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ قیامت کے دن نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (ان میں سے) ایک وہ شخص جس کے پاس راستے میں ضرورت سے زیادہ پانی ہو اور وہ مسافر کو نہ دے، دوسرا وہ شخص جو محض دنیا کمانے کی غرض سے کسی امام کی بیعت کرے۔ اگر وہ اس کو دنیا کا مال و متاع، جو وہ چاہتا ہے، دے دے تو وہ بیعت پوری کرے ورنہ پوری نہ کرے اور تیسرا وہ شخص جو عصر کی نماز کے بعد (بازار میں) کچھ سامان بیچے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھا کر کہے کہ اس سامان کی اسے اتنی قیمت مل رہی تھی، چنانچہ خریدار اسے سچا سمجھ کر وہ سامان خرید لے (حالانکہ وہ جھوٹا تھا) اور اسے اتنی قیمت نہیں مل رہی تھی۔“ [ بخاری، کتاب الأحكام، باب من بايع رجلاً لا يبايعه إلا للدنيا : ۷۲۱۲ ]

**سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۱**

”عنقریب بدویوں میں سے پیچھے چھوڑ دیے جانے والے تجھ سے کہیں گے کہ ہمارے اموال اور ہمارے گھر والوں نے ہمیں مشغول رکھا، سو تو ہمارے لیے بخشش کی دعا کر۔ وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔ کہہ دے پھر کون ہے جو اللہ سے تمھارے لیے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو، اگر وہ تمھارے بارے میں کسی نقصان کا ارادہ کرے، یا وہ تمھارے ساتھ کسی فائدے کا ارادہ کرے، بلکہ اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پورا باخبر ہے۔“

اس آیت میں مدینہ کے آس پاس رہنے والے دیہاتی قبائل کا حال بیان کیا گیا ہے، جن کے نام غفار، مزینہ، جہینہ، اسلم اور اشجع وغیرہ تھے۔ صلح حدیبیہ کے سال، عمرہ کے لیے مکہ کی طرف روانگی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں

بھی اپنے ساتھ چلنے کو کہا تھا، لیکن کفارِ قریش کے ڈر سے یہ لوگ نہیں گئے۔ ان کا خیال تھا کہ قریش مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے اور ان میں سے کوئی بھی واپس نہیں آ سکے گا۔ ان کی اسی بد نیتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں اپنے رسول کی صحبت اور بیعت رضوان جیسی با برکت بیعت اور اس کے فضائل و برکات سے محروم رکھا۔ انھی دیہاتیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! جب آپ مدینہ پہنچیں گے تو وہ دیہاتی آپ کے پاس آ کر عذر لنگ پیش کریں گے اور کہیں گے کہ ہم اپنے کاروبار میں لگے رہ گئے اور ہماری عدم موجودگی میں ہمارے بال بچوں کی دیکھ بھال کرنے والا بھی کوئی نہیں تھا، اسی لیے ہم آپ کے ساتھ نہیں جا سکے تھے، آپ ہمارے رب سے ہمارے لیے مغفرت طلب کر دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نفاق ظاہر کر دیا اور انھیں جھٹلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں، وہ تو شک و نفاق میں مبتلا ہیں اور آپ سے طلب استغفار میں بھی صادق نہیں ہیں، اس لیے کہ وہ اپنے کیے پر نادم اور اپنے گناہ سے تائب نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان سے کہا کہ اگر اللہ تمھیں نقصان پہنچانا چاہے، یا تمھیں نفع ہی پہنچانا چاہے، تو اسے اس کے ارادوں سے کوئی نہیں روک سکتا ہے، یعنی تمھارے نفاق اور کذب بیانی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی طلب مغفرت کا تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، آخر میں فرمایا کہ اللہ تمھارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے اور وہ تمھیں اس کا بدلہ ضرور چکائے گا۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَ مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾

بلکہ تم نے گمان کیا کہ رسول اور ایمان والے کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہیں آئیں گے اور یہ بات تمھارے دلوں میں خوشنما بنا دی گئی اور تم نے گمان کیا، برا گمان اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا تو یقیناً ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔“

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی زبانی ہی دیہاتیوں سے کہا گیا ہے کہ تم یہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی بچ کر نہیں آ سکے گا، کفارِ قریش ان میں سے ایک ایک کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے، شیطان نے تمھارے دلوں میں اس خیال کو خوب پختہ کر دیا کہ اب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد نہیں کر سکے گا اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی واپس نہیں لوٹے گا، یہی اصل وجہ تھی کہ تم لوگ ہمارے ساتھ نہیں گئے، وہ عذر صحیح نہیں ہے جو تم نے اپنی زبانوں سے بیان کیا ہے اور تم اپنے اسی نفاق، کذب بیانی اور مسلمانوں کے ساتھ غداری کی وجہ سے اللہ کی ناراضی اور اپنی ہلاکت کے مستحق بن گئے ہو۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے گا، ایسے کافروں کی

سزا کے لیے ہم نے جہنم کی بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾

''اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا وہی مالک و حاکم ہے اور وہی ان میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا ہے وہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ اس لیے اے وہ لوگو! جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ پر جانے سے پیچھے رہ گئے ہو، اب بھی موقع ہے کہ اپنے اس گناہ کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا عہد کرو، تاکہ وہ تمھارے گناہ معاف کرے، اس لیے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مرار کی گھاٹی پر چڑھے گا تو اس کے گناہ ایسے معاف ہو جائیں گے جیسے بنی اسرائیل کے معاف ہو گئے تھے۔'' سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سب سے پہلے اس گھاٹی پر ہمارے گھوڑے چڑھے یعنی قبیلہ خزرج کے لوگوں کے، پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کی بخشش ہو گئی، مگر لال اونٹ والے کی نہیں۔'' ہم اس شخص کے پاس گئے اور ہم نے کہا کہ چل! رسول اللہ ﷺ تیرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ وہ بولا کہ اللہ کی قسم! اگر میں اپنی گمشدہ چیز پاؤں تو یہ مجھے تمھارے صاحب کی میرے لیے بخشش کی دعا سے زیادہ پسند ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ شخص اپنی گمشدہ چیز ڈھونڈ رہا تھا۔ (وہ منافق تھا، اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی بخشش نہیں ہوئی'' اور یہ آپ کا معجزہ ہے کہ آپ نے جیسا فرمایا تھا وہ شخص ویسا ہی نکلا) [ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين و أحكامهم : ۲۷۸۰ ]

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾

''عنقریب پیچھے چھوڑ دیے جانے والے لوگ کہیں گے جب تم کچھ غنیمتوں کی طرف چلو گے، تاکہ انھیں لے لو، ہمیں چھوڑو کہ ہم تمھارے ساتھ چلیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔ کہہ دے تم ہمارے ساتھ کبھی نہیں جاؤ گے اسی طرح اللہ نے پہلے سے کہہ دیا ہے۔ تو وہ ضرور کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ بلکہ وہ نہیں سمجھتے تھے مگر بہت تھوڑا۔''

جو دیہاتی منافقین رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ کے لیے جانے سے بہانا بنا کر پیچھے رہ گئے تھے، انھی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو خبر دی ہے کہ جب آپ اپنے مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خیبر فتح کرنے کے لیے روانہ ہوں گے تو وہ مال غنیمت کے لالچ میں آپ کے ساتھ جانا چاہیں گے، آپ انھیں اپنے ساتھ جانے کی اجازت نہ دیجیے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے خیبر کے اموالِ غنیمت کا وعدہ صرف ان صحابہ سے کیا ہے جو حدیبیہ کی صلح کے وقت وہاں موجود تھے، دوسروں کے لیے ان میں کوئی حصہ نہیں ہے: ﴿ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ﴾ یعنی یہ دیہاتی منافقین اہل حدیبیہ سے اللہ کے کیے گئے وعدے کو بدل دینا چاہتے ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا، آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مدینہ واپس آنے سے پہلے ہی ہمیں خبر دے دی ہے کہ خیبر کا مال غنیمت صرف ان کو ملے گا جو بیعت حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے بارے میں بتایا کہ وہ لوگ آپ کی یہ بات سن کر مسلمانوں سے کہنے لگیں گے کہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو، اسی لیے ہمیں اپنے ساتھ لے جانے سے روک رہے ہو، یعنی یہ اللہ کا حکم نہیں ہے، بلکہ تم ہم سے حسد کی وجہ سے ایسی بات کہہ رہے ہو۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فہم دین میں ان کی بے مائیگی بیان کی ہے کہ وہ لوگ دین کی تو کچھ سمجھ نہیں رکھتے، صرف تھوڑی سی سمجھ امور دنیا کی رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

منافقین کو ساتھ نہ لے جانے میں جو حکمت تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا: ﴿ لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ ﴾ [ التوبة : ٤٧، ٤٨ ] ”اگر وہ تم میں نکلتے تو خرابی کے سوا تم میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور ضرور تمھارے درمیان (گھوڑے) دوڑاتے، اس حال میں کہ تم میں فتنہ تلاش کرتے، اور تم میں کچھ ان کی باتیں کان لگا کر سننے والے ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً انھوں نے اس سے پہلے فتنہ ڈالنا چاہا اور تیرے لیے کئی معاملات الٹ پلٹ کیے، یہاں تک کہ حق آگیا اور اللہ کا حکم غالب ہو گیا، حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے۔“

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾

”بدویوں میں سے پیچھے چھوڑے جانے والوں سے کہہ دے عنقریب تم ایک سخت لڑنے والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے،

تم ان سے لڑو گے، یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، پھر اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تمھیں اچھا اجر دے گا اور اگر پھر جاؤ گے، جیسے تم اس سے پہلے پھر گئے تو وہ تمھیں سزا دے گا، دردناک سزا۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی عمرہ سے پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہا کہ عنقریب تمھیں ایک زبردست اور طاقتور قوم سے جنگ کرنے کے لیے بلایا جائے گا، تم ان سے قتال کرو گے، الا یہ کہ وہ اسلام قبول کر لیں، اگر تم اس دعوت جہاد پر لبیک کہو گے اور ان سے قتال کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا میں مالِ غنیمت اور آخرت میں جنت دے گا اور اگر حدیبیہ کی طرح اس بار بھی تم جہاد کے لیے جانے سے کتراؤ گے تو وہ تمھیں دردناک عذاب دے گا۔

**قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ** : اس جنگ جو قوم کی تعیین میں اختلاف ہے، بعض نے اس سے عرب ہی کے بعض قبائل مراد لیے ہیں، مثلاً ہوازن یا ثقیف، جن سے حنین کے مقام پر مسلمانوں کی جنگ ہوئی، یا مسیلمہ کذاب کی قوم بنو حنیفہ اور بعض نے روم اور فارس کے مجوسی اور نصرانی مراد لیے ہیں۔ ان پیچھے رہ جانے والے منافق بدویوں سے کہا جا رہا ہے کہ عنقریب ایک جنگ جو قوم سے مقابلے کے لیے تمھیں بلایا جائے گا، اگر وہ مسلمان نہ ہوئے تو تمھاری اور ان کی جنگ ہوگی۔ جنگ احزاب میں واقعہ یہ ہوا کہ بنونضیر کا سردار حیی بن اخطب بھی قتل کر دیا گیا جو خیبر کے یہود کا سردار تھا، تو یہودی اور بھی بیخ پا ہو گئے تھے اور مدینہ پر پرزور حملہ کر کے مسلمانوں کا استحصال کرنے کے لیے تیاریاں کر رہے تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ نے خود ان پر لشکر کشی کا ارادہ کر لیا، اس لشکر کا بیشتر حصہ وہی مسلمان تھے جو بیعت رضوان میں شامل تھے۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم پر حملہ کرتے تو صبح تک انتظار فرماتے، صبح اگر ان لوگوں میں اذان کی آواز سنتے تو حملہ نہ کرتے اور اگر اذان کی آواز نہ آتی تو تب حملہ کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ خیبر رات کے وقت پہنچے، چنانچہ جب صبح ہوئی تو یہودی پھاوڑے اور ٹوکریاں لے کر نکلے (کیونکہ وہ زراعت پیشہ تھے) جب انھوں نے آپ کو دیکھا تو (چیخ اٹھے اور) کہنے لگے، محمد (ﷺ) اللہ کی قسم! یہ تو محمد (ﷺ) ہیں جو لشکر سمیت آن پہنچے۔ آپ نے انھیں دیکھ کر نعرہ لگایا: ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ“ ”اللہ اکبر! خیبر کی شامت آ گئی۔“ پھر فرمایا: ”ہم جب بھی کسی قوم کے آنگن میں اترے تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا ان کی صبح منحوس ہی ہوتی ہے۔“ [ بخاري، كتاب الجهاد، باب دعاء النبي ﷺ إلى الإسلام والنبوة ...... الخ : ۲۹۴۳، ۲۹۴۵ ]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن یوں فرمایا: ”میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح کرا دے گا۔ وہ اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔“ آپ کا یہ فرمان سن کر لوگ رات بھر اسی فکر میں رہے کہ دیکھیے جھنڈا کس کو ملتا ہے؟ صبح ہوتے ہی سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، ہر ایک کو امید تھی کہ شاید جھنڈا اسے مل جائے۔ آپ نے پوچھا: ”علی بن

ابوطالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟'' لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ان کی تو آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ان کو بلا بھیجو۔'' چنانچہ وہ ان کو لے کر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کے لیے دعا کی، پھر تو وہ ایسے تندرست ہو گئے جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے جھنڈا ان کے حوالے کیا، وہ کہنے لگے، یا رسول اللہ! میں یہودیوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا: ''یونہی چلے جاؤ، جب تم ان کی سرزمین پر پہنچو تو انھیں اسلام کی دعوت دینا، اللہ کے جو حق ان پر واجب ہیں وہ ان کو بتلانا، اللہ کی قسم! اگر تیری وجہ سے اللہ ایک شخص کو بھی راہِ ہدایت پر لے آیا تو وہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔'' [ بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر : ٤٢١٠ ]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پرچم عطا فرمایا، مرحب میدان میں نکلا اور لگا بول بولنے: (( قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ مَرْحَبُ، شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ، اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ )) ''سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، پوری طرح ہتھیار بند، اس وقت کا بہادر آزمودہ کار کہ جب لڑائیاں شعلے اڑاتی ہوئی آتی ہیں۔'' (مقابلے میں) علی رضی اللہ عنہ (نکلے اور) یوں للکارنے لگے: (( اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَهْ، كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ، اُوْفِيْهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ )) ''میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے، مثل اس شیر کی جو جنگلوں میں ہوتا ہے اور اس کا چہرہ خوف کی علامت ہوتا ہے۔ میں دشمن کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا ہوں۔'' یوں للکارتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر وار کیا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔ [ مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة ذي قرد وغيرها : ١٨٠٧ ]

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ ع ۹

''نہیں ہے اندھے پر کوئی تنگی اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی اور نہ بیمار پر کوئی تنگی اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا وہ اسے ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور جو پھر جائے گا وہ اسے سزا دے گا، دردناک سزا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ترکِ جہاد کے شرعی عذر ذکر فرمائے ہیں، ان میں سے کچھ تو مستقل نوعیت کے ہیں، مثلاً اندھا پن اور مستقل لنگڑا پن اور کچھ عارضی نوعیت کے، مثلاً چند دن کے لیے آنے والی بیماری جو بعد میں ختم ہو جاتی ہے، تو ایسی بیماری میں مبتلا انسان حالت مرض میں معذور لوگوں میں شمار ہوگا، حتیٰ کہ وہ صحت یاب ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد اور اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ ایسے معذور لوگ جہاد میں شریک نہیں ہوں گے، لیکن اگر ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا جذبہ کارفرما ہوگا تو اللہ تعالیٰ انھیں ایسی جنتوں

میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اس کے برعکس جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے روگردانی کرے گا اللہ اسے دردناک عذاب دے گا۔

**وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا** : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی حرارت سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا۔“ [ مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابًا : ۲۱۱ ]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیتے ہوئے یہ بات کہی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”قیامت کے دن جس شخص کو سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا اس کے پاؤں کے تلووں کے نیچے آگ کے دو انگارے رکھ دیے جائیں گے جس سے اس کا دماغ (ہنڈیا کی طرح) کھولے گا۔“ [ مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابًا : ۲۱۳ ]

**لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾**

”بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔ اور بہت سی غنیمتیں، جنھیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے ان مومن بندوں سے خوش ہوگیا ہے جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ اس بیعت کی بنیادی شرط یہ تھی کہ کفارِ قریش سے جنگ کرنے میں ہر شخص اپنی جان کی بازی لگا دے گا اور کسی حال میں بھی میدان چھوڑ کر نہیں بھاگے گا۔ ان سعادت مند لوگوں کی فضیلت و برکت کئی احادیث سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن ہم سے فرمایا: ”(آج) تم تمام زمین والوں میں سب سے بہتر ہو۔“ [ بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية ...... الخ : ٤١٥٤ ]

سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ بیان کرتے ہوئے سنا: ”ان شاء اللہ، درخت کے نیچے بیعت کرنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔“ [ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أصحاب الشجرة : ۲٤۹٦ ]

طارق بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں حج کو گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جگہ نماز ادا کر رہے ہیں۔ پوچھا، یہ مسجد کیسی

ہے؟ جواب ملا کہ یہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان لی تھی۔ میں نے واپس آ کر یہ قصہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے بیان کیا تو انھوں نے فرمایا، میرے والد بھی ان بیعت کرنے والوں میں تھے۔ ان کا بیان ہے کہ بیعت کے دوسرے سال ہم وہاں گئے، لیکن ہم وہ جگہ بھول گئے اور وہ درخت ہمیں نہ ملا۔ پھر سعید رحمہ اللہ فرمانے لگے، تعجب ہے کہ اصحاب رسول ﷺ (یعنی بیعت کرنے والے) تو اس جگہ کو نہ پا سکیں اور انھیں معلوم نہ ہو، لیکن تم لوگ جان لو، گویا تم اصحاب رسول ﷺ سے بھی زیادہ جاننے والے ہو۔[ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحدیبیة...... الخ : ٤١٦٣ ]

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس نے مومنوں کے دلوں کی صداقت اور ان کے عہد پر قائم رہنے کے عزم صمیم کو جان لیا، تو انھیں صبر و ثبات اور سکون قلب عطا فرمایا۔ ان کے صبر و شکیب کے بدلے میں انھیں اہل مکہ کے غنائم کے بجائے جلد ہی فتح خیبر اور وہاں پائے جانے والے بہت سے غنائم کی خوشخبری دی، اس زمانے میں خیبر کی سرزمین بہت ہی زرخیز مانی جاتی تھی اور وہاں کے یہودیوں کے پاس بڑی دولت تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام پھلوں، زمینوں اور مال و دولت کو بیعتِ رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝٢٠ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝٢١

”اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس نے تمھیں یہ جلدی عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تاکہ یہ ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنے اور (تاکہ) وہ تمھیں سیدھے راستے پر چلائے۔ اور کئی اور (غنیمتوں کا بھی)، جن پر تم قادر نہیں ہوئے۔ یقیناً اللہ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والے مومن بندوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ قیامت تک کافروں کے علاقے فتح کرتے رہیں گے، جس کے سبب بہت سارے اموالِ غنیمت انھیں حاصل ہوتے رہیں گے۔ انھی میں سے وہ مال غنیمت بھی ہے جو اللہ نے جلد ہی خیبر میں انھیں عطا کیا، جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیبیہ میں تھے تو اس وقت یہود مدینہ نے یہود خیبر کے ساتھ مل کر سازش کی کہ وہ مسلمانوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سب مل کر یک بارگی مدینہ پر حملہ کر دیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بال بچوں کو قتل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر یہ بھی احسان کیا کہ ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ اپنی سازش کو بروئے کار نہ لا سکے۔ مالِ غنیمت کا حصول اور اللہ کی

جانب سے یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال کر انھیں مدینہ پر حملہ کرنے سے باز رکھنا، اس لیے ہوا تاکہ مسلمان جان لیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا بڑا مقام ہے اور وہ ان کی ضرور مدد کرے گا، جس سے انھیں فتح و کامرانی ملے گی۔ ایسا اس لیے بھی ہوا تاکہ مسلمانوں کے یقین و بصیرت میں اضافہ ہو اور اللہ کے فضل و کرم پر ان کا اعتماد زیادہ سے زیادہ بڑھ جائے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو خیبر کی غنیمتوں کے علاوہ دوسرے ایسے غنائم بھی جلد ہی دیے، جنھیں پانے کی ان کے اندر طاقت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر طرف سے ان غنائم کو گھیر رکھا ہے، یہاں تک کہ مسلمانوں نے جہاد کر کے اس علاقے کو فتح کر لیا اور وہاں پائے جانے والے اموالِ غنیمت پر قابض ہو گئے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خیبر فتح کیا تو مال غنیمت میں سونا چاندی نہیں ملا، بلکہ بیل، اونٹ، سامان اور باغات بطور غنیمت حاصل ہوئے۔ [ بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر : ٤٢٣٤ ]

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

’’اور اگر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تم سے لڑتے تو یقیناً پیٹھ پھیر جاتے، پھر وہ نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ اللہ کے اس طریقے کے مطابق جو پہلے سے گزر چکا ہے اور تو اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔‘‘

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صلح حدیبیہ کی وجہ بزدلی نہیں تھی، بلکہ ایک خاص مصلحت تھی۔ اگر جنگ ہوتی تو فتح مومنوں ہی کی ہوتی، مشرکین مکہ کو منہ کی کھانا پڑتی، وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور کوئی ان کا یار و مددگار نہ ہوتا۔ اللہ کی ہمیشہ سے یہی سنت رہی ہے کہ اس نے اپنے مومن بندوں کی کافروں کے خلاف مدد کی ہے، حق کو سربلندی عطا کی ہے اور باطل کو سرنگوں کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی عزم اور حوصلے کا اظہار فرمایا تھا، جیسا کہ سیدنا مسور اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال ایک ہزار سے زیادہ اصحاب کے ساتھ ( مکہ کی طرف ) نکلے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو قربانی کے جانور کے گلے میں پٹا ڈالا، اس کے کوہان کو چیرا اور عمرے کا احرام باندھا۔ پھر آپ نے خزاعہ قوم میں سے ایک جاسوس روانہ کیا ( کہ قریش کی خبر لائے ) اور آپ چلتے رہے، یہاں تک کہ جب آپ غدیر اشطاط پہنچے تو جاسوس بھی وہاں پہنچ گیا۔ کہنے لگا، قریش کے لوگوں نے آپ کے لیے جنگ جو اکٹھے کیے ہیں اور یہ لوگ مختلف قبیلوں سے اکٹھے کیے گئے ہیں، وہ آپ سے لڑیں گے، آپ کو بیت اللہ نہیں جانے دیں گے اور آپ کو روکیں گے۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا: ’’اے لوگو! مجھے مشورہ دو کہ کیا میں ان کافروں کے اہل و عیال پر، جو ہمیں اللہ کے گھر سے روکنا چاہتے ہیں، چڑھائی کر دوں؟ اگر وہ ہم سے لڑنے آئے تو اللہ ( زبردست اور بلند و بالا ہے، اس ) نے جس طرح مشرکین کے شر سے ہمارے جاسوس کو بچا لیا (اسی طرح ہمیں بھی بچا لے گا) اور اگر وہ ( مقابلہ پر ) نہ آئے تو ہم ان

کو بھاگے ہوئے لوگوں کی طرح (تباہ و برباد) کر کے چھوڑیں گے۔'' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ تو بس بیت اللہ کا ارادہ کر کے نکلے ہیں، نہ کہ کسی کو قتل کرنے اور کسی سے لڑنے کے لیے۔ سو آپ بیت اللہ کی طرف چلیے، جو شخص ہمیں بیت اللہ سے روکے گا، ہم اس سے لڑیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''تو اللہ کا نام لے کر سفر جاری رکھو۔'' [ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ : ۴۱۷۸، ۴۱۷۹ ]

**وَ هُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ١ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا۝۲۴**

''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ تمھیں ان پر فتح دے دی اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔''

اس آیت کی شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین مسلمانوں پر حملہ کر کے صلح کو کالعدم کرنا چاہتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر غلبہ دے دیا اور وہ سارے گرفتار کر لیے گئے۔ یہ اسی (۸۰) افراد تھے، یہ بھی ایک قسم کی فتح ہی تھی۔ مسلمان اگر چاہتے تو سب کو قتل کر دیتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ اگر ایسا ہونے دیا جاتا تو صلح بے نتیجہ ہو کر رہ جاتی۔ الغرض! وہ مشرکین مسلمانوں کو قتل نہ کر سکے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہر صورت صلح قائم رکھنا چاہتے تھے، لہٰذا آپ نے انھیں معاف کر دیا اور اس طرح صلح قائم رہی اور صلح سے جو فائدہ اسلام اور مسلمانوں کو پہنچنا تھا وہ پہنچ کر رہا۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ والے دن اسی (۸۰) آدمی مکہ والوں میں سے ہتھیاروں سے لیس (چھپتے چھپاتے موقع پا کر) جبل تنعیم کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اتر آئے، وہ چاہتے تھے کہ آپ کو اور آپ کے صحابہ کو دھوکا دیں اور غفلت میں حملہ کر دیں، تاہم آپ نے ان کو پکڑ کر قید کر لیا، پھر انھیں چھوڑ دیا۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ﴾ ''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ تمھیں ان پر فتح دے دی۔'' [ مسلم، کتاب الجهاد، باب قول الله تعالٰى : ﴿ وهو الذی کف أيديهم عنكم ﴾ : ۱۸۰۸۔ مسند أحمد : ۱۲۲/۳، ح : ۱۲۲۳۵ ]

سیدنا عبد اللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے، اس درخت کی شاخیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر سے لگ رہی تھیں۔ علی رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو آپ کے سامنے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِيْمِ لکھو۔" اس پر سہیل نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا ہم نہیں جانتے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کیا ہے، آپ ہمارے اس صلح نامے میں ہمارے دستور کے مطابق لکھوائیے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" لکھو۔" پھر علی رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ سے صلح کی۔ اس پر پھر سہیل نے آپ کا ہاتھ تھام کر کہا، اگر آپ اللہ کے رسول ہی ہیں تو پھر تو ہم نے آپ پر بڑا ظلم کیا، اس صلح نامہ میں اپنی وہی حیثیت لکھوائیے جو ہم میں مشہور ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: "لکھو، یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے اہل مکہ سے صلح کی اور میں اللہ کا رسول ہوں۔" اسی اثنا میں کفار میں سے تیس ہتھیار بند نوجوان آن پہنچے۔ وہ ہمارے سامنے آ کر مشتعل ہو گئے، آپ نے ان کے حق میں بد دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اندھا کر دیا۔ ہم نے ان سب کو گرفتار کر کے آپ کے حضور پیش کر دیا۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا: "کیا تمھیں کسی نے امن دیا ہے؟ یا تم کسی کی ذمہ داری پر آئے ہو؟" انھوں نے کہا، نہیں، تو آپ نے ان سے درگزر فرمایا اور انھیں چھوڑ دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ "اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ تمھیں ان پر فتح دے دی اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔" [ مسند أحمد : ۸٦/٤، ۸۷، ح : ۱٦۸۰۵۔ مستدرك حاكم : ۲/ ٤٦۰، ٤٦۱، ح : ۳۷۱٦ ]

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۲۵

"یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو بھی، اس حال میں کہ وہ اس سے روکے ہوئے تھے کہ اپنی جگہ تک پہنچیں۔ اور اگر کچھ مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں جنھیں تم نہیں جانتے تھے (اگر یہ نہ ہوتا) کہ تم انھیں روند ڈالو گے تو تم پر لاعلمی میں ان کی وجہ سے عیب لگ جائے گا (تو ان پر حملہ کر دیا جاتا) تا کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کر لے، اگر وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو گئے ہوتے تو ہم ضرور ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے کفر کیا تھا، سزا دیتے، دردناک سزا۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش اور دیگر مشرکین عرب کی مذمت بیان کر کے مسلمانوں کو ان سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ فرمایا، یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے باری تعالیٰ کی توحید اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کیا ہے

اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مسجد حرام تک جانے اور عمرہ کرنے سے روک دیا ہے اور قربانی کے ستر (۷۰) اونٹوں کو، جو آپ ﷺ مدینہ سے لے کر گئے تھے، انھیں بھی حدودِ حرم کے اندر جانے سے روک دیا ہے۔ کفار و مشرکین کے یہ جرائم اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان سے جنگ کی جائے، لیکن مانع یہ ہے کہ مکہ میں مشرکین کے درمیان کچھ مومن مرد اور مومن عورتیں ہیں، جن کے قتل کیے جانے کا ڈر ہے۔ اگر وہ مومن مرد اور عورتیں وہاں نہ ہوتیں جن کا مجاہدین کو پتا نہیں اور جن کے بارے میں ڈر ہے کہ جنگ ہونے کی صورت میں کافروں کے ساتھ وہ بھی قتل کر دیے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہو کر جنگ کرنے کی اجازت دے دیتا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نادانی میں مسلمانوں سے گناہ سرزد ہو جائے گا اور کفار کہنے لگیں گے کہ مسلمانوں نے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو قتل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنی رحمت سے نواز دے اور جو مشرکین مکہ اسلام میں داخل ہونا چاہیں انھیں کفر کے بعد ایمان سے اور ضلالت کے بعد ہدایت سے نواز دے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر مکہ میں پائے جانے والے مومن مرد اور عورتیں مشرکین سے الگ ہوتے، تو ہم مجاہدین کو مکہ میں داخل ہو کر کفار سے جنگ کرنے کی اجازت دے دیتے اور کافروں کو ان کے ہاتھوں سے دردناک عذاب دلواتے۔

**وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ** : مکہ معظمہ میں ابھی تک بہت سے مومن مرد و خواتین قیام پذیر تھے، درج ذیل آیت میں انھی کا ذکر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴾ [ النساء : ۷۵ ] ”اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا۔“

**اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾**

ع ۱۱/۳

”جب ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، اپنے دلوں میں ضد رکھ لی، جو جاہلیت کی ضد تھی تو اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اتار دی اور انھیں تقویٰ کی بات پر قائم رکھا اور وہ اس کے زیادہ حق دار اور اس کے لائق تھے

اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

اگر مکہ میں مومنین نہ ہوتے، یا مشرکین سے الگ تھلگ ہوتے، تو اللہ تعالیٰ مجاہدین کو اہل مکہ سے جنگ کرنے کی اجازت دے دیتا، اس لیے کہ ان کافروں نے مسلمانوں کے خلاف جاہلیت کی حمیت کو اپنے دلوں میں ابھارا، پہلی حمیت تو ان کی یہ تھی کہ صلح نامہ پر ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ“ نہیں لکھنے دیا۔ دوسری حمیت یہ تھی کہ ”محمد رسول اللہ ﷺ“ نہیں لکھنے دیا اور تیسری حمیت یہ تھی کہ ابو جندل کو نہیں چھوڑا، باوجود اس کے کہ وہ صلح نامہ کی تکمیل سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ چکے تھے۔ لیکن ان کی تمام شر پسندیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنوں کے دلوں کو سکون و اطمینان عطا کیا، اسی لیے انھوں نے مشرکین سے جنگ کے بجائے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر صبر کیا اور صلح کی شروط کی پابندی کی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ کلمۂ تقویٰ ”لا اله الا الله“ کو اپنا لیں، تاکہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنانے سے باز رہیں۔ مومنوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس کلمۂ توحید کے زیادہ حق دار تھے اور دین اسلام اور محبتِ رسول کی وجہ سے وہی اس نعمت عظمیٰ کے اہل تھے اور چونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، اس لیے وہ خوب جانتا ہے کہ اس نعمت کا حق دار کون ہے؟

**اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ** : غلط بات پر اپنی قوم یا اپنے قبیلے کی حمایت کرنا جاہلیت کی خصلت ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے، اہل و عیال اور خاندان کے لیے غصہ کرے (حالانکہ وہ حق پر نہ ہوں)، یا عصبیت کی دعوت دے، یا (اپنے ظالم) خاندان کی مدد کرے، تو اگر وہ قتل ہو جائے تو اس کا قتل جاہلیت کا قتل شمار ہوگا۔“ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”وہ میری امت میں سے نہیں۔“ [ مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين ...... الخ : ۱۸۴۸ ]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی معیت میں جہاد میں شریک تھے، اس وقت آپ کے پاس مہاجرین میں سے بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ (وجہ یہ تھی کہ) ان مہاجرین میں ایک آدمی ہنسی مذاق اور دل لگی بہت کرتا تھا، اس نے ایک انصاری کے کولہے پر ہاتھ مار دیا، جس پر انصاری بہت طیش میں آ گیا، حتیٰ کہ اس نے (انصار کو اپنی مدد کے لیے) پکارا۔ انصاری نے کہا، اے انصار! دوڑو! ادھر مہاجر نے پکارا، اے مہاجرو! دوڑو! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ باہر نکل آئے اور فرمایا: ”یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟“ پھر آپ نے پوچھا: ”قصہ کیا ہے؟“ لوگوں نے بتایا کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے کولہے پر ہاتھ مارا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”ایسی پکار کو چھوڑ دو، یہ پکار خبیث پکار ہے۔“ [ بخاري، كتاب المناقب، باب ما ينهى من دعوى الجاهلية : ۳۵۱۸۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب نصر الأخ ظالمًا أو مظلومًا : ۲۵۸۴/۶۳ ]

سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں، جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے، (امیر کا حکم) سننا اور (اس کی) اطاعت کرنا، جہاد کرنا، ہجرت کرنا، جماعت (سے چمٹے رہنا)، اس لیے کہ جو جماعت سے بالشت برابر بھی علیحدہ ہوا، اس نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے نکال دیا، سوائے اس کے کہ وہ (توبہ کرے اور) پھر سے (جماعت کی طرف) لوٹ آئے اور جس نے جاہلیت کی پکار پکاری تو وہ جہنم کی آگ میں ہے۔'' ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر چہ وہ نماز پڑھے اور روزے بھی رکھے؟ آپ نے فرمایا: ''اگر چہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ لہٰذا تم پکارو اس اللہ تعالیٰ کی پکار کے ساتھ، جس نے تمھارا نام مسلمین، مومنین اور اللہ کے بندے رکھا ہے۔'' [ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی مثل الصلوة والصیام والصدقة : ۲۸۶۳۔ ابن حبان : ۶۲۳۳۔ مسند أحمد : ۱۳۰/۴، ح : ۱۷۱۷۵ ]

**فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى** : سیدنا مسور اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (صلح) حدیبیہ کے زمانے میں (عمرہ کرنے کے لیے) روانہ ہوئے۔ ابھی آپ راستے ہی میں تھے کہ آپ نے فرمایا: ''خالد بن ولید قریش کے ہراول دستے کے سواروں میں مقام غمیم میں مقیم ہیں، لہٰذا تم دائیں جانب کا راستہ اختیار کرو۔'' (سو اس حکمت عملی کے باعث) اللہ کی قسم! خالد کو مسلمانوں کے لشکر کی خبر ہی نہیں ہوئی، تا آنکہ انھوں نے اسلامی لشکر کے گرد و غبار کو دیکھا، تو تب خالد قریش کو خبر دار کرنے کے لیے فوراً گھوڑا دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ چلتے رہے، یہاں تک کہ جب آپ اس گھاٹی پر پہنچے، جہاں سے مکہ میں اترتے ہیں تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے (اسے اٹھانے کے لیے) حل حل کہا، لیکن وہ نہ اٹھی، تو لوگ کہنے لگے قصواء اڑ گئی، قصواء اڑ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قصواء خود نہیں اڑی، بلکہ جس ہستی نے اصحاب فیل کو روکا تھا اسی نے قصواء کو بھی روک دیا ہے۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مکہ والے اللہ کی حرمات کی تعظیم کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مجھ سے جس چیز کا بھی مطالبہ کریں گے میں اسے منظور کر لوں گا۔'' بعد ازاں آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ کھڑی ہو گئی۔ آپ نے مکہ والوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور حدیبیہ کے پرلے کنارے پر ایک (کنویں یا) گڑھے کے پاس پڑاؤ کیا، جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا اور لوگ تھوڑا تھوڑا پانی اس میں سے لے رہے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے (اس کا) سارا پانی نکال لیا۔ تب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پیاس کی شکایت کی تو آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور فرمایا: ''اس کو اس گڑھے میں گاڑ دو۔'' (لوگوں نے اسے گڑھے میں گاڑ دیا) تو اللہ کی قسم! گڑھے میں پانی بڑے زور کے ساتھ جوش مارنے لگا اور پھر سب لوگوں کے سیراب ہونے تک پانی کے جوش کا وہی عالم رہا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ بدیل بن ورقا خزاعی اپنی قوم خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ وہاں آیا۔ وہ اہل تہامہ میں سے آپ کا خیر خواہ اور محرم راز تھا، کہنے لگا کہ میں نے کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی کو پیچھے چھوڑا ہے۔ وہ حدیبیہ کے کثیر پانی والے

چشموں پر اترے ہیں۔ ان کے ساتھ بچے والی اونٹنیاں ہیں۔ وہ آپ سے لڑنا اور آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنا چاہتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے، ہم تو عمرے کی نیت سے آئے ہیں۔ ویسے قریش کے لوگ لڑتے لڑتے تھک گئے ہیں اور ان کو نقصان بھی بہت پہنچ چکا ہے، سو اگر وہ چاہیں تو میں ایک مقررہ مدت تک ان سے صلح کا معاہدہ کر لوں گا کہ وہ میرے اور دوسروں کے معاملہ میں دخل نہ دیں، اگر میں غالب ہو گیا تو وہ اگر چاہیں تو اس دین کو اختیار کر لیں جیسے اور لوگوں نے اختیار کیا ہے، ورنہ آرام سے بیٹھے رہیں۔ اگر وہ بات نہ مانیں گے تو اس اللہ کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس دین پر ان سے لڑوں گا۔ یہاں تک کہ میری گردن اڑا دی جائے اور اللہ اپنے دین کو ضرور پورا کر کے رہے گا۔“ یہ سن کر بدیل نے کہا، میں ان لوگوں کو آپ کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ بدیل قریش کے کافروں کے پاس گیا اور ان سے کہا، دیکھیے! میں اس شخص کے پاس سے آیا ہوں، انھوں نے مجھ سے ایک بات کہی ہے، اگر تم کہو تو تم سے کہہ دوں۔ ان کے جاہل اور بے وقوف لوگ کہنے لگے کہ ہمیں ان کی بات سننے کی کوئی ضرورت نہیں، تاہم ان میں کے عقل مند کہنے لگے، اچھا بتاؤ جو تم سن کر آئے ہو۔ چنانچہ بدیل نے وہ بات، جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی، ان سے بیان کر دی۔ اتنے میں عروہ بن مسعود ثقفی کھڑا ہوا اور کہنے لگا، میری قوم کے لوگو! کیا تم مجھ پر باپ کی طرح شفقت نہیں کرتے ہو؟ انھوں نے کہا، کیوں نہیں۔ عروہ نے کہا، کیا میں بیٹے کی طرح تمھارا خیر خواہ نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا، کیوں نہیں۔ عروہ نے کہا، کیا تم مجھ پر کسی قسم کی تہمت لگاتے ہو؟ انھوں نے کہا، ہرگز نہیں۔ عروہ نے کہا، تم کو معلوم نہیں کہ میں نے عکاظ والوں کو تمھاری مدد کے لیے کہا تھا، تاہم جب وہ یہ نہیں کر سکے تو میں اپنے اہل و عیال کو اور جن دیگر لوگوں نے میرا کہنا مانا تھا ان کو لے کر تمھارے پاس آ گیا تھا۔ انھوں نے کہا، کیوں نہیں (ایسے ہی ہے)۔ عروہ نے کہا، تو سنو کہ انھوں (یعنی رسول اللہ ﷺ) نے ایک ایسی بات کہی ہے جس میں تمھاری بہتری ہے، لہٰذا تم اسے قبول کر لو اور مجھے ان کے پاس جانے دو۔ قریش نے کہا، اچھا جاؤ۔ چنانچہ عروہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے باتیں کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے بھی وہی بات کی جو بدیل سے کی تھی۔ عروہ نے کہا، اے محمد! بتاؤ اگر تم نے اپنی قوم کو تباہ کر دیا (تو تب کیا تم خوش ہو گے؟) کیا تم نے اپنے سے پہلے کسی شخص کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو تباہ کیا ہو اور اگر کہیں دوسری بات ہوئی (یعنی تم شکست کھا گئے) تو میں تمھارے ساتھیوں کے چہروں کو دیکھتا ہوں (تو مجھے لگتا ہے کہ) یہ لوگ تمھیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سنی تو کہنے لگے، (جا جا کر) لات کی شرم گاہ چوس، کیا ہم ان کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور انھیں اکیلا چھوڑ دیں گے؟ عروہ نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا، ابوبکر ہیں۔ عروہ نے (ابوبکر رضی اللہ عنہ سے) کہا، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تمھارا مجھ پر احسان نہ ہوتا، جس کا بدلہ میں نے نہیں دیا ہے تو میں تم کو جواب دیتا۔ عروہ پھر رسول اللہ ﷺ سے باتیں کرنے لگا۔ وہ جب آپ سے بات کرتا تو آپ کی داڑھی پکڑ لیتا۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

تلوار لیے ہوئے، سر پر خود پہنے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے تھے، جب عروہ اپنا ہاتھ نبی ﷺ کی داڑھی کی طرف بڑھاتا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے، رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سے اپنا ہاتھ علیحدہ رکھو۔ عروہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور پوچھا، یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا، یہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا، اے دغا باز! کیا میں نے تجھے تیری دغا بازی کی سزا سے نہیں بچایا؟ دراصل مغیرہ رضی اللہ عنہ جاہلیت کے زمانہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ رہتے تھے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیا تھا اور بعد ازاں رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھارا اسلام لانا تو قبول کرتا ہوں، لیکن جو مال تم نے لوٹا ہے اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔'' پھر عروہ نبی ﷺ کے صحابہ کو بڑے غور سے دیکھنے لگا، عروہ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم! نبی ﷺ جب کبھی تھوکتے تو وہ آپ کے اصحاب میں سے کسی کے ہاتھ پر گرتا اور وہ اسے اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا تھا۔ جب آپ کوئی حکم دیتے تو وہ آپ کے حکم کی تعمیل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ جب آپ وضو کرتے تو آپ کے وضو کا پانی لینے کی خاطر قریب ہوتا کہ صحابہ لڑ پڑتے۔ جب صحابہ آپ کے پاس بات کرتے تو اپنی آوازیں پست کر لیتے اور ادب کی وجہ سے آپ کو نظر جما کر نہیں دیکھتے تھے۔ بہرحال عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ گیا اور کہنے لگا، اے میری قوم، اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے پاس بھی گیا ہوں، میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں، لیکن اللہ کی قسم! میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی لوگ ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی محمد (ﷺ) کی تعظیم ان کے ساتھی کرتے ہیں۔ اگر وہ تھوکتے ہیں تو وہ تھوک کسی نہ کسی کے ہاتھ ہی میں گرتا ہے اور وہ اسے اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ حکم کی تعمیل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کے لیے قریب ہوتا ہے کہ لڑ پڑیں۔ جب وہ لوگ ان کی موجودگی میں بات چیت کرتے ہیں تو اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور ادب و تعظیم کی وجہ سے ان کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔ انھوں نے جو بات کہی ہے وہ تمھارے فائدے کی ہے، بہتر ہے تم اس کو مان لو۔ بنو کنانہ کا ایک شخص بولا، مجھے ان کے پاس جانے دو۔ لوگوں نے کہا، چلے جاؤ۔ جب وہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ جو شخص آ رہا ہے یہ ان لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی بہت تعظیم کرتے ہیں، لہٰذا تم ایسا کرو کہ قربانی کے جانور اس کے سامنے کر دو۔'' الغرض، قربانی کے جانور اس کے سامنے لائے گئے، صحابہ نے تلبیہ کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا تو وہ پکار اٹھا، سبحان اللہ! ان لوگوں کو کعبہ سے روکنا قطعاً مناسب نہیں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ گیا اور کہنے لگا، میں نے وہاں قربانی کے جانور دیکھے ہیں، جنھیں قلادہ پہنایا گیا ہے اور ان کا شعار کیا ہوا ہے، میں تو انھیں بیت اللہ کی زیارت سے روکنا مناسب نہیں سمجھتا۔ پھر ان میں سے ایک شخص مکرز بن حفص کھڑا ہوا اور کہنے لگا، تم لوگ یوں کرو کہ مجھے جانے دو۔ لوگوں نے کہا، تم بھی چلے جاؤ، سو جب وہ آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ مکرز ہے یہ بڑا فاجر شخص ہے۔'' وہ آیا اور آپ سے باتیں کرنے

لگا۔ اس کی گفتگو کے دوران سہیل بن عمرو نامی ایک اور شخص قریش کی طرف سے آ پہنچا۔ جب سہیل بن عمرو آیا تو آپ نے فرمایا: ''اب تمھارا کام آسان ہو گیا۔'' سہیل نے کہا، اچھا لائیے! ہمارے اور تمھارے درمیان ایک صلح نامہ لکھ لیا جائے۔ آپ نے کاتب یعنی علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھو۔'' سہیل کہنے لگا، میں نہیں جانتا کہ ''رحمٰن'' کون ہے؟ آپ ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ '' لکھوایئے، جیسا کہ آپ پہلے لکھوایا کرتے تھے۔ مسلمان کہنے لگے، ہم تو اللہ کی قسم ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' ہی لکھوائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ہی لکھ دو۔'' پھر آپ نے ان سے کہا: ''لکھو، یہ وہ صلح نامہ ہے جسے محمد رسول اللہ ( صلی اللہ علیہ وسلم ) نے لکھوایا ہے۔'' سہیل نے کہا، اللہ کی قسم! اگر ہم مانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو کبھی بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکتے اور نہ آپ سے لڑتے، آپ ''محمد بن عبد اللہ'' لکھوایئے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، اگرچہ تم مجھے جھٹلاتے ہو۔ (علی!) محمد بن عبد اللہ ہی لکھ دو۔'' آپ نے جھگڑا نہ کیا، وہ اس وجہ سے کہ آپ پہلے ہی فرما چکے تھے: ''اگر قریش مجھ سے کوئی ایسی بات چاہیں گے، جس میں اللہ کے ادب والی چیزوں کی تعظیم ہو گی تو میں اسے قبول کر لوں گا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''لکھو، اس بات پر صلح کی جاتی ہے کہ تم لوگ ہمیں بیت اللہ جانے دو گے اور ہم وہاں طواف کریں گے۔'' سہیل نے کہا، اگر ہم تم کو ابھی جانے دیں تو سارے عرب میں مشہور ہو جائے گا کہ ہم مغلوب ہو گئے، اس لیے یہ بات آئندہ سال ہو گی۔ کاتب نے لکھ دیا، سہیل نے کہا، یہ شرط بھی لکھو کہ اگر ہم میں سے کوئی مرد جو اگرچہ تمھارے دین پر ہو، تمھارے پاس آئے گا تو تم اسے ہمارے حوالے کر دو گے (اور اگر کوئی مرد، مسلمانوں میں سے ہمارے پاس آئے گا تو ہم اسے واپس نہیں کریں گے) مسلمانوں نے کہا، سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان ہو کر آئے اور ہم اسے مشرکوں کے حوالے کر دیں؟ لوگ یہی باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آئے۔ وہ مکہ کے نشیب کی طرف سے نکل بھاگے تھے۔ انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ سہیل نے کہا، اے محمد! یہ پہلا شخص ہے جسے شرط کے مطابق واپس کرنا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابھی تو صلح نامہ پورا لکھا بھی نہیں گیا۔'' سہیل نے کہا، تو پھر میں آپ سے کسی بھی شرط پر صلح نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابو جندل کو میری خاطر مستثنیٰ کر دو۔'' سہیل نے کہا، میں آپ کی خاطر (ابو جندل کو) کبھی مستثنیٰ نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا: ''انھیں چھوڑ دو۔'' سہیل نے کہا، نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔ مکرز نے کہا، اچھا ہم آپ کے لیے اسے اجازت دیتے ہیں (لیکن اس کی ایک نہ چلی)۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ کہنے لگے، مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں اور مجھے کافروں کے حوالے کیا جا رہا ہے؟ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ مجھ پر کیا کیا سختیاں ہوئی ہیں؟ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں سخت تکلیفیں پہنچائی گئی تھیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، یہ حال دیکھ کر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، میں نے عرض کی، کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں!'' میں نے کہا، کیا ہم حق پر اور

ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! (ایسے ہی ہے)۔'' میں نے کہا، تو پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں کیوں اپنے آپ کو ذلیل کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے خطاب کے بیٹے! میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا، وہ میرا مددگار ہے (اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا)۔'' میں نے کہا، کیا آپ نے نہیں فرمایا کہ ہم کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! (میں نے یہ فرمایا تھا) لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ یہ اسی سال ہوگا؟'' میں نے عرض کی کہ نہیں (یہ تو آپ نے نہیں فرمایا تھا)۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بیت اللہ تک ضرور پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔'' عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پوچھا، کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا، بے شک۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا، کیوں نہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر ہم دین کے معاملے میں اپنے آپ کو ذلیل کیوں کریں؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، جناب! بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں، وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتے، اللہ ان کا مددگار ہے، وہ جو حکم دیں اس کی تعمیل کرو، کیونکہ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا آپ ﷺ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، بے شک! لیکن کیا آپ ﷺ نے تم سے یہ کہا تھا کہ تم اسی سال وہاں جاؤ گے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں، یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر ایک دن تم ضرور کعبہ پہنچو گے اور طواف کرو گے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، یہ جو گفتگو میں نے کی تھی، اس کے کفارہ کے لیے میں نے کئی نیک عمل کیے۔ جب صلح نامہ پورا لکھا جا چکا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ''اٹھو اور اپنے اونٹوں کو نحر کرو اور سر منڈوا دو۔'' راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ان میں سے کوئی ایک بھی نہ اٹھا، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے تین بار یہی حکم دیا، جب کوئی نہ اٹھا تو آپ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کے معاملے کی شکایت کی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ چاہتے ہیں کہ لوگ ایسا ہی کریں؟ تو آپ باہر جائیے اور کسی سے کچھ کہے بغیر اپنے اونٹ نحر کر دیجیے اور حجام کو بلا کر حجامت بنوائیے۔ چنانچہ آپ باہر گئے اور کسی سے بات کیے بغیر آپ نے اپنے اونٹوں کو نحر کیا اور حجام کو بلا کر سر منڈایا۔ جب لوگوں نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو سب اٹھے اور انھوں نے اونٹوں کو نحر کیا اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ قریب تھا کہ ہجوم کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کر دیں۔ [ بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲ ]

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

’’بلاشبہ یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ تم مسجد حرام میں ضرور بالضرور داخل ہو گے، اگر اللہ نے چاہا، امن کی حالت میں، اپنے سر منڈاتے ہوئے اور کتراتے ہوئے، ڈرتے نہیں ہو گے، تو اس نے جانا جو تم نے نہیں جانا تو اس نے اس سے پہلے ایک قریب فتح رکھ دی۔‘‘

نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں گے اور خانہ کعبہ کا طواف کریں گے، چنانچہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کرنے کا اعلان کر دیا اور راستہ میں انھیں اپنے خواب کی اطلاع دی تو تمام صحابہ بہت خوش ہوئے، لیکن جب مکہ میں داخل نہیں ہوئے اور صلح کی تلخ شرطیں قبول کر کے مدینہ واپس ہونے لگے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ نے جو خواب دیکھا تھا، اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو انھی حالات میں حدیبیہ سے واپس آتے ہوئے یہ پوری سورت نازل ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ اپنے رسول کا خواب یقیناً سچ کر دکھلائے گا، ان کا خواب برحق ہے۔ مسلمانو! تم لوگ اگر اللہ چاہے گا تو ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے، درآں حالیکہ تم ہر خوف وخطر سے دور ہو گے اور عمرہ کر کے اپنے سر کے بال یا تو منڈواؤ گے یا کٹواؤ گے، تمھیں کسی قسم کا ڈر لاحق نہیں ہو گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ وہ کچھ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے، یعنی مکہ میں مسلمان مردوں اور عورتوں کا پایا جانا اور جنگ ہونے کی صورت میں ان کے قتل کیے جانے کا خطرہ۔ اسی لیے اس نے اس سال تمھیں مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا ہے اور خواب کے مطابق مکہ میں داخل ہونے سے پہلے صلح حدیبیہ کے لیے حالات ساز گار کیے، جو درحقیقت نتائج کے اعتبار سے مسلمانوں کے لیے عظیم فتح کے مترادف ہے۔

**لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ** : سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، ہم اپنے دین کے معاملہ میں کیوں اپنے آپ کو ذلیل کریں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہ میرا مددگار ہے۔‘‘ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، آپ نے فرمایا تھا کہ ہم کعبہ پہنچیں گے اور طواف کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کیوں نہیں، لیکن کیا میں نے تم کو یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال کعبہ جائیں گے؟‘‘ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، (نہیں آپ نے یہ تو) نہیں (فرمایا تھا)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم (ایک دن) ضرور کعبہ پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔‘‘ [ بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد و المصالحة ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲ ]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو مدینہ کی آب وہوا شروع میں کچھ ناموافق پڑی تھی اور وہ بخار کی وجہ سے کچھ لاغر ہو گئے تھے۔ جب آپ ﷺ مکہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے کہا، یہ لوگ جو آ رہے ہیں انھیں مدینہ کے بخار نے کمزور اور لاغر کر دیا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس کلام کی خبر رسول اللہ ﷺ کو کر دی)

چنانچہ مشرکین حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجر اسود سے رکن یمانی تک پہلے تین پھیروں میں رمل کریں (یعنی دلکی چال چلیں) اور رکن یمانی سے حجر اسود تک، جہاں جانے کے بعد مشرکین کی نگاہیں نہیں پڑتی تھیں، وہاں ہلکی چال چلیں، تاکہ مشرکوں کو ان کی قوت و طاقت کا علم ہو۔ آپ ﷺ نے تمام چکروں میں رمل کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ کہیں یہ حکم (امت پر) دشوار نہ ہو جائے۔ سو مشرکوں نے کہا کہ تم نے تو کہا تھا کہ انھیں بخار نے ناتواں و کمزور کر دیا ہے، جبکہ یہ تو اتنے طاقت ور وصحت مند ہیں کہ کیا کہنے۔[ بخاري، كتاب المغازي، باب عمرة القضاء : ٤٢٥٦ـ مسلم، كتاب الحج، باب استحباب استلام الركنين اليمانيين ...... الخ : ١٢٦٦ ]

**﴿مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ﴾** : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں کے لیے بھی (دعا کیجیے)؟ آپ نے پھر دعا کی: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم کر۔'' صحابہ نے پھر عرض کی، اور بال کتروانے والوں کے لیے بھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور بال کتروانے والوں پر بھی (اے اللہ! رحم فرما)۔'' [ بخاري، كتاب الحج، باب الحلق والتقصير عند الإحلال : ١٧٢٧ـ مسلم، كتاب الحج، باب تفضيل الحلق على التقصير و جواز التقصير : ٣١٨/ ١٣٠١ ]

## هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾

''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اور اللہ گواہ کے طور پر کافی ہے۔''

نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کو بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت و گمراہی کے درمیان فرق کرنے کے لیے علم نافع اور دین اسلام دے کر بھیجا ہے، جو دین برحق ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ وہ اس دین کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب اور بلند کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دین اسلام پوری دنیا میں چھا گیا اور دیگر باطل ادیان کمزور ہوتے چلے گئے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات اور دن ختم نہیں ہوں گے، جب تک لات اور عزیٰ کی پرستش نہ کی جائے۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں تو سمجھتی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ [ التوبة : ٣٣ـ الصف : ٩ ] ''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔'' کہ یہ وعدہ پورا ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ایسا ہی ہوگا، جب تک کہ اللہ کو منظور ہے، تاہم بعد ازاں اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہوا بھیجے گا۔ جس کی وجہ سے ہر وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی

ایمان ہوگا، فوت ہو جائے گا اور صرف وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی اور پھر وہ لوگ اپنے باپ دادا کے دین پر لوٹ جائیں گے۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى تعبد دوس ذالخلصة: ۲۹۰۷]

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ٻ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڗ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَــظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ۧ

''محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے لیے یہ گواہی دینا گویا آپ کے لیے ہر وصف جمیل کی گواہی ہے، اس لیے کہ اللہ کے رسول تمام اخلاقِ کریمہ اور صفات حمیدہ سے متصف ہوتے ہیں۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے نہایت رحم دل ہوتے ہیں۔ یہ مخلوق کے ساتھ ان کا معاملہ ہے اور خالق کے ساتھ ان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب کی جنت اور اس کی خوشنودی کے لیے کثرت سے نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ کے ان نیک بندوں کی نشانی کثرتِ سجود اور کثرت تہجد و نوافل کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر پائی جاتی ہے اور صحابہ کرام کی یہ نشانی انجیل اور تورات میں بھی پائی جاتی ہے۔ صحابہ کی مثال اس پودے کی سی ہے جو زمین سے اپنی کونپل نکالتا ہے، پھر وہ بڑھ کر درخت بن جاتا ہے، پھر درخت موٹا ہوتا جاتا ہے، پھر وہ اپنے تنے پر کھڑا ہو جاتا ہے، جسے دیکھ کر کاشتکار خوش ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ذریعے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت بیان کی ہے کہ ابتدا میں ان کی تعداد تھوڑی تھی اور پھر ان کی تعداد بڑھتی گئی اور وہ پودے کی مانند قوی سے قوی تر ہوتے گئے اور ایسا اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کی

کثرت وقوت کے ذریعے سے کافروں کے غیظ وغضب میں اضافہ کرے۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے نیک بندوں سے، جنھیں اصحاب رسول کہا جاتا ہے اور جن کے لیے اللہ نے ایمان اور عمل صالح کی گواہی دی ہے، وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انھیں اجر عظیم یعنی جنت عطا فرمائے گا۔

**مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** : سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے پانچ نام ہیں، میں ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)'' بھی ہوں، میرا نام ''احمد'' بھی ہے، میرا نام ''ماحی'' بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے کفر کو ملیامیٹ کریں گے، میں ''حاشر'' بھی ہوں کہ (قیامت کے دن) تمام انسانوں کا حشر میرے بعد ہوگا اور میں ''عاقب'' ہوں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' [ بخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول اللہ ﷺ …… الخ : ۳۵۳۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ : ۲۳۵۴ ]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں محمد اور احمد بھی ہوں اور میں مقفی (یعنی عاقب) بھی ہوں، میں حاشر بھی ہوں، میں نبیِ توبہ بھی ہوں اور میں نبیِ رحمت بھی ہوں۔'' [ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ : ۲۳۵۵ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح مجھے قریش کی گالیوں اور ان کے لعن طعن سے محفوظ رکھا ہے؟ وہ تو کسی مذمم (مذمت کیے ہوئے) کو گالیاں دیتے ہیں اور کسی مذمم ہی کو لعن طعن کرتے ہیں، جبکہ میں تو محمد (تعریف کیا گیا) ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔'' [ بخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول اللہ ﷺ …… الخ : ۳۵۳۳ ]

**وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ** : ارشاد فرمایا: ﴿ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ١ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [ المائدۃ : ۵۴ ] ''تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت۔''

یہ مومنوں کی صفت ہے کہ وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور درشت ہوتے ہیں اور اخیار کے مقابلے میں رحم دل اور نیکو کار، کافر کے لیے نہایت غضب ناک اور ترش، جبکہ اپنے مومن بھائیوں کے لیے نہایت ہنس مکھ، ہشاش بشاش، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ﴾ [ التوبۃ : ۱۲۳ ] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں سے لڑو جو کافروں میں سے تمھارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین خصلتیں ایسی ہیں، جس شخص میں وہ ہوں گی، وہ

ان کی بدولت ایمان کی لذت اور مٹھاس محسوس کرے گا: ① یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ساری کائنات سے زیادہ محبوب بن جائیں۔ ② اور یہ کہ وہ کسی آدمی سے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھے۔ ③ اور یہ کہ وہ دوبارہ کفر میں لوٹنے کو، جب کہ اللہ نے اسے اس سے بچا لیا، اس طرح برا سمجھے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو وہ برا سمجھتا ہے۔'' [ بخاری، کتاب الإیمان، باب حلاوة الإیمان : ١٦۔ مسلم، کتاب الإیمان، بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوة الإیمان : ٤٣ ]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا: ''ان سے محبت مومن ہی کرے گا اور ان سے بغض منافق ہی رکھے گا، جو ان (انصار) سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ بھی اس سے بغض رکھے گا۔'' [ بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب حب الأنصار من الإیمان : ٣٧٨٣ ۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن حب الأنصار و علیّ رضی الله عنھم من الإیمان ...... الخ : ٧٥ ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن (میدان احد میں مجاہدین کے سامنے) تلوار ہاتھ میں لی اور فرمایا: ''کون ہے جو مجھ سے یہ تلوار لے۔'' تو ان میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور کہنے لگے، میں، میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کون اسے اس کے حق کے ساتھ لے گا؟'' یہ سنتے ہی لوگ پیچھے ہٹے، تو سیدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آپ سے عرض کرنے لگے، میں اسے اس کے حق کے ساتھ لوں گا۔ چنانچہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار لے لی اور اس کے ساتھ مشرکوں کی کھوپڑیوں کے پرخچے اڑا دیے۔ [ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبی دجانة سماك بن خرشة رضی الله تعالیٰ عنه : ٢٤٧٠ ]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و محبت کا معاملہ کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ لطف و نرم خوئی میں ایک جسم کی مانند پاؤ گے کہ جب جسم کا کوئی ایک حصہ تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے، اس طرح کہ نیند اڑ جاتی ہے اور جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔'' [ بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبھائم : ٦٠١١۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنین و تعاطفھم ...... الخ : ٢٥٨٦ ]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن مومن کے لیے ایک دیوار کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا ہے اور مضبوط کرتا ہے۔'' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ملا کر دکھائیں۔ [ بخاری، کتاب المظالم، باب نصر المظلوم : ٢٤٤٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنین ...... الخ : ٢٥٨٥ ]

**سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ** : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب

اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے کچھ لوگوں پر رحم کرنا چاہے گا تو وہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا، اسے نکال لو، تو فرشتے ایسے لوگوں کو نکال لیں گے اور وہ انھیں سجدوں کے نشانات سے پہچانیں گے، کیونکہ سجدوں کے نشانات مٹانا اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر حرام کر دیا ہے۔'' [ بخاری، كتاب الأذان، باب فضل السجود : ۸۰۶۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ۱۸۲ ]

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اور بھی بہت سے فضائل مذکور ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [ التوبة : ۱۰۰ ] ''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [ الحديد : ۱۰ ] ''تم میں سے جس نے فتح ( مکہ ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ ( یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے ) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۫ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ [ الأحزاب : ۲۲، ۲۳ ] ''اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو انھوں نے کہا یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا، اور اس چیز نے ان کو ایمان اور فرماں برداری ہی میں زیادہ کیا۔ مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا، پھر ان میں سے کوئی تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا کہ لوگ گروہ در گروہ جہاد کریں گے، وہ ( آپس میں ) کہیں گے، تم میں کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے؟ وہ کہیں گے، ہاں ہے۔ پھر (اس کی برکت سے اللہ کی طرف سے ) انھیں فتح دی جائے گی۔ پھر ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا کہ لوگ گروہ در گروہ جہاد کریں گے اور وہ ( آپس میں ) کہیں گے، تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو کسی صحابی کی صحبت میں رہا ہو؟ وہ کہیں گے، ہاں

ہے۔ پھر انھیں (اس کی برکت سے) فتح دی جائے گی۔ پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ گروہ در گروہ جہاد کریں گے اور وہ (آپس میں) کہیں گے، تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو ایسے آدمی کی صحبت میں رہا ہو جو کسی صحابی کی مجلس میں رہا ہو (یعنی تبع تابعی ہو)؟ وہ کہیں گے، ہاں ہے، چنانچہ انھیں فتح دی جائے گی۔'' [ بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب فضائل أصحاب النبی ﷺ ...... الخ : ۳۶۴۹۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ...... الخ : ۲۵۳۲ ]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے زمانے کے لوگ سب سے اچھے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے اور پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے۔'' [ بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب فضائل أصحاب النبی ﷺ ...... الخ : ۳۶۵۱۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ...... الخ : ۲۵۳۳ ]

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مغرب کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی اور پھر ہم نے سوچا کہ اگر ہم یہیں بیٹھے رہیں یہاں تک کہ عشاء کی نماز (بھی) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھیں (تو بہتر ہوگا)، چنانچہ ہم بیٹھے رہے۔ (اسی اثنا میں) آپ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے پوچھا: ''تم یہیں بیٹھے رہے ہو؟'' ہم نے عرض کی، جی ہاں، اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی پھر ہم نے سوچا ہم یہیں بیٹھے رہتے ہیں، تا کہ عشاء کی نماز بھی آپ کے ساتھ پڑھیں۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے اچھا کیا اور ٹھیک کہا۔'' پھر آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور اکثر آپ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور فرمایا: ''تارے آسمان کے لیے امان (کا سبب) ہیں، جب تارے بکھر جائیں گے تو آسمان پر وہ چیز آ جائے گی جس کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت) اور میں اپنے صحابہ کے لیے امان (کا سبب) ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر وہ چیز آ جائے گی جس کا وعدہ ان سے کیا گیا ہے (یعنی فتنہ و فساد اور لڑائیاں) اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امان (کا سبب) ہیں۔ جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ چیز آ جائے گی جس کا وعدہ ان سے کیا گیا ہے۔'' [ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب بیان أن بقاء النبی ﷺ أمان لأصحابة ...... الخ : ۲۵۳۱ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے صحابہ کو برا نہ کہو، میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے تین پاؤ یا اس سے نصف (خرچ کیے ہوئے) اناج کے اجر کو بھی نہیں پا سکتا۔'' [ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب تحریم سب الصحابة رضی الله عنهم : ۲۵۴۰ ]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ①

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دین کے معاملہ میں اپنے طور پر فیصلہ کرنے اور اپنی سمجھ اور رائے کو ترجیح دینے سے منع کر دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ دین کے ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کی بات مانی جائے۔ دین میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں لے جانے کا سبب ہے، جو کسی بھی مسلمان کے لائق نہیں ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنو! اپنے تمام معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو، ان معاملات میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ کوئی کام کیا جائے، نہ کوئی بات کہی جائے اور نہ ان کے فیصلے سے پہلے کوئی فیصلہ کیا جائے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو تمیم کے کچھ سوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، (اے اللہ کے رسول!) بنی تمیم کا سردار قعقاع بن معبد کو بنا دیجیے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، (نہیں بلکہ) آپ اقرع بن حابس کو ان کا سردار بنا دیجیے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، تمھارا کوئی مقصد نہیں سوائے اس کے کہ مجھ سے اختلاف کرو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں میرا مقصد اختلاف کرنا نہیں ہے۔ غرض یہ کہ دونوں میں تکرار ہونے لگی اور دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ [ بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿إن الذين ينادونك من وراء الحجرات ...... الخ﴾ : ٤٨٤٧ ]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آوازیں نبی کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو اور نہ بات کرنے میں اس کے لیے آواز اونچی کرو، تمھارے بعض کے بعض کے لیے آواز اونچی کرنے کی طرح، ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔“

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ جب وہ رسول کریم ﷺ کی مجلس میں ہوں تو اتنی اونچی آواز سے نہ بولیں کہ ان کی آواز آپ ﷺ کی آواز سے بلند ہو جائے اور آپ ﷺ کو اس طرح نہ پکاریں جس طرح وہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ بلکہ نہایت مؤدبانہ طور پر دھیمی آواز میں اس طرح پکاریں جس طرح نہایت معظم و محترم اور صاحب حیثیت انسان کو پکارا جاتا ہے، اس لیے کہ آپ کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی اللہ کے نزدیک گناہِ عظیم ہے اور ایسا کرنے والے کے سارے نیک اعمال غیر شعوری طور پر ضائع ہو سکتے ہیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو (اپنی مجلس میں) موجود نہ پایا، اس پر ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! میں اس کی بابت آپ کو بتاؤں گا۔ چنانچہ وہ ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر گئے تو دیکھا کہ وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ پوچھا، کیا حال ہے؟ جواب ملا، برا حال ہے، میں تو اپنی آواز کو رسول اللہ ﷺ کی آواز پر بلند کرتا تھا، سو میرے تو اعمال برباد ہو گئے اور میں جہنمی ہو گیا۔ یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سارا واقعہ آپ کو کہہ سنایا۔ تو بعد ازاں وہ ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ ان کے پاس گئے، وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہو۔“ [ بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي﴾ : ٤٨٤٦ ]

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آوازیں بلند کرنے کی بنا پر دو نیک ترین آدمی تباہ ہونے کو تھے یعنی سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما، اس وقت جب بنی تمیم کا ایک وفد ۹ ہجری میں آپ کے پاس آیا (اور انھوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ان کا کوئی سردار مقرر کر دیں تو) ان دونوں میں سے ایک نے تو اقرع بن حابس (کی سرداری) کا مشورہ دیا جو بنی مجاشع (بنو تمیم کی ایک شاخ) میں سے تھا اور دوسرے نے کسی دوسرے (قعقاع بن معبد) کے متعلق مشورہ دیا۔ نافع بن عمر کہتے ہیں کہ مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا۔ اس پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے،

آپ کا مقصد صرف مجھ سے اختلاف کرنا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں آپ سے اختلاف نہیں کرنا چاہتا، (بلکہ کسی مصلحت کے تحت یہ کہہ رہا ہوں)۔ بہر حال اس معاملے میں دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ ﴾ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اتنی آہستہ بات کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے دوبارہ پوچھنے کی ضرورت پیش آتی، لیکن انھوں نے یہ بات اپنے نانا (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے متعلق نقل نہیں کی۔ [ بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي ﴾ : ٤٧٤٥ ]

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ : یعنی ہم نے تمھیں ان کے پاس آواز بلند کرنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم اور احترام و تکریم کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے اعمال برباد کر دیتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے اور اسے اس کی خبر بھی نہیں ہوتی، اس لیے زبان کا استعمال صحیح ہونا چاہیے، کیونکہ بعض اوقات ایک کلمہ کی وجہ سے انسان کے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص اللہ کی رضا مندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ گزرتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کلمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن اللہ کو وہ کلمہ اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس آدمی کے کئی درجات بلند کر دیتا ہے، اسی طرح انسان اللہ کی ناراضی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ اسے اس کلمہ کی وجہ سے جہنم کے اس قدر نچلے طبقے میں پہنچا دیتا ہے جیسے مشرق سے مغرب تک۔'' [ بخاري، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان : ٦٤٧٨۔ مسلم، كتاب الزهد، باب حفظ اللسان ...... الخ : ٢٩٨٨ ]

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ③

''بے شک وہ لوگ جو اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے دل اللہ نے تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف بیان کی گئی ہے جو مذکورہ بالا حکم پر عمل کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نہایت دھیمی آواز میں بات کرتے تھے، جیسے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو تقویٰ اور نیک کاموں کے لیے اس طرح پاک و صاف کر دیا ہے، جس طرح آگ کے ذریعے سے سونا میل کچیل سے صاف کر دیا جاتا ہے اور ان کے لیے خوش خبری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انھیں اجر عظیم یعنی جنت عطا فرمائے گا۔
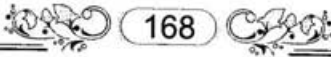
﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ ﴾

’’بے شک وہ لوگ جو تجھے دیواروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔ اور اگر بے شک وہ صبر کرتے، یہاں تک کہ تو ان کی طرف نکلتا تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بنی تمیم کے ان سخت دل اور بد اخلاق افراد کی برائی بیان کی گئی ہے، جنھوں نے امہات المومنین کے کمروں کے پاس آکر زور زور سے یا محمد! یا محمد! کی آواز لگائی تھی۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہایت با ادب رہنے کی تعلیم دینے کے لیے فرمایا کہ اگر وہ لوگ صبر کرتے اور ادب کے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر آپ ﷺ کے نکلنے کا انتظار کر لیتے تو ان کے لیے دنیاوی اور اخروی دونوں اعتبار سے بہت بہتر ہوتا۔ آدابِ رسول ﷺ کی تعلیم دیتے ہوئے ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ؗ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [ الأعراف : ۱۵۷ ] ’’وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۶۲ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [ النور : ۶۲، ۶۳ ]
’’مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ اس کے ساتھ کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جو جمع کرنے والا ہے تو اس وقت تک نہیں جاتے کہ اس سے اجازت مانگیں۔ بے شک جو لوگ تجھ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو جب وہ تجھ سے اپنے کسی کام کے لیے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے تو چاہے اجازت دے دے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگ، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بنالو جیسے تمھارے بعض کا بعض کو بلانا ہے۔ بے شک اللہ

ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔ سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آپہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آپہنچے۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾ [ النور : ٥١، ٥٢ ] "ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [ الأحزاب : ٣٦ ] "اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۞ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۞ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔ اور جان لو کہ بے شک تم میں اللہ کا رسول ہے، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمھارا کہا مان لے تو یقیناً تم مشکل میں پڑ جاؤ اور لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔ اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کی وجہ سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مومنوں کو نصیحت کی ہے کہ جب کوئی فاسق یعنی معصیت کبیرہ کا مرتکب کوئی اہم خبر لے کر آئے تو جلدی نہ کرو اور کوئی قدم اٹھانے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کر لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم عجلت اور نادانی
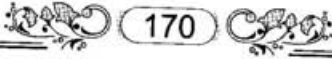
میں کسی قوم کی جان و مال کو نقصان پہنچا دو اور حقیقت کا پتا چلنے کے بعد تمھیں ندامت اٹھانی پڑے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والو! تم یہ نہ بھولو کہ تمھارے درمیان اللہ کے رسول بھی رہتے ہیں، اگر تم جھوٹ بولو گے، افترا پردازی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری حقیقتِ حال سے انھیں باخبر کر دے گا۔ تم یہ بھی جان لو کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام معاملات میں تمھاری رائے قبول کرتے اور تمھاری ہر بات مان لیتے تو بہت سے امور میں تم مشقت میں پڑ جاتے اور بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھتے۔ اس لیے کہ تمھاری بہت سی آراء غلط ہوتیں اور بڑی بڑی غلطیاں ہوتیں، جیسا کہ بنی المصطلق کے بارے میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی بات مان لینے کی وجہ سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلاف فوج کشی کر کے انھیں قتل کر دیتے اور ناحق ان کے مال پر قبضہ کر لیتے۔

تم پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان بھی کیا کہ تمھارے دلوں میں ایمان راسخ کر دیا ہے اور اس میں کفر باللہ، کذب بیانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی نفرت بٹھا دی ہے، جس کی وجہ سے تم بہت سی مشقتوں سے نجات پا جاتے ہو۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے بارے میں شہادت دی کہ درحقیقت یہی لوگ راہ حق پر چلنے والے اور اس پر شدت سے قائم رہنے والے ہیں۔ آخری آیت میں فرمایا کہ صحابہ کرام پر محض اللہ کا فضل و کرم تھا کہ اس نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور کفر و معصیت کی نفرت پیدا کر دی اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اچھا عمل کرتا ہے اور کون برا اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

سیدنا حارث بن ضرار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی، تو میں اسلام میں داخل ہو گیا اور (کلمۂ شہادت کا) اقرار کیا۔ پھر آپ نے مجھے زکوٰۃ کے متعلق بتایا تو میں نے اس (کے ادا کرنے) کا اقرار کیا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں اپنی قوم کی طرف لوٹ کر جا رہا ہوں، میں انھیں بھی اسلام کی دعوت دوں گا اور زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کہوں گا۔ جس شخص نے میری بات مان لی ہو گی، میں اس کی زکوٰۃ جمع کر لوں گا، آپ فلاں فلاں وقت میرے پاس کسی کو بھیج دیجیے، تاکہ وہ جو زکوٰۃ میں نے جمع کی ہو گی اسے آپ کے پاس پہنچا دے۔ چنانچہ جب حارث رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر لی جنھوں نے حارث کی بات مان لی تھی، تو ابان کو خبر ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عامل کو بھیجنے کا ارادہ کر لیا ہے تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل کو روک لیا، جس کی وجہ سے وہ عامل حارث تک نہ پہنچ سکا۔ حارث نے خیال کیا کہ اللہ عزوجل اور اس کا رسول ناراض ہو گئے ہیں (اور شاید اسی لیے عامل نہیں بھیجا) چنانچہ حارث نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے وقت مقرر کیا تھا کہ اس وقت آپ کسی عامل کو میرے پاس بھیجیں گے، تاکہ وہ زکوٰۃ کا جو مال میرے

پاس ہے اپنی تحویل میں لے لے اور رسول اللہ ﷺ وعدہ خلافی تو نہیں کر سکتے اور میں نہیں سمجھتا کہ آپ نے عامل کو کسی اور وجہ سے روک لیا ہو گا سوائے اس کے کہ آپ ناراض ہیں، لہٰذا چلو رسول اللہ ﷺ کے پاس چلیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ کو حارث کے پاس بھیجا تھا کہ وہ جو زکوٰۃ حارث نے جمع کی ہے اسے اپنی تحویل میں لے لے۔ سو ہوا یہ کہ جب ولید روانہ ہوا اور راستے میں کسی مقام پر پہنچا تو کسی وجہ سے وہ ڈر کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! حارث نے مجھے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حارث کی طرف ایک فوجی دستہ بھیجنے کا اہتمام فرمایا، ادھر حارث بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب فوجی دستہ مدینہ سے روانہ ہو کر آگے بڑھا تو راستے میں حارث کی ان سے ملاقات ہوگئی۔ فوجی دستے کے لوگوں نے کہا، یہ حارث ہیں، جب ملاقات ہوئی تو حارث نے پوچھا کہ تم کو کس کی طرف روانہ کیا گیا ہے؟ انھوں نے کہا، تمھاری طرف۔ حارث نے کہا، کس لیے؟ فوجی دستے کے لوگوں نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے تمھاری طرف ولید بن عقبہ کو روانہ کیا تھا اور اس نے (واپس آکر) بیان کیا کہ تم نے اس کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ حارث نے کہا، نہیں، اس ذات کی قسم، جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! میں نے تو اس کو قطعاً نہیں دیکھا اور نہ وہ میرے پاس آیا ہی ہے۔ پھر جب حارث رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا اور میرے عامل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا؟'' حارث نے کہا، نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! نہ میں نے اس کو دیکھا اور نہ وہ میرے پاس آیا اور میں روانہ نہیں ہوا مگر اس وقت جب رسول اللہ ﷺ کا عامل (مجھ تک) نہ پہنچ سکا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ (عامل کا نہ پہنچنا) کہیں اس سبب سے تو نہیں کہ اللہ عزوجل اور اس کا رسول ناراض ہو گئے۔ چنانچہ اس موقع پر سورۃ الحجرات کی یہ آیتیں نازل ہوئیں: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۰ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۰ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔ اور جان لو کہ بے شک تم میں اللہ کا رسول ہے، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمھارا کہا مان لے تو یقیناً تم مشکل میں پڑ جاؤ اور لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔ اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کی وجہ سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' [ مسند أحمد : ۴/ ۲۷۹، ح : ۱۸۴۸۸ ]

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص کسی مسلمان کو فاسق یا کافر کہے اور درحقیقت وہ فاسق یا کافر نہ ہو تو خود کہنے والا شخص فاسق یا کافر ہو جائے گا۔'' [ بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینهی من السباب واللعن : ٦٠٤٥ ]

وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس ( گروہ ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کرنے لگیں، تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ان دونوں جماعتوں کو اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اگر قبول کر لیں تو یہی مطلوب ہے اور اگر ایک جماعت اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ قبول کرنے سے انکار کر دے، تو مسلمان اس باغی جماعت سے قتال کریں، یہاں تک کہ وہ قرآن میں مذکور اللہ کا حکم قبول کرنے پر راضی ہو جائے۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے درمیان عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کر دیں، یعنی اللہ کے اس حکم کے مطابق جو اس کی کتاب میں مذکور ہے اور جو عین عدل ہے۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنو! تمھارا ہر فیصلہ انصاف پر مبنی ہونا چاہیے، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ انھیں بہترین بدلہ دے۔

وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، اگر آپ عبداللہ بن ابی ( رئیس المنافقین ) کے یہاں ( عیادت کے لیے ) تشریف لے چلتے ( تو بہتر تھا )۔ چنانچہ آپ اس کے پاس ایک گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پیدل آپ کے ہمراہ تھے، جدھر سے آپ گزر رہے تھے وہ شور والی زمین تھی۔ جب آپ اس کے پاس تشریف لائے تو وہ کہنے لگا، آپ ذرا دور ہی رہیے، آپ کے گدھے کی بو نے تو میرا دماغ پریشان کر دیا ہے۔ اس پر ان میں سے ایک انصاری صحابی بولے کہ اللہ کی قسم! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے۔ عبداللہ بن ابی کی طرف سے اس کی قوم کا ایک فرد صحابی کی اس بات پر غصہ میں آ گیا اور دونوں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ پھر دونوں طرف سے دونوں کے حمایتی بھی مشتعل ہو گئے اور ہاتھا پائی، چھڑی اور جوتے تک نوبت پہنچ گئی۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی تھی: ﴿ وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ﴾ ”اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو۔“ [ بخاری، کتاب الصلح، باب ما جاء في الإصلاح بين الناس : ۲۶۹۱ ]

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا اور آپ کے ساتھ منبر پر حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ کبھی ان کی طرف دیکھتے اور کبھی لوگوں کی طرف اور فرما رہے تھے: ”میرا یہ بیٹا سید ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔“ [ بخاری، کتاب الصلح، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علي ...... الخ : ۲۷۰۴ ]

آپ کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی، طویل جنگوں اور ہولناک واقعات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل شام اور اہل عراق میں صلح کرا دینے کی توفیق عطا فرمائی۔

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ : جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنے بھائی کی مدد کرو، ظالم ہو تو بھی اور مظلوم ہو تو بھی۔“ ایک آدمی نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! مظلوم ہونے کی حالت تو ظاہر ہے، تاہم ظالم ہونے کی حالت میں میں کیسے اس کی مدد کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسے ظلم سے باز رکھو یہی اس کی مدد ہے۔“ [ بخاری، کتاب الإکراہ، باب یمین الرجل لصاحبه أنه أخوه إذا خاف علیه القتل ...... الخ : ۶۹۵۲ ]

سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے (یعنی صلح کروانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے) وہ تو خیر میں اضافہ کر رہا ہے، یا بھلائی کی بات کہہ رہا ہے۔“ [ بخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس : ۲۶۹۲ ]

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر لڑ پڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔“ میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! قاتل تو بجا مگر مقتول کا کیا قصور؟ فرمایا: ”وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔“ [ مسلم، کتاب الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسیفیهما : ۲۸۸۸ ]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قبا نے آپس میں جھگڑا کیا، حتیٰ کہ ایک دوسرے کو پتھر مارنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: ”ہمیں ان کے پاس لے چلو، ہم ان کے درمیان صلح کراتے ہیں۔“ [ بخاری، کتاب الصلح، باب قول الإمام لأصحابه : إذهبوا بنا نصلح : ۲۶۹۳ ]

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا جائز ہے، لیکن ایسی صلح جائز نہیں جو حلال کو حرام کر دے اور حرام کو حلال کر دے۔“ [ ترمذی، کتاب الأحکام، باب ما ذکر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم في الصلح بین الناس : ۱۳۵۲۔ مستدرک حاکم : ۱۰۱/۴، ح : ۷۰۵۹ ]

﴿فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [ النحل : ۹۰ ] ”بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“ اور فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [ المائدة : ۸ ] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو لوگ انصاف کرتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اور یہ انصاف کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل و عیال میں اور جس کام کا والی انھیں بنایا جائے اس میں انصاف کرتے ہیں۔“ [ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل ...... الخ : ۱۸۲۷ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، ایک عادل حکمران ......“ [ بخاري، كتاب الزكوة، باب الصدقة باليمين : ۱۴۲۳۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب فضل إخفاء الصدقة : ۱۰۳۱ ]

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۠ ۝۱۰﴾ ع

”مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

فرمایا کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ دین کا رشتہ سب سے قوی رشتہ ہوتا ہے، اس رشتے کا تقاضا ہے کہ اگر کبھی دو مسلمان بھائیوں یا جماعتوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق آپس میں صلح کر لیں، اللہ سے ڈریں اور اس میں ذرا بھی سستی نہ کریں، تاکہ اختلاف بڑھنے نہ پائے اور مسلمان ایک دوسرے کا خون نہ بہائیں۔ صلح کی راہ ہی وہ راہ ہے جس پر چلنے سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم کرے گا اور ان کا آپس کا اختلاف بڑھنے نہیں پائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ [ آل عمران : ۱۰۳ ] ”اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ

لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت پر عمل کر کے دکھایا ہے، جیسا کہ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قبا کے لوگ آپس میں لڑ پڑے، یہاں تک کہ انھوں نے ایک دوسرے پر پتھر پھینکے۔ یہ خبر جب رسول اللہ ﷺ کو دی گئی تو آپ نے فرمایا: ’’ہمیں ان کے پاس لے چلو، تاکہ ان کے درمیان صلح کرا دیں۔‘‘ [ بخاري، كتاب الصلح، باب قول الإمام لأصحابه : إذهبوا بنا نصلح : ۲٦۹۳ ]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ کسی کی (خفیہ) باتوں کو معلوم نہ کرو، کسی کا عیب تلاش نہ کرو، قیمت بڑھانے کے لیے بولی نہ لگاؤ، حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو اور کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو، بلکہ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کے رہو۔‘‘ [ بخاري، كتاب الأدب، باب ﴿ يأيها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ...... الخ ﴾ : ٦٠٦٦۔ مسلم، كتاب البر و الصلة، باب تحريم الظن...... الخ : ۲٥٦۳ ]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو اور نہ قطع تعلق کرو، بلکہ اللہ کے بندو! سب بھائی بھائی بن جاؤ، نیز کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین راتوں سے زیادہ ناراض ہو۔‘‘ [ بخاري، كتاب الأدب، باب الهجرة ...... الخ : ٦٠٧٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم التحاسد ...... الخ : ۲٥٥۹ ]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو کسی (ظالم) کے حوالے کرے، جو شخص اپنے بھائی کے کام میں اس کی مدد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں اس کی مدد کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان سے کسی مصیبت کو دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کی ایک مصیبت اس پر سے دور کر دے گا اور جو شخص مسلمان کا عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا عیب چھپائے گا۔‘‘ [ بخاري، كتاب المظالم، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه : ۲٤٤۲۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲٥٨٠ ]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کسی نیک کام کو حقیر نہ سمجھو، اگرچہ وہ کام اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔‘‘ [ مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء : ۲٦۲٦ ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔‘‘ [ بخاري، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه : ۱۳ ]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی قوم سے مذاق نہ کرے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ کوئی عورتیں دوسری عورتوں سے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں کے ساتھ پکارو، ایمان کے بعد فاسق ہونا برا نام ہے اور جس نے توبہ نہ کی سو وہی اصل ظالم ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بعض ان امور سے منع فرمایا ہے جو مسلمانوں کے درمیان اختلاف ونزاع اور جنگ وقتال کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھاری ایک جماعت دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑائے، ممکن ہے کہ حقیر سمجھ کر جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ اللہ کے نزدیک مذاق اڑانے والی جماعت سے بہتر ہو۔ مردوں اور عورتوں کا اس بارے میں ایک ہی حکم ہے، یعنی کسی مومن عورت کے لیے بھی یہ حلال نہیں کہ وہ اپنی کسی مومن بہن کا مذاق اڑائے، ممکن ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ اللہ کے نزدیک مذاق اڑانے والی سے بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی منع فرمایا کہ کوئی مسلمان مرد یا عورت اپنے مسلمان بھائی یا بہن میں عیب لگائے اور چونکہ ایمانی رشتہ سب سے قوی رشتہ ہوتا ہے، اس لیے مسلمان آپس میں ایک جان ہوتے ہیں، تو کسی مسلمان کی عیب جوئی گویا کہ خود اپنی عیب جوئی ہے۔

اللہ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی کسی کو کسی ایسے نام سے پکارے جسے وہ برا سمجھتا ہے، اس لیے کہ یہ بھی مسلمانوں کے درمیان عداوت واختلاف کا بہت بڑا سبب ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ بدترین بات یہ ہے کہ مسلمان کو برے نام سے پکارا جائے، جیسے فاسق، کافر، زانی یا فاسد کہا جائے، اس لیے کہ کسی مسلمان کو برے نام سے پکارنے والا فاسق قرار پاتا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اس کے لیے بڑا ہی برا نام ہے۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے بطور تاکید فرمایا کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کا مذاق اڑانے، اس کی عیب جوئی کرنے اور اسے برے ناموں سے پکارنے سے باز نہیں آئے گا اور ان گناہوں سے تائب نہیں ہوگا، وہ درحقیقت اپنے حق میں ظالم ہوگا کہ وہ ان گناہوں کے سبب اللہ کی سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ : یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے تمسخر کرنے، انھیں حقیر جاننے اور ان کا استہزا کرنے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرایا جائے اور لوگوں کو ذلیل وخوار سمجھا جائے۔'' [ مسلم، کتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه : ۹۱ ]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''لوگو! یہ کون سا دن ہے؟'' انھوں نے کہا، یہ حرمت والا دن ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کون سا شہر ہے؟'' لوگوں نے کہا، یہ حرمت والا شہر ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کون سا مہینا ہے؟'' لوگوں نے کہا، یہ حرمت والا مہینا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری آبروئیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس دن کی اس شہر میں اور اس مہینا میں حرمت ہے۔'' کئی مرتبہ آپ نے اس کلمہ کو دہرایا، پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا: ''اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا، اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا؟'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہی آپ کی اپنی امت کو وصیت تھی: ''جو یہاں موجود ہیں وہ ان کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں، دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ ہو جانا۔'' [ بخاري، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منى : ۱۷۳۹۔ مسلم، كتاب القسامة، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض ...... الخ : ۱۶۷۹ ]

**وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ** : یعنی اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو چھپائے، عیب کو ظاہر کر کے اپنے بھائی کو رسوا نہ کرے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بندہ کسی بندے کے عیب نہیں چھپاتا مگر یہ کہ اللہ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔'' [ مسلم، كتاب البر والصلة، باب بشارة من ستر الله تعالى عليه ...... الخ : ۲۵۹۰/۷۲ ]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو فاسق یا کافر کہے اور وہ شخص فاسق یا کافر نہ ہو تو تہمت کا وہ کلمہ خود کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔'' [ بخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن : ۶۰۴۵ ]

**وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ١ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ** : یعنی ایک دوسرے کو ایسے برے القاب سے نہ پکارو کہ جن کا سننا کسی شخص کو برا لگتا ہو، جیسا کہ ابو جبیرہ بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ١ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ﴾ یہ ہم، بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں آئے تو یہاں ہر شخص کے دو دو تین تین نام تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کسی کو کسی نام سے پکارتے تو لوگ کہتے، اے اللہ کے رسول! اسے اس نام سے نہ بلائیے، کیونکہ یہ تو اس نام سے چڑتا ہے، چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [ مسند أحمد : ۲۶۰/۴، ح : ۱۸۳۱۸۔ أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في الألقاب : ۴۹۶۲ ]

**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ١ٞ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا**

يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بدظنی، تجسس اور غیبت سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ حسن ظن رکھا جائے۔ کسی کی جاسوسی نہ کی جائے، نہ غیبت کی جائے، اللہ تعالیٰ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ بعض مرتبہ بدظنی انسان کو گناہ تک لے جاتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ کسی کی (خفیہ) باتوں کو معلوم نہ کرو، کسی کا عیب تلاش نہ کرو، قیمت بڑھانے کے لیے بولی نہ لگاؤ، حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو اور کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو، بلکہ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کے رہو۔'' [ بخاري، كتاب الأدب، باب ﴿ يأيها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ...... الخ : ٦٠٦٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن...... الخ : ٢٥٦٣ ]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دوسرے سے بغض نہ کیا کرو، حسد نہ کیا کرو۔ بلکہ اللہ کے بندو! آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بند ہو کر زندگی گزارو اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال اور میل جول چھوڑے۔'' [ بخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد و التدابر ...... الخ : ٦٠٦٥۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم التحاسد والتباغض والتدابر : ٢٥٥٩ ]

کسی کے دل میں اپنے بارے میں بھی بدگمانی نہ پیدا ہونے دے، جیسا کہ علی بن حسین کہتے ہیں کہ مجھے ام المومنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی ﷺ مسجد میں تھے اور آپ کے پاس آپ کی بیویاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب وہ جانے لگیں تو آپ نے صفیہ بنت حیی سے فرمایا: ''جلدی نہ کرو، یہاں تک کہ میں تمھارے ساتھ جاؤں۔'' ان کی رہائش اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے گھر میں تھی، چنانچہ بعد ازاں نبی ﷺ ان کے ساتھ نکلے، راستے میں دو انصاری ملے، انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا اور پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا: ''ٹھہرو! یہ (میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہیں۔'' وہ کہنے لگے، سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! (بھلا ہم آپ پر بھی برا گمان کریں گے؟) آپ نے فرمایا: ''شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، مجھے ڈر ہوا کہ کہیں وہ تمھارے دلوں میں وسوسہ نہ ڈال

دے۔‘‘ [ بخاری، کتاب الاعتکاف، باب زیارة المرأة زوجها فی اعتکافه : ۲۰۳۸ ]

**وَلَا تَجَسَّسُوْا** : تجسس یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب اور اس کی پوشیدہ باتوں کی کرید میں لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان عیوب اور پوشیدہ باتوں پر پردہ ڈال رکھا ہے جبکہ وہ ان سے پردہ ہٹا دینا چاہتا ہے۔ کسی مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے لیے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے، یہ اسلامی اخوت کے خلاف ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک دوسرے کے عیوب تلاش نہ کرو، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے کے پس پشت بات نہ کرو، بلکہ تم سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔‘‘ [ بخاری، کتاب الفرائض، باب تعلیم الفرائض : ۶۷۲۴۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظن ...... الخ : ۲۵۶۳/۳۰ ]

**وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا** : غیبت یہ ہے کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کے بارے میں ایسی بات کہی جائے، جسے وہ پسند نہیں کرتا، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟‘‘ لوگوں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو کہ (اگر وہ سامنے ہوتو) اس کو ناگوار گزرے۔‘‘ کسی شخص نے کہا، یا رسول اللہ! اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں، تو تب؟ آپ نے فرمایا: ’’جو تم کہہ رہے ہو اگر وہ عیب اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ (عیب) اس میں نہیں ہے تو تب تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔‘‘ [ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الغیبة : ۲۵۸۹ ]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، آپ کو صفیہ میں یہی کافی ہے کہ وہ ایسی ایسی ہیں۔ مسدد کے علاوہ راوی کہتے ہیں، یعنی کم قامت، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو یہ اسے بھی بگاڑ دے۔‘‘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے سامنے کسی شخص کی نقل اتاری، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا، خواہ مجھے (اس کے عوض) اتنا اتنا مال بھی ملے۔‘‘ [ أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة : ۴۸۷۵۔ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب [ حدیث : لو مزج بها ماء البحر...... ] : ۲۵۰۲۔ مسند أحمد : ۱۸۹/۶، ح : ۲۵۶۱۵ ]

سیدنا ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے وہ لوگو، جن کی زبانیں تو ایمان لا چکی ہیں لیکن دل ایمان دار نہیں ہوئے! تم مسلمانوں کی غیبتیں کرنا چھوڑ دو اور ان کے عیبوں کی کرید نہ کیا کرو۔ یاد رکھو! اگر تم نے ان کے عیب ٹٹولے تو اللہ تعالیٰ تمھاری پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دے گا اور جس کے عیبوں کو اللہ ظاہر کر دے تو اسے اس کے گھر والوں میں بدنام کر دے گا۔‘‘ [ أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة : ۴۸۸۰ ]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ

لوگوں کے ناخن تانبے کے ہیں جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے ہیں، میں نے پوچھا، جبرائیل! یہ کون ہیں؟ فرمایا، یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں سے کھیلتے تھے۔'' [ أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة : ۴۸۷۸۔ مسند أحمد : ۲۲۴/۳، ح : ۱۳۳۴۵ ]

**اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ** : یعنی جس طرح تم طبعی طور پر اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے نفرت کرتے ہو، اسی طرح شرعی طور پر اس کی غیبت سے بھی نفرت کرو، کیونکہ اس کی سزا اس سے بھی زیادہ شدید ہے۔ غیبت سے نفرت دلانے اور اس سے احتراز کرنے کے لیے یہ مثال بیان کی گئی ہے، جیسا کہ اپنے ہبہ کو واپس لینے والے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی مثال جو کوئی چیز صدقہ (یا تحفہ) دے کر واپس لے لیتا ہے، تو وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کرے اور پھر اسے چاٹ لے۔'' [ مسلم، کتاب الھبات، باب تحریم الرجوع فی الصدقة ...... الخ : ۱۶۲۲ ]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: ''بے شک تمھارے خون، تمھارے اموال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح یہ دن تمھارے اس شہر میں اور تمھارے اس مہینے میں قابل احترام ہے۔'' [ بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة أیام منی : ۱۷۳۹۔ مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان سارے کا سارا، اس کا مال، اس کی عزت اور اس کا خون دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے اور آدمی کے لیے اتنی برائی ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔'' [ أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة : ۴۸۸۲۔ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی شفقة المسلم علی المسلم : ۱۹۲۷ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ماعز) اسلمی رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنے متعلق گواہی دی کہ وہ ایک عورت کے ساتھ زنا کر بیٹھا ہے، یہ گواہی اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ دی۔ ہر بار نبی ﷺ اس سے اپنا منہ پھیر لیتے تھے۔ پھر وہ پانچویں بار سامنے ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا: ''کیا تو نے فی الواقع اس کے ساتھ جماع کیا ہے؟'' اس نے کہا، ہاں، آپ نے کہا: ''حتیٰ کہ تیرا ذکر اس کی فرج میں غائب ہو گیا تھا؟'' اس نے کہا، ہاں، آپ نے کہا: ''کیا بھلا جس طرح سلائی سرمے دانی میں غائب ہو جاتی ہے اور ڈول کی رسی کنویں میں چلی جاتی ہے؟'' اس نے کہا، ہاں، آپ نے پھر پوچھا: ''کیا بھلا جانتے بھی ہو کہ زنا کیا ہوتا ہے؟'' اس نے کہا، ہاں، میں اس سے حرام کام کر بیٹھا ہوں، جیسا کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ حلال کرتا ہے، آپ نے فرمایا: ''تو اپنی اس بات سے کیا چاہتا ہے؟'' اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ تب آپ نے حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے

اپنے صحابہ میں سے دو آدمیوں کو سنا کہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے، اس کو دیکھو کہ اللہ نے اس پر پردہ ڈالا تھا، مگر اس کے نفس نے اسے نہیں چھوڑا، حتیٰ کہ پتھروں سے مارا گیا، جیسے کہ کتے کو مارا جاتا ہے۔ تو آپ ان سے خاموش رہے، پھر آپ کچھ دیر چلتے رہے، حتیٰ کہ آپ ایک مردہ گدھے کے پاس سے گزرے جس کی ٹانگیں اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟'' انھوں نے کہا، ہم یہ رہے، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''اترو اور اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔'' انھوں نے کہا، اے اللہ کے نبی! بھلا یہ بھی کوئی کھاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ابھی جو تم نے اپنے بھائی کی عزت پامال کی ہے، وہ اس کے کھانے سے بدتر ہے، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بلاشبہ وہ اب جنت کی نہروں میں ڈبکیاں لگا رہا ہے۔'' [ أبو داوٗد، كتاب الحدود، بابٌ في الرجم : ٤٤٢٨ ]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک بد بودار لاش کی بد بو بلند ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ بد بو کیسی ہے؟ یہ ان کی بد بو ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں۔'' [مسند أحمد : ٣٥١/٣، ح : ١٤٧٩٦ ]

**يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾**

''اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خبر دی ہے کہ وہ سب آدم وحوا کی اولاد ہیں، اس لیے نسب کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔ اب ان میں جو جتنا زیادہ اللہ اور اس کے رسول کا مطیع و فرماں بردار ہوگا، اتنا ہی اس کا مقام اللہ کے نزدیک اونچا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قوموں اور قبائل میں اس لیے نہیں بانٹا کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں جھوٹا فخر کریں اور جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس کا مقصد محض یہ ہے کہ وہ جانوروں کی طرح زندگی نہ گزاریں کہ کوئی کسی کو نہیں پہچانتا، بلکہ ان کی آپس میں جان پہچان اور تعارف ہونا چاہیے۔ اس لیے اللہ نے انھیں قوموں اور قبیلوں میں بانٹ دیا ہے، تاکہ ان کے درمیان باہمی تعاون کا جذبہ پیدا ہو اور ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کو دور کر دیا ہے۔ (تمھیں ایمان واسلام کی وجہ سے معزز بنایا ہے، سنو! آدمی دو قسم کے ہیں) مومن و متقی اور فاجر و بد بخت، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے۔ لوگوں کو اپنی قوموں پر فخر ترک کرنا پڑے گا، وہ تو (کفر و شرک کے سبب) جہنم کے

کوئلے بن چکے، ورنہ یہ (قوم پر تکبر کرنے والے) اللہ کے ہاں گندگی کے کالے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے، جو اپنی ناک سے گندگی کو دھکیلتا پھرتا ہے۔" [ أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی التفاخر بالأحساب : ٥١١٦ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(لوگو!) تم اپنے حسب نسب کا علم حاصل کرتے رہا کرو، جن کے ذریعے سے تم صلہ رحمی کرتے ہو، (سنو!) یقیناً صلہ رحمی کرنا رشتہ داروں میں محبت، مال میں اضافے اور زندگی میں برکت کا باعث ہے۔" [ ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی تعلیم النسب : ١٩٧٩ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔" صحابہ نے عرض کی، ہم نے آپ سے اس بارے میں سوال نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر سب سے زیادہ معزز یوسف علیہ السلام ہیں، جو خود نبی تھے، نبی کے بیٹے تھے، دادا بھی نبی تھے اور پردادا اللہ کے خلیل تھے۔" انھوں نے کہا، ہم نے آپ سے اس بارے میں بھی سوال نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: "پھر کیا تم مجھ سے عرب کے بارے میں پوچھتے ہو؟" انھوں نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: "سنو! ان کے جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں ممتاز تھے، وہی اب اسلام میں بھی پسندیدہ ہیں، ہاں تب، جب وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔" [ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ لقد كان فی یوسف ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٩۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف : ٢٣٧٨ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمھارے دلوں اور تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے۔" [ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم ظلم المسلم ...... الخ : ٣٤/ ٢٥٦٤ ]

ابو نضرہ منذر بن مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے اس صحابی نے خبر دی جس نے ایام تشریق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! تمھارا رب ایک ہے، تمھارا باپ بھی ایک ہے، خبردار ہو جاؤ! نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، نہ کسی گورے کو کسی کالے پر اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر، اگر (کسی کو کسی پر کوئی فضیلت) ہے تو صرف تقویٰ کی بنا پر۔" [ مسند أحمد : ٥/ ٤١١، ح : ٢٣٥٥٠ ]

سیدنا عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تم لوگ آپس میں تواضع اختیار کیا کرو۔ یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔" [ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا أهل الجنة و أهل النار : ٦٤/ ٢٨٦٥ ]

قَالَتِ الْأَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

''بدویوں نے کہا ہم ایمان لے آئے، کہہ دے تم ایمان نہیں لائے اور لیکن یہ کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو گے تو وہ تمھیں تمھارے اعمال میں کچھ کمی نہیں کرے گا، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ دیہاتی سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں، اس لیے ہم مومن ہیں اور ہر اکرام وعزت افزائی کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان سے کہا کہ تم ابھی مومن نہیں ہو، اس لیے کہ ایمان اعتقادِ قلب، خلوصِ نیت اور حصول اطمینان کا نام ہے۔ تم لوگ یہ کہو کہ ہاں ہم لوگ غلامی اور قتل کے ڈر سے یا صدقہ کے لالچ میں ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہو گئے ہیں اور یہ صفت منافقین کی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ ابھی ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، ورنہ اس کا اثر تمھارے جسموں پر ظاہر ہوتا اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے سے اس کی تصدیق ہوتی۔ آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ نے انھی دیہاتیوں سے فرمایا کہ اگر تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کے اوامر کو بجا لاؤ گے اور نواہی سے بچتے رہو گے تو اللہ تمھارے نیک اعمال کا اجر ہرگز کم نہیں کرے گا اور یقین کرو کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بے حد مہربان ہے۔ اس لیے اس کی طرف رجوع کرو، نفاق سے توبہ کرو اور اپنے دلوں میں ایمان راسخ کرو، تاکہ اللہ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے اور تم پر رحم کرے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے چند لوگوں کو کچھ مال دیا اور آپ ﷺ نے ایک شخص کو کچھ نہ دیا، حالانکہ وہ مجھے ان سب سے زیادہ پسند تھا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو چھوڑ دیا؟ اللہ کی قسم! میں تو اس کو مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''(مومن) یا مسلم؟'' میں تھوڑی دیر چپ رہا اور پھر جو حال میں اس کا جانتا تھا اس نے مجھ پر غلبہ کیا اور میں نے اپنی بات کو دہرایا اور عرض کی، کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو کچھ نہیں دیا؟ اللہ کی قسم! میں تو اس کو مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''(مومن) یا مسلم۔'' میں تھوڑی دیر چپ رہا اور پھر جو اس کے متعلق میں جانتا تھا اس نے مجھ پر غلبہ کیا اور میں نے پھر وہی عرض کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی وہی جواب مرحمت فرمایا، پھر (اس کے بعد) آپ نے فرمایا: ''اے سعد! میں ایک شخص کو کچھ دیتا ہوں، حالانکہ کسی دوسرے کو اس سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ دراصل مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں اللہ اس کو اوندھے منہ دوزخ میں نہ ڈال دے۔'' [ بخاری، کتاب الإیمان، باب إذا لم یکن الإسلام علی الحقیقۃ ...... الخ : ۲۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب تألف قلب من یخاف علی إیمانہ ...... الخ : ۲۳۷/ ۱۵۰ ]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

''مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حقیقی طور پر اہل ایمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر صدق دل سے ایمان لے آئے، ایسا ایمان جس کے بعد ان کے دل کے کسی گوشہ میں شک کا شائبہ تک باقی نہ رہا اور اپنے مال اور اپنی جان کے ذریعے سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور دیگر اعمال صالحہ بھی کیے۔ یہی لوگ اپنے ایمان کے دعویٰ میں صادق ہیں، نہ کہ وہ دیہاتی جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اور نہ ان کے عمل نے ان کے صادق الایمان ہونے کی تصدیق کی۔ لہٰذا دل میں ایمان کے پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ [ البقرة : ۱۷۷ ] ''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۚۖ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴾ [ الأنفال : ۲ تا ٤ ] ''(اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، انھی کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجے اور بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴾ [ الأنفال : ۷٤ ] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن

لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں، انھی کے لیے بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔‘‘
سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ! مجھے اسلام کی کوئی ایسی بات بتا دیجیے کہ پھر میں اس کو آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ نے فرمایا: ’’کہہ! میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر قائم رہ۔‘‘
[ مسلم، کتاب الإیمان، باب جامع أوصاف الإسلام : ۳۸ ]

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾

’’کہہ دے کیا تم اللہ کو اپنے دین سے آگاہ کر رہے ہو، حالانکہ اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘
اس آیت کریمہ میں انھی دیہاتیوں سے جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا اور جو ایمان کا دعویٰ کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ کے طور پر کہا ہے کہ تم اللہ کو اپنے دین و ایمان کی خبر دیتے ہو، تاکہ تمھیں مومن مان لیا جائے؟ حالانکہ وہ تو آسمانوں اور زمین کی ہر شے کی خبر رکھتا ہے۔ اس لیے اسے خوب معلوم ہے کہ تمھارا ایمان کس درجے کا ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اس لیے تمھارے دلوں میں جو بات ہے، اس کے خلاف کوئی بات نہ کہو، ورنہ اس کے عذاب سے بچ نہ سکو گے۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

’’وہ تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے، کہہ دے مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کے لیے ہدایت دی، اگر تم سچے ہو۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کو جانتا ہے اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔‘‘
اس آیت میں انھی دیہاتیوں کی ایک دوسری غلطی پر تنبیہ کی جا رہی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ یہ دیہاتی آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور ان کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی ہے، تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم لوگ اپنے ایمان لانے کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ، اس لیے کہ جو راہ ہدایت پر آ جاتا ہے وہ اپنا بھلا کرتا ہے، بلکہ اگر تم اپنے ایمان میں صادق ہوتے تو اللہ تم پر احسان جتلاتا کہ اس نے تمھیں ایمان لانے کی توفیق دی،

جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن انصار سے فرمایا تھا: ''اے انصاریو! کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا، پھر تم کو میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب فرمائی ؟ اور تم میں آپس میں دشمنی اور نا اتفاقی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے تم میں باہم الفت پیدا کر دی اور تم محتاج تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے تمھیں غنی کر دیا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات پر وہ ساتھ ساتھ کہتے جاتے، بے شک اللہ اور اس کا رسول اس سے بھی زیادہ احسان والے ہیں۔ [ بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة الطائف ...... الخ : ٤٣٣٠۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام ...... الخ : ١٠٦١ ]

آخری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز کی خبر رکھتا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ کون صادق الایمان ہے اور کون کاذب الایمان؟
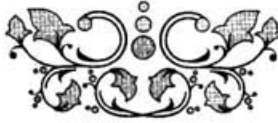
# سورة ق مكية

عمرہ بنت عبدالرحمن کی بہن کہتی ہیں کہ میں نے سورۃ ﴿قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ﴾ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سن کر یاد کی ہے۔ ہر خطبہ جمعہ میں منبر پر اس سورت کو پڑھنا آپ ﷺ کا معمول تھا۔ [ مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوة و الخطبة : ۸۷۲ ]

عبیداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر (کی نماز) میں کیا پڑھتے تھے؟ انھوں نے بتایا، آپ ان میں ﴿قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ﴾ اور ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ پڑھتے تھے۔ [ مسلم، کتاب صلوة العیدین، باب ما یقرأ فی صلوة العیدین : ۸۹۱ ]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں سورۃ ﴿قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ﴾ پڑھتے تھے اور اس کے بعد کی باقی نمازیں ہلکی پڑھتے تھے۔ [ مسلم، کتاب الصلوة، باب القراءة فی الصبح : ۴۵۸ ]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝۲



”قٓ۔ قسم ہے قرآن کی جو بہت بڑی شان والا ہے! بلکہ انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، تو کافروں نے کہا یہ ایک عجیب چیز ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کی قسم کھائی ہے، جو بہت ہی بلند و بالا مرتبے والی کتاب ہے،

اللہ نے قسم کھائی کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں، لیکن مشرکین مکہ نے محمد ﷺ کے رسول ہونے میں شبہ کیا، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر انھوں نے ان کی بعثت کو ایک امر عجیب قرار دیا اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہی درمیان کا ایک فرد رسول بنا کر ہمیں اللہ سے ڈرانے کے لیے بھیج دیا جائے؟ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [ یونس : ۲ ] ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کی طرف وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈرا اور جو لوگ ایمان لائے انھیں بشارت دے کہ یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے ہاں سچا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا بے شک یہ تو کھلا جادوگر ہے۔''

ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۳ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۴

''کیا جب ہم مر گئے اور ہم مٹی ہو گئے؟ یہ واپس لوٹنا بہت دور ہے۔ بے شک ہم جان چکے ہیں جو کچھ زمین ان میں سے کم کرتی ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو خوب محفوظ رکھنے والی ہے۔''

مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت ہی کا انکار نہیں کیا، بلکہ بعث بعد الموت کا بھی انکار کیا، اس لیے کہ آپ انھیں روزِ قیامت کے عذاب ہی سے تو ڈراتے تھے، جو بعث بعد الموت کے بعد آنے والا ہے۔ اس آیت میں ان کے انکار و حیرت کو بطور تاکید بیان کیا گیا ہے کہ کیا جب ہم مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے تو دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ جیسا کہ محمد (ﷺ) ہمیں قرآن پڑھ کر اس کی یقین دہانی کراتے ہیں۔ ہمارا دوبارہ زندہ کیا جانا وہم و خیال ہے اور امکان و عادت سے بہت دور کی بات ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ مرنے کے بعد جب انسان دفن کر دیا جاتا ہے، تو زمین اس کے جسم کو آہستہ آہستہ کھا جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس بات کا خوب علم ہے، اس لیے کہ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ اس کا علم کامل اور نہایت لطیف ہے، کوئی چیز اس کے احاطۂ علم سے خارج نہیں ہے، ایسے قادر مطلق اور علام الغیوب کے لیے یہ بات کیسے بعید از امکان مانی جاتی ہے کہ وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا؟

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوح محفوظ میں تمام انسانوں کی تعداد، ان کے نام اور ہر چیز محفوظ ہے اور جب قیامت آئے گی تو جیسے وہ پہلی بار پیدا کیے گئے تھے، دوبارہ بے کم و کاست پیدا کیے جائیں گے، کسی چیز میں ذرا بھی کوئی فرق نہیں آئے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ

الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [ الروم : ۲۷ ] ”اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [ الأحقاف : ۳۳ ] ”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک آدمی کا جب موت کا وقت قریب آ گیا اور وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لیے لکڑیوں کا ایک بڑا ڈھیر جمع کرنا اور (مجھے اس میں رکھ کر) آگ کو روشن کرنا، جب آگ میرا گوشت ختم کر دے اور ہڈیاں باقی رہ جائیں اور میں کوئلہ بن جاؤں تو اس کوئلے کو لے کر خوب پیسنا، پھر ہوا والے دن کا انتظار کرنا اور (اس دن میں) اس راکھ کو سمندر میں اڑا دینا۔ انھوں نے ایسے ہی کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے جمع کیا اور اسے کہا کہ تو نے ایسے کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ (اے اللہ!) تیرے (عذاب کے) ڈر کی وجہ سے! تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔“ [ بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل : ۳۴۵۲ ]

## بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْۤ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝

”بلکہ انھوں نے سچ کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا۔ پس وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں۔“

مشرکین مکہ نے صرف یہی جرم نہیں کیا کہ انھوں نے بعث بعد الموت کا انکار کیا، بلکہ اس سے بھی بڑا جرم ان کا یہ ہے کہ انھوں نے قرآن کریم کا انکار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا کہ جن پر قرآن نازل ہوا۔ اس معاملے میں وہ نہایت اضطراب میں مبتلا ہیں، کسی ایک حالت پر ان کو قرار نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ساحر، کبھی شاعر، کبھی کذاب اور کبھی مفتری کہتے ہیں اور قرآن کو اقوام گزشتہ کے خیالی قصے بتاتے ہیں۔ انھیں خود معلوم نہیں کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

## اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝

”تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی درزیں نہیں ہیں۔“

یعنی یہ منکرین بعث بعد الموت کیا اپنی آنکھوں سے اپنے سروں کے اوپر اونچے آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ

نے بغیر ستونوں کے سہارے کے اسے قائم و ثابت رکھا ہے اور اسے آفتاب و مہتاب اور ان گنت ستاروں کے ذریعے سے مزین کیا ہوا ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے، کیا وہ اللہ جو ایسے آسمان کی تخلیق پر قادر ہے، وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ وہ یقیناً اس بات پر قادر ہے کہ جسے اس نے پہلی بار پیدا کیا ہے، وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے، پھر اسے دوبارہ زندہ کر دے۔

آسمان کی حیرت انگیز تخلیق کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ ۝ وَ لَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ﴾ [ الملك : ۳ تا ۵ ] ”وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے؟ پھر بار بار نگاہ لوٹا، نظر نا کام ہو کر تیری طرف پلٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت بخشی اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مارنے کے آلے بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

**وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰی لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۝**

”اور زمین، ہم نے اسے پھیلایا اور اس میں گڑے ہوئے پہاڑ رکھے اور اس میں خوبی والی ہر قسم اگائی۔ ہر اس بندے کو دکھانے اور یاد دلانے کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے۔“

یعنی کیا یہ منکرین بعث بعد الموت نہیں دیکھتے کہ ہم نے زمین کو پھیلا دیا ہے اور اس کے اوپر پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ دیے ہیں، تاکہ زمین اپنے اندرونی جوش کی وجہ سے ہلنے نہ لگے اور اس میں انواع و اقسام کے خوبصورت پودے اگائے ہیں، جو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے گویا کہ مسکرا رہے ہیں۔ قدرت کے یہ نظارے ہر اس بندے کو دعوتِ فکر و نظر دیتے ہیں جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کی رضا کی جستجو میں لگا رہتا ہے۔ جو اللہ ان باتوں پر قادر ہے وہ یقیناً انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

**وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِ ۝ وَ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ۝**

”اور ہم نے آسمان سے ایک بہت بابرکت پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ باغات اور کاٹی جانے والی (کھیتی) کے

دانے اگائے۔اور کھجوروں کے درخت لمبے لمبے، جن کے تہ بہ تہ خوشے ہیں۔“

اللہ نے آسمانوں سے کثیر الفوائد پانی برسایا ہے جس کے ذریعے سے اس نے پھل دار درخت اگائے اور گیہوں، جَو اور دوسرے دانے اگائے، کھجوروں کے لمبے لمبے درخت اگائے، جس کے پھلوں کے خوشے تہ بہ تہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری چیزیں اپنے بندوں کی روزی کے لیے پیدا کی ہیں۔ اس نے پانی کے ذریعے سے قحط زدہ مردہ زمینوں میں جان ڈال دی اور ان میں قسم قسم کے پودے، پھول اور پھل اگ آئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ﴾ [ النازعات : ۲۷ تا ۳۳ ] ”کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔ اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا۔ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔“

## رِزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝

”بندوں کو روزی دینے کے لیے اور ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح نکلنا ہے۔“

**وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ** : یعنی جس طرح اللہ کی قدرت سے پانی کے ذریعے سے مردہ زمین میں جان پڑ گئی، اسی طرح قیامت کے دن مردے اپنی قبروں سے زندہ ہو کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْۤ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [ حٰمٓ السجدة : ۳۹ ] ”اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک تو زمین کو دبی ہوئی ( بنجر ) دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور پھولتی ہے، بے شک وہ جس نے اسے زندہ کیا، یقیناً مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دو مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان چالیس کی مدت ہوگی..... ( اتنی مدت گزرنے کے بعد ) اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اس طرح ( زمین سے ) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔“ [ مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین النفختین : ۲۹۵۵ ]

سیدنا ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا نشانی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم کبھی ایسی وادی سے نہیں
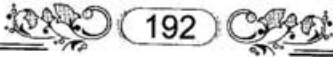
گزرے جو قحط سالی کی وجہ سے بنجر بنا دی گئی ہو؟'' کہتے ہیں کہ میں نے کہا، کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تو وہاں سے دوبارہ گزرا ہو تو وہ سرسبز لہلہا رہی ہو؟'' میں نے کہا کہ کیوں نہیں (ایسا ہی ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہی اس کی مخلوق میں نشانی ہے۔'' [ مستدرك حاكم : ٤/ ٥٦٠، ح : ٨٦٨٢ ]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّ أَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُودُ ﴿۱۲﴾ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ إِخْوَانُ لُوطٍ ﴿۱۳﴾ وَّ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ﴿۱۴﴾

''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور کنویں والوں نے اور ثمود نے۔ اور عاد اور فرعون نے اور لوط کے بھائیوں نے۔ اور درختوں کے جھنڈ والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔''

ان آیات میں کفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کا حشر بھی گزشتہ امتوں کی طرح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قریش والوں سے پہلے قوم نوح نے بھی روزِ قیامت، جزا و سزا اور نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا تھا، اسی طرح کنویں والوں نے اور ثمود نے اپنے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا، قوم عاد نے ہود علیہ السلام پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تھا اور بت پرستی پر اصرار کیا تھا۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانے سے انکار کیا تھا اور قوم لوط کے لوگ عورتوں کے بجائے مردوں کے ساتھ بدکاری کر کے اپنی شہوت پوری کرتے تھے۔ اصحاب ایکہ نے شعیب علیہ السلام کی دعوت ٹھکرا دی تھی اور ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے اور تبع حمیری کی قوم نے بھی سرکشی کی راہ اختیار کی اور دین کی صحیح باتوں کو ٹھکرا دیا۔ ان تمام قوموں نے اپنے اپنے رسولوں کی اور ان کے لائے ہوئے دین کی تکذیب کی، تو اللہ کا عذاب ان کے لیے واجب ہو گیا۔

أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿۱۵﴾ ع ۱۵

''تو کیا ہم پہلی دفعہ پیدا کرنے کے ساتھ تھک کر رہ گئے ہیں؟ بلکہ وہ ایک نئے پیدا کیے جانے کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ایک وقت ایسا تھا کہ آسمان و زمین میں کوئی مخلوق نہیں پائی جاتی تھی، ہم نے انھیں پہلی بار پیدا کیا، تو جب ہم پہلی بار مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز نہیں تھے، تو انھیں دوبارہ پیدا کرنے سے کیسے عاجز رہیں گے؟ مشرکین مکہ جب اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ ہی نے تمام مخلوقات کو پہلی بار پیدا کیا ہے تو وہ اس کا کیوں انکار کرتے ہیں کہ وہ انھیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے؟ ان کی کور مغزی کی وجہ سے یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ مرنے کے بعد جب انسان کے اعضا بکھر جائیں گے اور وہ گل سڑ کر مٹی میں مل جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان اعضا کو دوبارہ اکٹھا

کرے گا اور اس کی قدرت سے ان میں زندگی آ جائے گی۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ قادر مطلق کے لیے یہ کام بہت ہی آسان ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [ الأحقاف : ۳۳ ] ''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴾ [ ق : ۳۸ ] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے نہیں چھوا۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے، حالانکہ یہ اسے زیب نہیں دیتا، وہ مجھے گالیاں دیتا ہے اور اس کے لیے یہ بھی لائق نہ تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، جس طرح پہلی بار اللہ نے مجھے پیدا کیا ایسے پھر نہیں لوٹا سکے گا، حالانکہ پہلی مرتبہ کی پیدائش دوسری مرتبہ کی پیدائش سے زیادہ آسان تو نہ تھی (جب میں پہلی مرتبہ قادر ہوں تو دوسری مرتبہ کیوں نہیں؟) اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے، حالانکہ میں تنہا ہوں، میں صمد ہوں، نہ میری اولاد ہے نہ مجھ جیسا کوئی اور۔'' [ بخاري، كتاب التفسير، سورة قل هو الله أحد، بابٌ : ٤٩٧٤ ]

## وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝۱۶

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم ان چیزوں کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض قدرتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ باری تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور اس کا علم اس کے تمام امور کو محیط ہے، یہاں تک کہ وہ ان باتوں کو بھی جانتا ہے، جن کا اس کے دل میں کھٹکا ہوتا ہے۔ وہ اپنے بندے سے شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، وہ اس کے تمام احوال سے بغیر فرشتوں کے واسطہ کے غایت درجہ باخبر ہے۔ اس کے ساتھ فرشتوں کا پایا جانا اور ان کے ذریعے سے اعمال کا ریکارڈ میں لایا جانا محض اتمام حجت کے لیے ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل میں آنے والے خیالات سے درگزر فرما لیا ہے، جب تک کہ وہ زبان سے (وہ بات) نہ نکالیں یا (اس پر) عمل نہ کریں۔'' [ بخاري، كتاب العتق، باب الخطأ والنسيان في العتاقة ...... الخ : ۲٥۲۸۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب تجاوز الله عن حديث النفس ...... الخ : ۱۲۰۷ ]

شیطان انسان کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے، جیسا کہ علی بن حسین کہتے ہیں کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ وہ مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئیں، جبکہ آپ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ جب واپس آنے لگیں تو آپ ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے (تاکہ ان کو گھر تک چھوڑ آئیں) جب آپ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے قریب پہنچے جو مسجد نبوی کے دروازے سے ملا ہوا تھا تو دو انصاری صحابی ملے۔ انھوں نے آپ کو سلام کیا اور (تیزی سے) آگے نکل گئے۔ آپ نے انھیں فرمایا: ''ذرا ٹھہر جاؤ! (یہ عورت میری بیوی صفیہ بنت حیی ہے)۔'' انھوں نے کہا، سبحان اللہ، یا رسول اللہ! اور آپ کا یہ وضاحت فرمانا ان پر شاق گزرا۔ آپ نے فرمایا: ''دراصل شیطان خون کی طرح آدمی کے بدن کی رگ رگ تک پہنچتا ہے۔ میں ڈرا کہ کہیں وہ تمھارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔'' [ بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما جاء فی بیوت أزواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ۳۱۰۱ ]

**اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾**

''جب (اس کے ہر قول و فعل کو) دو لینے والے لیتے ہیں، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہیں۔ وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔''

یعنی انسان جونہی اپنی زبان سے کوئی بات نکالتا ہے، اس پر متعین فرشتے فوراً اسے اس کے نامۂ اعمال میں لکھ لیتے ہیں۔ دائیں طرف کا فرشتہ اس کے نیک اعمال کو اور بائیں طرف کا اس کے برے اعمال کو درج کر لیتا ہے اور وہ فرشتے انتہائی چوکنا اور ہر آن تیار رہتے ہیں، اپنی ذمہ داری سے کبھی غافل نہیں ہوتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [ الإنفطار : ۱۰ تا ۱۲ ] ''حالانکہ بلاشبہ تم پر یقیناً نگہبان (مقرر) ہیں۔ جو بہت عزت والے ہیں، لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [ الجاثیۃ : ۲۸، ۲۹ ] ''اور تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا، ہر امت اپنے اعمال نامہ کی طرف بلائی جائے گی، آج تمھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے، جو تم عمل کرتے تھے۔''

الغرض! انسان کی ہر بات لکھی جا رہی ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ خیر کی

بات کہے یا خاموش رہے۔‘‘ [ بخاری، کتاب الأدب، باب من کان یؤمن باللہ و الیوم الآخر فلا یؤذ جارہٗ : ۶۰۱۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الحث علی إکرام الجار ...... الخ : ۴۷ ]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا ذکر کیا، پھر اس سے پناہ مانگی اور (اس سے) اپنا منہ پھیر لیا۔ پھر دوزخ کا ذکر کیا، پھر اس سے پناہ مانگی اور (اس سے) اپنا منہ پھیر لیا۔ شعبہ کہتے ہیں آپ کے دو مرتبہ (اس طرح کرنے) میں تو مجھے شک نہیں (البتہ تین مرتبہ ایسا کرنے کے معاملے میں مجھے یقین نہیں)۔ پھر آپ نے فرمایا: ’’دوزخ سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔ اگر یہ بھی نہ ملے تو اچھی بات کہہ کر (ہی سہی)۔‘‘ [ بخاری، کتاب الأدب، باب طیب الکلام : ۶۰۲۳ ]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دو جبڑوں اور دو ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی زبان اور شرمگاہ) تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔‘‘ [ بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان : ۶۴۷۴ ]

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے نبی! ہم جو کچھ کہتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مؤاخذہ ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ’’تمھاری ماں تمھیں گم پائے، زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی کے علاوہ بھلا اور کون سی چیز لوگوں کو نتھنوں کے بل آگ میں گرائے گی؟‘‘ [ ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی حرمۃ الصلوۃ : ۲۶۱۶ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’منافق کی تین نشانیاں ہیں، اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور دعویٰ کرے کہ وہ مسلمان ہے۔ (وہ یہ ہیں) بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔‘‘ [ بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۱۱۰/۵۹ ]

## وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴿۱۹﴾

’’اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آئے گی۔ یہ ہے وہ جس سے تو بھاگتا تھا۔‘‘

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے انسان! موت کی بے ہوشی حقیقت واضح کرنے کے لیے طاری ہوتی ہے، یعنی اس نے تیرے سامنے اس یقین کو واضح کر دیا ہے جس کے بارے میں تو شک میں مبتلا تھا اور اس سے بھاگتا تھا۔ مگر اب جب کہ یہ تیرے پاس آ گئی ہے تو اب اسے کسی طرح بھی نہ روکا جا سکتا ہے نہ ٹالا جا سکتا ہے، نہ مؤخر کیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے خلاصی حاصل کی جا سکتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [ الجمعۃ : ۸ ] ’’کہہ دے بلاشبہ وہ موت جس سے تم

بھاگتے ہو، سو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [ الأحزاب : ١٦ ] "کہہ دے تمھیں بھاگنا ہرگز نفع نہیں دے گا اگر تم مرنے یا قتل ہونے سے بھاگو اور اس وقت تمھیں فائدہ نہیں دیا جائے گا مگر بہت کم۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پانی کا ایک پیالہ تھا، جب آپ پر موت کی غشی طاری ہونے لگی تو آپ اپنے ہاتھوں کو اس پیالے میں داخل کر کے بھگوتے اور پھر اپنے چہرے پر ان گیلے ہاتھوں کو پھیرتے جاتے اور فرماتے جاتے: "لا إله إلا الله ! موت کی بڑی سختیاں ہیں۔" [ بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاته ...... الخ : ٤٤٤٩ ]

## وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾

"اور صور میں پھونکا جائے گا، یہی عذاب کے وعدے کا دن ہے۔ اور ہر شخص آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہے۔"

یعنی جس دن اسرافیل علیہ السلام بعث بعد الموت کا صور پھونک دیں گے اور سارے لوگ گھبرا کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے، وہی کافروں کے عذاب کا دن ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [ الزمر : ٦٨ تا ٧٠ ] "اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔ اور زمین اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن ہو جائے گی اور لکھا ہوا ( سامنے ) رکھا جائے گا اور نبی اور گواہ لائے جائیں گے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور ہر شخص کو پورا پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور وہ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔"

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں کس طرح راحت و آرام حاصل کر سکتا ہوں؟ حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور منہ میں لے رکھا ہے اور گردن جھکائے ہوئے، اللہ کے حکم کی طرف کان لگائے ہوئے ہے کہ کب حکم ملے اور کب وہ پھونک دے۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، پھر یا رسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: "کہو « حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا » "ہمیں ( ہر معاملہ میں ) اللہ ہی کافی ہے

بہترین کارساز ہے اور اے ہمارے رب! ہم (ہر حال میں) تجھی پر بھروسا کرتے ہیں۔'' [ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الزمر : ۳۲۴۳ ]

اگلی آیت میں فرمایا کہ نفخۂ صور کے بعد ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہو جائیں گے، ایک اسے میدانِ محشر کی طرف ہانکے گا اور دوسرا فرشتہ اس کے نیک اور برے اعمال کی گواہی دے رہا ہو گا۔

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾

''بلاشبہ یقیناً تو اس سے بڑی غفلت میں تھا، سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ دور کر دیا، تو تیری نگاہ آج بہت تیز ہے۔''

اس دن جنوں اور انسانوں سے کہا جائے گا کہ تم سب یوم آخرت اور اس کی ہولنا کیوں سے غافل اور دنیا اور اس کی لذتوں میں مشغول تھے، تو آج ہم نے تمھاری آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا ہے، اب تم ہر چیز کو اپنے سامنے عیاں پا رہے ہو اور اب تم اس کا انکار نہیں کر سکتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [ مریم : ۳۸، ۳۹ ] ''کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے، لیکن ظالم لوگ آج کھلی گمراہی میں ہیں۔ اور انھیں پچھتاوے کے دن سے ڈرا جب (ہر) کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ سراسر غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴾ [ السجدۃ : ۱۲ ] ''اور کاش! تو دیکھے جب مجرم لوگ اپنے رب کے پاس اپنے سر جھکائے ہوں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، پس ہمیں واپس بھیج، ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔''

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿۲۵﴾ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾

''اور اس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا یہ ہے وہ جو میرے پاس تیار ہے۔ جہنم میں پھینک دو تم دونوں (فرشتے) ہر زبردست ناشکرے کو، جو بہت عناد رکھنے والا ہے۔ جو خیر کو بہت روکنے والا، حد سے گزرنے والا، شک کرنے والا ہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا لیا، سو دونوں اسے بہت سخت عذاب میں ڈال دو۔''

''قرین'' سے مراد یا تو وہ فرشتہ ہے جو ہر آدمی کے ساتھ دنیا میں لگا ہوتا ہے اور اس کے نیک و بد اعمال لکھتا رہتا ہے، تو آیت کی تفسیر یہ ہو گی کہ وہ فرشتہ اللہ سے کہے گا کہ یہ ہے وہ آدمی اور اس کے اعمال، جس کے پیچھے تو نے مجھے

لگایا تھا، یا ''قرین'' سے مراد وہ شیطان ہے جسے دنیا میں اس کا ساتھی بنا دیا گیا تھا، تاکہ اسے گمراہ کرتا رہے، تو تفسیر یہ ہو گی کہ وہ شیطان رب العالمین سے کہے گا کہ یہ ہے وہ آدمی جسے گمراہ کرنے کے لیے تو نے مجھے اس کے پیچھے لگا دیا تھا، میں نے اسے گمراہ کر کے جہنم کے لیے تیار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی مخلوقات میں نہایت عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور جب کافر کا حساب ہو چکے گا تو اللہ تعالیٰ سائق و شاہد دونوں فرشتوں سے کہے گا کہ پکڑو اس اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کا انکار کرنے والے سرکش کافر کو اور اسے جہنم میں ڈال دو۔ اسے اللہ نے مال دیا تھا تو اس پر سانپ بن کر بیٹھ گیا تھا اور اس میں اللہ اور اس کے محتاج بندوں کا حق یکسر بھول گیا تھا۔ لوگوں پر زبان اور ہاتھ دونوں سے زیادتی کرتا تھا۔ انھیں گالیاں دیتا تھا، ان کی عزت پر حملے کرتا تھا اور طاقت کے نشے میں ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتا تھا۔ کثرتِ دلائل کے باوجود دین اسلام کی حقانیت اور رسول اکرم ﷺ کی صداقت میں شبہ کرتا تھا۔ اس کی بدترین صفت یہ تھی کہ وہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی بھی پرستش کرتا تھا، اس لیے اے سائق و شاہد فرشتو! اسے جہنم کی اس کھائی میں ڈال دو، جس کا عذاب بہت ہی شدید ہے۔

**اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ** : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی، اس کی دو آنکھیں ہوں گی جو دیکھتی ہوں گی اور دو کان ہوں گے جو سنتے ہوں گے اور ایک زبان ہو گی جو بولتی ہو گی۔ زبان کہے گی مجھے تین قسم کے لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے، ایک تو ہر سرکش، حق سے دشمنی رکھنے والے کے لیے، دوسرے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ کے ساتھ دوسرے الٰہ کو پکارتا تھا اور تیسرے تصویر بنانے والوں کے لیے۔'' [ ترمذی، كتاب صفة جهنم، باب ما جاء في صفة النار : ۲۵۷٤ ]

**قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَيْتُهٗ وَ لٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ۝۲۷**

''اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکش نہیں بنایا اور لیکن وہ خود ہی دور کی گمراہی میں تھا۔''

وہ شیطان جسے دنیا میں اس کافر کا ساتھی بنا دیا گیا تھا، اس دن اس سے اپنی براءت کا اعلان کر دے گا اور کہے گا کہ اے ہمارے رب! اسے میں نے گمراہ نہیں کیا تھا، درحقیقت یہ خود ہی راہ حق سے بہت دور تھا۔ اگر یہ توحید کی راہ کو چھوڑ کر شرک باللہ کی راہ پر نہ چل پڑا ہوتا اور گناہوں کی وجہ سے اپنی فطرتِ سلیمہ کو مسخ نہ کر لیا ہوتا، تو میرے نرغے میں نہ آتا اور میرے وسوسوں کو قبول نہ کرتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَ مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ

مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

[ إبراهيم : ٢٢ ] ''اور شیطان کہے گا، جب سارے کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے وعدہ کیا، سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تمھیں بلایا تو تم نے میرا کہنا مان لیا، اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمھاری فریاد کو پہنچنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو، بے شک میں اس کا انکار کرتا ہوں جو تم نے مجھے اس سے پہلے شریک بنایا۔ یقیناً جو لوگ ظالم ہیں انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

**قَالَ قَرِيْنُهٗ** : قرین سے مراد وہ شیطان ہے جو اس کے ساتھ مقرر کیا گیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے ساتھ اس کا ایک ساتھی جنوں میں سے اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر نہ کیا گیا ہو۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی (شیطان ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! میرے ساتھ بھی ہے، لیکن اللہ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے اور وہ مطیع ہو گیا ہے، چنانچہ مجھے نیکی کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔'' [ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب تحريش الشيطان ...... الخ : ٢٨١٤ ]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے باہر نکلے، اس پر مجھے بڑی غیرت آئی۔ پھر جب آپ واپس تشریف لائے اور میرا حال دیکھا تو آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! تمھیں کیا ہوا؟ کیا تمھیں غیرت آئی؟'' میں نے کہا، مجھے کیا ہوا جو میرے جیسی بیوی کو آپ جیسے شوہر پر غیرت نہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھارا شیطان تمھارے پاس آ گیا تھا؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں'' میں نے کہا، کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے؟ فرمایا: ''ہاں!'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی (شیطان ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، لیکن میرے رب نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے اور وہ مطیع ہو گیا ہے۔'' [ مسلم، کتاب صفات المنافقين باب تحريش الشيطان ...... الخ : ٢٨١٥ ]

## قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾

''فرمایا میرے پاس جھگڑا مت کرو، حالانکہ میں نے تو تمھاری طرف ڈرانے کا پیغام پہلے بھیج دیا تھا۔''

رب العالمین شیطان اور اس کے شیطان ساتھیوں کو آپس میں جھگڑتا دیکھ کر کہیں گے کہ اب تم لوگ میرے پاس نہ جھگڑو، اس کا کوئی فائدہ نہیں، میں نے دنیا میں اپنی کتاب اور اپنے رسول کی زبانی یہ بات واضح کر دی تھی کہ جو شخص اللہ کا انکار کرے گا، اس کے ساتھ غیروں کو شریک بنائے گا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا، اس

لیے آج کے دن تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [ هود : ۱۱۹ ] ''اور تیرے رب کی بات پوری ہو گئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور ہی بھروں گا۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ فَالْحَقُّ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ۝ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [ ص : ۸۴، ۸۵ ] ''فرمایا پھر حق یہ ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔''

## مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَ مَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۲۹

''میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ہرگز کوئی ظلم ڈھانے والا نہیں۔''

ابلیس نے آدم و حوا علیہما السلام کو وسوسہ ڈال کر جب جنت سے نکلوا دیا تھا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا تھا: ﴿ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [ هود : ۱۱۹ ] ''میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور ہی بھروں گا۔'' اسی فیصلے کی طرف اشارہ ہے کہ میں نے کافروں اور رسولوں کی نافرمانی کرنے والوں کے بارے میں جو فیصلہ کر دیا ہے، وہ ہرگز نہیں بدلے گا اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کروں گا کہ مطیع و فرماں بردار کو عذاب دوں، یا کافر و نافرمان کو جنت میں داخل کر دوں۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور تمھارے درمیان بھی حرام کیا ہے، سو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔'' [ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷ ]

## يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝۳۰

''جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کیا کچھ مزید ہے؟''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ روزِ قیامت دوزخ سے پوچھے گا، کیا تو بھر گئی ہے؟ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ روزِ قیامت اسے جنوں اور انسانوں سے بھرے گا۔ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کے لیے جہنم رسید ہونے کا حکم دے گا، انھیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو جہنم کہے گی، کیا اور بھی ہے؟ یعنی کیا کوئی چیز باقی رہ گئی ہے جو تو مجھے دے گا؟ آیت کریمہ کے سیاق سے بظاہر یہی معنی معلوم ہو رہے ہیں اور پھر احادیث بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہنم میں ( گناہ گار ) ڈالے جائیں گے، لیکن (دوزخ کا پیٹ نہیں بھرے گا اور ) وہ برابر یہی کہتی رہے گی، کچھ اور ہے، کچھ اور ہے؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھ

دے گا تو (اس وقت) وہ کہے گی، بس بس!‘‘ [ بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ و تقول ھل من مزید ﴾ : ۴۸۴۸ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(ایک مرتبہ) دوزخ اور جنت میں بحث ہوئی۔ دوزخ نے کہا، مجھ میں تو وہ لوگ آئیں گے جو بڑے مغرور اور سرکش ہوں گے۔ جنت نے کہا، میرا کیا حال ہے؟ مجھ میں تو وہ لوگ آئیں گے جو غریب اور دھتکارے ہوئے ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے، میں تیرے ذریعے سے اپنے جن بندوں پر چاہوں گا رحم کروں گا اور دوزخ سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، میں تیرے ذریعے سے اپنے جن بندوں کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور میں تم دونوں کو بھر دوں گا، لیکن دوزخ نہیں بھرے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں اس میں رکھ دے گا۔ اس وقت وہ کہے گی کہ بس بس بس! اور اس کا بعض حصہ بعض دوسرے حصے پر چڑھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔ رہی جنت تو (اس میں بھی جگہ بچ جائے گی، یہاں تک کہ) اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا (اور اس جگہ کو آباد کرے گا)۔‘‘ [ بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ وتقول ھل من مزید ﴾ : ۴۸۵۰۔ مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب النار یدخلھا الجبارون ...... الخ : ۲۸۴۶/۳۶ ]

## وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾

’’اور جنت پرہیز گاروں کے لیے قریب کر دی جائے گی، جو کچھ دور نہ ہوگی۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت قریب کی جائے گی، یعنی قیامت کے دن جو دور نہیں ہے، اس لیے کہ جس کا آنا یقینی ہو وہ دور نہیں سمجھا جاتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴾ [ الشعراء : ۹۰، ۹۱ ] ’’اور متقی لوگوں کے لیے جنت قریب لائی جائے گی۔ اور گمراہ لوگوں کے لیے بھڑکتی آگ ظاہر کر دی جائے گی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴾ [ التکویر : ۱۲ تا ۱۴ ] ’’اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔ اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔ ہر جان، جان لے گی جو لے کر آئی۔‘‘

## هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾

’’یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع والا، خوب حفاظت کرنے والا ہو۔‘‘

اہل جنت جب جنت اور اس کی نعمتوں کا قریب سے مشاہدہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ہر وہ شخص جو دنیا میں گناہوں سے منہ موڑ کر اللہ کی بندگی کرے گا اور اس کے فرض کردہ اعمال و احکام کو بجا لائے گا اور امانتوں کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

## مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِۣ ﴿۳۳﴾

''جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔''

یعنی یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ سے اس حال میں بھی ڈرتے ہیں جب انھیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ اس دنیا میں اس یقین کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں کہ اگرچہ کوئی انسان انھیں نہیں دیکھ رہا، لیکن اللہ تو انھیں ہر جگہ اور ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ ان کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ ہر دم اپنے رب کے حضور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں اور جن کاموں کو اللہ پسند نہیں کرتا، ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ :. ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ [ یٰسٓ : ۱۱ ] ''تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ نصیب فرمائیں گے جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہیں ہو گا...... (ان میں سے) ساتواں آدمی وہ ہو گا جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بہ پڑیں۔'' [ بخاری، کتاب الأذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوۃ و فضل المساجد : ٦٦٠۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل إخفاء الصدقة : ١٠٣١ ]

## ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾

''اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔''

یعنی ایسے لوگوں سے جو بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں اور جو رجوع کرنے والا دل لے کر میدانِ محشر میں حاضر ہوں گے، کہا جائے گا، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے، اب تم کبھی جنت سے نکالے نہیں جاؤ گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جنت میں جائے گا وہ ہمیشہ سکون سے رہے گا، اسے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہو گی اور نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کی جوانی کبھی ختم ہو گی۔'' [ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی دوام نعیم أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٣٦ ]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنت والوں کو جنت میں اور دوزخ والوں کو دوزخ میں داخل کرے گا، پھر ایک پکارنے والا ان کے درمیان کھڑا ہو گا اور کہے گا، اے جنت والو! اب موت

نہیں ہے اور اے دوزخ والو! اب موت نہیں ہے۔ اب ہر ایک ہمیشہ اسی حال میں رہے گا جس حال میں وہ ہے۔" [ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ۲۸۵۰ ]

## لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ﴿٣٥﴾

"ان کے لیے جو کچھ وہ چاہیں گے اس میں ہوگا اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔"

یعنی جنتیوں کی ہر خواہش کو پورا کیا جائے گا، اس کے علاوہ ان کو اور بھی بہت سی نعمتیں دی جائیں گی، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمھیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی شبہ ہوتا ہے، جب اس کے اوپر بادل بھی نہ ہو؟" لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو کیا تمھیں سورج دیکھنے میں کوئی شبہ ہوتا ہے جب اس کے اوپر ابر بھی نہ ہو؟" لوگوں نے عرض کی کہ نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پس تم اسی طرح (بغیر کسی دقت کے) اپنے پروردگار کو دیکھو گے۔ قیامت کے دن لوگ (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو (دنیا میں) جس کی پرستش کرتا تھا وہ اس کے پیچھے ہو لے۔ چنانچہ کوئی ان میں سے آفتاب کے پیچھے ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے چاند کے پیچھے ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے بتوں کے پیچھے ہو جائے گا اور یہ (ایمان داروں کا) گروہ باقی رہ جائے گا اور اسی میں اس امت کے منافق (بھی شامل) ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ (اس صورت میں جسے وہ نہیں پہچانتے) ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمھارا پروردگار ہوں، تو وہ کہیں گے (ہم تجھے نہیں جانتے) ہم اس جگہ کھڑے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارا پروردگار ہمارے پاس آ جائے اور جب وہ آئے گا ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کے پاس (اس صورت میں) آئے گا (جسے وہ پہچانتے ہیں) اور فرمائے گا کہ میں تمھارا پروردگار ہوں؟ تو وہ کہیں گے ہاں! تو ہمارا پروردگار ہے۔ پس اللہ انھیں بلائے گا اور جہنم کی پشت پر پل صراط رکھ دیا جائے گا اور میں اپنی امت کے ساتھ اس پل صراط سے گزرنے والا پہلا رسول ہوں گا اور اس دن سوائے پیغمبروں کے کوئی بول نہ سکے گا اور پیغمبروں کا کلام اس دن (( اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ )) ہوگا (یعنی اے اللہ! مجھے محفوظ رکھنا، مجھے بچا لینا) اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کے مشابہ آنکڑے ہوں گے، کیا تم لوگوں نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو وہ (شکل میں) سعدان کے کانٹوں کے مشابہ ہوں گے، لیکن ان کی جسامت کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ وہ آنکڑے لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق اچک لیں گے، تو ان میں سے کوئی اپنے اعمال کے سبب (جہنم میں گر کر) ہلاک ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے (مارے زخموں کے) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، اس کے بعد نجات پائے گا، یہاں تک کہ جب اللہ دوزخیوں میں سے جن پر مہربانی کرنا چاہے گا تو اللہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو اللہ

کی پرستش کرتے تھے وہ نکال لیے جائیں، چنانچہ فرشتے انھیں نکالیں گے اور فرشتے انھیں سجدوں کے نشانوں سے پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ نے (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدے کے نشان کو کھائے۔ تو ابن آدم کے سارے جسم کو آگ کھالے گی سوائے سجدوں کے نشان کے، تو وہ آگ سے نکالے جائیں گے (اس حال میں کہ) وہ سیاہ ہو گئے ہوں گے، پھر ان کے اوپر آب حیات ڈالا جائے گا تو (اس کے پڑنے سے) وہ ایسا نمو پکڑیں گے جیسے دانہ سیل کے بہاؤ میں اگتا ہے۔ اس کے بعد اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی رہ جائے گا اور وہ تمام دوزخیوں میں سے سب سے آخر میں جنت میں جائے گا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا، کہے گا کہ اے میرے پروردگار! میرا منہ دوزخ (کی طرف) سے پھیر دے، کیونکہ مجھے اس کی ہوا نے زہر آلود کر دیا ہے اور اس کے شعلے نے مجھے جلا دیا ہے۔ اللہ فرمائے گا، اچھا، اگر تیرے ساتھ یہ احسان کر دیا جائے تو تو اس کے علاوہ کچھ اور تو نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا کہ تیری بزرگی کی قسم! نہیں (کچھ نہیں مانگوں گا) اور اللہ عزوجل اس بات پر، جس قدر اللہ چاہے گا، اس شخص سے پختہ وعدہ لے گا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کا منہ دوزخ (کی طرف) سے پھیر دے گا۔ پھر جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اس کی تر و تازگی دیکھے گا، تو جس قدر اللہ تعالیٰ اس شخص کا خاموش رہنا پسند کرے گا، وہ آدمی چپ رہے گا، اس کے بعد کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے جنت کے دروازے کے پاس بٹھا دے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تو نے مجھ سے اس بات پر عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ اس ایک سوال کے سوا تو مجھ سے اور کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا، اے میرے پروردگار! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب تو نہ کر۔ تو اللہ فرمائے گا کہ اگر تجھے یہ بھی عطا کر دیا جائے تو تو اس کے علاوہ کچھ اور تو نہ مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا کہ قسم تیری بزرگی کی! نہیں، میں اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے، جس قدر اللہ چاہے گا، قول و قرار لے گا اور اسے جنت کے دروازے کے پاس بٹھا دے گا۔ پس جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچ جائے گا اور اس کی پہنائی، تر و تازگی اور سرور دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ اس کا چپ رہنا چاہے گا، وہ چپ رہے گا۔ اس کے بعد وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کہ افسوس اے ابن آدم! تو کس قدر عہد شکن ہے، کیا تو نے اس بات پر قول و قرار نہیں کیے تھے کہ اس کے علاوہ جو تجھے دیا جا چکا ہے اور کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ کر۔ پس اللہ تعالیٰ (اس کی باتوں سے) ہنس پڑے گا اور خوش ہوگا۔ اس کے بعد اُسے جنت میں جانے کی اجازت دے دے گا اور فرمائے گا کہ خواہش کر (یعنی جو جو کچھ تو مانگ سکتا ہے مانگ)، چنانچہ وہ خواہش کرنے لگے گا، یہاں تک کہ اس کی خواہشیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ بزرگ و برتر فرمائے گا کہ یہ یہ چیزیں اور مانگ۔ اب اللہ تعالیٰ اسے یاد دلائے گا، یہاں تک کہ جب اس کی خواہشیں تمام ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ

فرمائے گا کہ تجھے یہ بھی سب کچھ دیا جاتا ہے (یعنی تیری خواہشوں کے مطابق) اور اسی کے برابر اور بھی۔'' (یہ حدیث سن کر) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر یہ فرمایا تھا: ''اللہ عزوجل نے فرمایا کہ تجھے یہ بھی سبھی کچھ اور اس کے ساتھ اسی کی مثل دس گنا اور بھی دیا جاتا ہے۔'' تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف یہی قول یاد ہے کہ تجھے یہ بھی دیا جاتا ہے اور اسی کے مثل اور بھی۔ تو سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''تجھے یہ اور اسی کی مثل دس گنا اور دیا جاتا ہے۔'' [ بخاري، كتاب الأذان، باب فضل السجود : ۸۰٦ ]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں سے فرمائے گا، اے جنتیو! وہ کہیں گے، اے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے، ہم کیسے راضی نہ ہوں؟ ہم کو تو تو نے اتنا کچھ دیا کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تم کو اس سے بھی بہتر کوئی چیز دوں؟ وہ عرض کریں گے، اے رب! اس سے بہتر کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ کہ میں تم پر اپنی رضا مندی نازل کرتا ہوں اور میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' [ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۲۹ ]

**وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾**

''اور ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی نسلیں ہلاک کر دیں، جو پکڑنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں۔ پس انھوں نے شہروں کو چھان مارا، کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے؟''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو ایک قسم کی دھمکی دی ہے کہ گزشتہ قوموں نے جب اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور کسی طرح ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا۔ اس عذاب سے بچنے کے لیے انھوں نے شہروں کو چھان مارا لیکن انھیں کہیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں ملی اور وہ ہلاک کر دیے گئے، حالانکہ وہ قوت میں کفار مکہ سے کہیں زیادہ تھے، پھر بھی اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے، تو ان کفارِ مکہ کی کیا حقیقت ہے؟ اگر انھوں نے تکذیب جاری رکھی تو ان پر بھی اسی طرح عذاب نازل ہوگا اور یہ نیست و نابود کر دیے جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴾ [ ق : ۱۲ تا ۱٤ ] ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور کنویں والوں نے اور ثمود نے۔ اور عاد اور فرعون نے اور لوط

کے بھائیوں نے۔اور درختوں کے جھنڈ والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [ المؤمن : ۲۱، ۲۲ ] ’’اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ تو قوت میں ان سے بہت زیادہ سخت تھے اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے بھی، پھر اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے تو انھوں نے انکار کیا تو اللہ نے انھیں پکڑ لیا۔ بے شک وہ بہت قوت والا، بہت سخت سزا دینے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴾ [ محمد : ۱۳ ] ’’اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو تیری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا، ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔‘‘

## اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝۳۷

’’بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے یقیناً نصیحت ہے جس کا کوئی دل ہو، یا کان لگائے، اس حال میں کہ وہ (دل سے) حاضر ہو۔‘‘

یعنی اقوامِ گزشتہ کے ان واقعات سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں گے جو عقل سے بہرہ ور ہوں گے، وہ عقل سے کام لے کر کفر سے تائب ہوں گے اور اپنے کان سے ان کی خبریں سن کر چوکنے دل و دماغ کے ساتھ سوچیں گے کہ ہم نے کفر پر اصرار کیا تو ہمارا انجام انھی کافر قوموں جیسا ہوگا، جن کے واقعات یہاں بیان کیے گئے ہیں۔

لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴾ [ قٓ : ۳۳ ] ’’جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔‘‘

دل کی اصلاح بہت ضروری ہے، دل اگر بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، حلال و حرام کی تمیز اٹھ جاتی ہے، جیسا کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ سن لو! وہ ٹکڑا دل ہے۔‘‘ [ بخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه : ۵۲ ]

﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖۗ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴾ ﴿۳۸﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے نہیں چھوا۔‘‘

یعنی اے لوگو! ہم نے آسمان کو، زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کسی قسم کی کوئی تکان محسوس نہیں ہوئی اور جب ساری کائنات کو نئے سرے سے پیدا کرنا ہمارے لیے مشکل نہیں تو انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لیے کیا مشکل ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [ الأحقاف : ۳۳ ] ’’اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [ المؤمن : ۵۷ ] ’’یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا ( کام ) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ﴿۳۹﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴾ ﴿۴۰﴾

’’سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔ اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کی تسبیح کر اور سجدے کے بعد کے اوقات میں بھی۔‘‘

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ مشرکین اگر بعث بعد الموت اور توحید و رسالت کا انکار کرتے ہیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں، صبر و تحمل سے کام لیجیے اور اپنے رب کی حمد و ثنا اور تسبیح کے ذریعے سے قوت حاصل کیجیے۔ تسبیح سے مراد یا تو ظاہری تسبیح ہے، یعنی اللہ کی پاکی بیان کرنا، یا اس سے مراد نماز ہے۔ دوسری صورت میں طلوع آفتاب سے قبل کی نماز سے مراد فجر کی نماز، غروب سے قبل کی نماز سے مراد ظہر اور عصر کی نماز ہے اور رات کی نماز سے مراد عشاء اور تہجد کی نماز ہے اور ﴿ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴾ سے مراد وہ نوافل ہیں جو فرض نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے ہلکے ہیں، لیکن میزان میں بڑے بھاری اور رحمٰن کو بہت پیارے ہیں ( اور وہ ہیں ) (( سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ،

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ›› ’’اللہ پاک ہے اپنی تعریفوں اور خوبیوں کے ساتھ۔ اللہ پاک ہے، عظمتوں والا۔‘‘ [ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل التهليل و التسبيح والدعاء : ٢٦٩٤۔ بخاری، كتاب الدعوات، باب فضل التسبيح : ٦٤٠٦ ]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ یہ کلمات پڑھے: ‹‹ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ ›› تو اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔‘‘ [ بخاری، كتاب الدعوات، باب فضل التسبيح : ٦٤٠٥۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل التهليل و التسبيح والدعاء : ٢٦٩١ ]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتلاؤں جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟‘‘ پھر آپ نے فرمایا: ’’بے شک اللہ کو سب سے زیادہ محبوب کلام: ‹‹ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ ›› ہے۔‘‘ [ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل سبحان الله و بحمده : ٨٥/٢٧٣١ ]

**قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ** : سیدنا ابو زہیر عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ’’جو کوئی سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے (یعنی فجر اور عصر کی) نماز پڑھتا ہے، وہ ہرگز جہنم کی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘ [ مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما : ٦٣٤ ]

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے (اور چاند کی چودہ تاریخ تھی) آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور آپ نے فرمایا: ’’عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے، جیسے اس چاند کو بے تکلف دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تمھیں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اگر تم سے ہو سکے تو ایسا کرو کہ سورج نکلنے سے پہلے کی نماز اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز قضا نہ ہونے دو۔‘‘ اس کے بعد جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴾ [ ق : ٣٩ ] ’’اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔‘‘ [ بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و سبح بحمد ربك...... الخ ﴾ : ٤٨٥١۔ مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلوتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما : ٦٣٣ ]

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا وہ آدھی رات تک نماز پڑھتا رہا اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا وہ ساری رات نماز پڑھتا رہا۔‘‘ [ مسلم، كتاب الصلوة، باب فضل صلوة العشاء والصبح في جماعة : ٦٥٦ ]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن فرمایا: ''ان کافروں نے ہمیں درمیان والی نماز نہ پڑھنے دی، حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور ان کے گھروں یا (فرمایا) ان کے پیٹوں کو انگاروں سے بھر دے۔'' [ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ حفظوا علی الصلوات والصلوة الوسطٰی ﴾ : ۴۵۳۳۔ مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال الصلوۃ الوسطی ھی صلوۃ العصر : ۶۲۷ ]

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ [ بنی إسرائیل : ۷۹ ] ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔''

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کر دی۔ میں نے (دل میں) کہا، سو آیتوں پر آپ رکوع فرمائیں گے، لیکن آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ میں نے خیال کیا کہ آپ یہ سورت پوری نماز (دو رکعتوں) میں ختم فرمائیں گے، لیکن آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ پھر میں نے خیال کیا کہ آپ اس کے ساتھ (یعنی سورت ختم کر کے) رکوع کریں گے، لیکن آپ نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کر دی اور وہ بھی ساری پڑھ لی، پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی تلاوت شروع فرما دی اور وہ بھی ساری پڑھ گئے۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے، جب آپ کوئی ایسی آیت تلاوت کرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ (اللہ کی) تسبیح کرتے اور جب کسی سوال والی آیت کی تلاوت کرتے تو اللہ سے سوال کرتے اور جب پناہ مانگنے والی آیت کی تلاوت کرتے تو پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور رکوع میں '' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ '' پڑھنا شروع کر دیا اور آپ کا رکوع بھی آپ کے قیام کے برابر تھا۔ پھر آپ نے (رکوع سے سر اٹھایا اور) ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ '' پڑھا، پھر آپ دیر تک کھڑے رہے، اتنا جتنا آپ نے رکوع فرمایا تھا۔ پھر آپ نے سجدہ کیا اور (اس میں) آپ نے ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى '' پڑھا اور آپ کا سجدہ بھی آپ کے قیام کے برابر تھا۔ [ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل : ۷۷۲ ]

وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غریب مہاجر آئے اور انھوں نے کہا، یا رسول اللہ! مال دار لوگ بلند درجے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں حاصل کر چکے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا مطلب؟'' انھوں نے کہا، وہ نماز پڑھتے ہیں، جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں، جیسے ہم رکھتے ہیں، لیکن (مال دار ہونے کی وجہ سے) وہ صدقہ دیتے ہیں، جو ہم نہیں دے سکتے۔ وہ غلام آزاد کرتے ہیں، جو ہم نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایک ایسا عمل نہ بتاؤں کہ (جب تم اسے کرو تو) تم ان (کے مقام) کو پا لو جو تم سے آگے ہیں اور ان سے ہمیشہ (مقام میں) آگے رہو جو تم سے پیچھے ہیں اور تم سے کوئی بھی افضل نہیں ہوگا، سوائے اس کے جو یہی عمل کرے؟'' انھوں

نے کہا کہ ضرور اے اللہ کے رسول ! آپ نے فرمایا: ''تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ " "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ " اور " اَللّٰهُ اَكْبَرُ " پڑھ لیا کرو۔'' وہ غریب مہاجر دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ یارسول اللہ! ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی اس عمل کے متعلق سن لیا ہے اور انھوں نے بھی اس پر عمل شروع کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دے۔'' [ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ و بیان صفته : ۵۹۵۔ بخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلوۃ : ۸۴۳ ]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بھی ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ " سُبْحَانَ اللّٰهِ "اور تینتیس مرتبہ " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ "اور تینتیس مرتبہ " اَللّٰهُ اَكْبَرُ "کہتا ہے یہ ننانوے ہو گئے اور پھر سو کی گنتی پوری کرتے ہوئے یہ دعا پڑھتا ہے: " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ " تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔'' [ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ و بیان صفته : ۵۹۷ ]

سیدنا کعب بن مالک بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ ایسی دعائیں ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد انھیں پڑھنے والا، یا انھیں بجا لانے والا کبھی ( ثواب یا بلند درجوں سے ) محروم نہیں ہوتا (اور وہ ) تینتیس مرتبہ " سُبْحَانَ اللّٰهِ"، تینتیس مرتبہ " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ "اور چونتیس مرتبہ " اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہنا ہے۔'' [ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة و بیان صفته : ۵۹۶ ]

## وَ اسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾

''اور کان لگا کر سن جس دن پکارنے والا ایک قریب جگہ سے پکارے گا۔ جس دن وہ چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے، یہ نکلنے کا دن ہے۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ کو بذریعہ وحی روزِ قیامت کے جو احوال بتائے جا رہے ہیں، انھیں غور سے سنیے، اس دن اسرافیل دوسرا صور پھونکیں گے، قیامت برپا ہو جائے گی اور ہر مُردہ زندہ ہو کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑے گا اور یہ آواز اتنی قریب سے ہوگی کہ میدانِ محشر کا ہر فرد اسے سنے گا۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ جس دن لوگ قبر سے اٹھائے جانے اور میدانِ محشر میں جمع ہونے کے لیے اسرافیل کے صور کی آواز سنیں گے، وہ قبر سے نکلنے کا برحق دن ہوگا، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾ [ الزمر : ۶۸ ] ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو

اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔‘‘

﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ ﴾

’’یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔‘‘

اس آیت میں اشارہ ہے کہ جب ہم پہلی مرتبہ پیدا کر چکے ہیں تو دوسری مرتبہ پیدا کرنا ہمارے لیے کیا مشکل ہے؟ ہم یقیناً دوبارہ پیدا کریں گے اور سب کو ہماری ہی طرف حساب کتاب کے لیے لوٹنا ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [ الروم : ۲۷ ] ’’اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

﴿ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ ﴾

’’جس دن زمین ان سے پھٹے گی، اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔‘‘

اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے کے بعد زمین پھٹ پڑے گی اور تمام مُردے زندہ ہو کر ادھر دوڑ پڑیں گے، جدھر سے آواز آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگوں کو قبروں سے نکال کر میدانِ محشر میں جمع کرنا ہمارے لیے بہت آسان ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ [ بنی إسرائیل : ۴۹ تا ۵۱ ] ’’اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں قیامت کے دن آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔‘‘

[مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع الخلائق : ۲۲۷۸ ]

﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴾

’’ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں جو یہ کہتے ہیں اور تو ان پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں، سو قرآن کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کر جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے۔‘‘

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ مشرکین مکہ کی اللہ اور اس کے رسول کے خلاف افترا پردازی اور بعث بعدالموت کا انکار اللہ کو خوب معلوم ہے اور وہی ان سے حساب لے گا۔ آپ کا کام تو انھیں ہمارا پیغام پہنچا دینا ہے، انھیں ایمان لانے پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں ہے، آپ قرآن کریم کی تلاوت کر کے ان لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے، جو میرے عذاب و عقاب سے ڈرتے ہیں۔

وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ : یعنی آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں، بلکہ آپ کا کام صرف پہنچا دینا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [ الغاشية : ۲۱، ۲۲ ] ’’پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [ البقرة : ۲۷۲ ] ’’تیرے ذمے انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [ القصص : ۵۶ ] ’’بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔‘‘

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ : یعنی جو ڈرتا ہے وہ ایمان لے آئے گا اور جو نہیں ڈرتا وہ ایمان نہیں لائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴾ [ الأعلٰی : ۹، ۱۰ ] ’’سو تو نصیحت کر، اگر نصیحت کرنا فائدہ دے۔ عنقریب نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے۔‘‘

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص تم میں سے کسی منکر (یعنی خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی، (یعنی دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بے زار ہو) اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔‘‘ [ مسلم، كتاب الإيمان، باب كون النهي عن المنكر من الإيمان ...... الخ : ۴۹ ]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَ الذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّ اِنَّ الدِّیۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾

''قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو اڑا کر بکھیرنے والی ہیں! پھر ایک بڑے بوجھ (بادل) کو اٹھانے والی ہیں۔ پھر آسانی سے چلنے والی ہیں۔ پھر ایک بڑے کام (بارش) کو تقسیم کرنے والی ہیں۔ کہ بلاشبہ جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یقیناً سچا ہے۔اور بلاشبہ جزا یقیناً واقع ہونے والی ہے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے برساتی ہواؤں کی قسم کھائی ہے، برساتی ہوائیں پانی سے لبریز بوجھل بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آتی ہیں اور بارانِ رحمت کی خوشخبری دیتی ہیں، پھر یہ ہوائیں امرِ الٰہی کے مطابق بادلوں کو اڑا کر ادھر ادھر تقسیم کر دیتی ہیں، پھر اللہ کے حکم کے مطابق بارش ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزۡجِیۡ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیۡنَہٗ ثُمَّ یَجۡعَلُہٗ رُکَامًا فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِہٖ ۚ وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ جِبَالٍ فِیۡہَا مِنۡۢ بَرَدٍ فَیُصِیۡبُ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَصۡرِفُہٗ عَنۡ مَّنۡ یَّشَآءُ ؕ یَکَادُ سَنَا بَرۡقِہٖ یَذۡہَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ﴾ [ النور : ۴۳ ] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ بادل کو چلاتا ہے، پھر اسے آپس میں ملاتا ہے، پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں میں سے جو اس میں ہیں، کچھ اولے اتارتا ہے، پھر انھیں جس کے پاس چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور انھیں جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے۔''

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! تم سے جس قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے اور جس بعث بعد الموت کی تمھیں خبر دی گئی ہے، وہ بالکل سچ ہے۔ اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ جزا و سزا کا ایک دن مقرر ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ چکائے گا۔ اچھوں کو اچھا اور بروں کو برا بدلہ دے گا۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝۷ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝۸ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝۹

''قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے ! کہ بلاشبہ تم یقیناً ایک اختلاف والی بات میں پڑے ہوئے ہو۔ اس (قیامت) سے وہی بہکایا جاتا ہے جو (پہلے سے) بہکایا گیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آسمان کی قسم کھائی ہے جو بڑا ہی حسین وجمیل اور ستاروں سے مزین ہے اور یہ قسم اہل مکہ کے کردار کی شناعت وقباحت بیان کرنے کے لیے کھائی ہے کہ اے کفارِ مکہ! تم قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی عداوت میں کس قدر اخلاقی گراوٹ میں مبتلا ہو گئے ہو؟ کہ جو چاہتے ہو ہمارے نبی ﷺ پر اتہام دھرتے ہو۔ کبھی انھیں شاعر کہتے ہو، کبھی ساحر کہتے ہو، کبھی مجنون اور پاگل کہتے ہو، تم ہمارے نبی کے متعلق متضاد و متناقض اور بے بنیاد باتیں کرتے رہتے ہو۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قرآن پر ایمان لانے سے وہی شخص محروم کیا جاتا ہے جو اللہ کی تقدیر کے مطابق ایمان سے محروم، گم گشتۂ راہ اور فکر وفہم سے عاری ہوتا ہے۔

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝۱۱ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۲ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝۱۳ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۱۴

''اٹکل لگانے والے مارے گئے۔ وہ جو خود بڑی غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں جزا کا دن کب ہے؟ جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔ اپنے جلنے کا مزہ چکھو، یہی ہے جسے تم جلدی مانگتے تھے۔''

کفارِ مکہ نے قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار دلائل و براہین کی بنیاد پر نہیں، بلکہ محض ظن وتخمین کی بنیاد پر کیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان جھوٹوں پر لعنت بھیج دی، یعنی اللہ نے انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ ان کی جہالت و نادانی کا حال یہ ہے کہ جو قرآن ان کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہے، اس سے یکسر غافل، اپنی جسمانی لذتوں اور شہوتوں کی تکمیل میں منہمک ہیں اور اگر کبھی قیامت کے بارے میں پوچھتے بھی ہیں تو نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس استہزا کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قیامت اس دن آئے گی جب کفارِ مکہ جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے اور ان جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ اب چکھو اس عذاب کا مزہ جس کا بطور استہزا تم مطالبہ کیا کرتے تھے، بلکہ وقت سے پہلے اس کے آنے کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا

﴿ قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴾ [ الجاثیة : ۳۲ ] ''اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور جو قیامت ہے اس میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے، ہم تو محض معمولی سا گمان کرتے ہیں اور ہم ہرگز پورا یقین کرنے والے نہیں۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا، جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی گزرا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں۔'' [ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار ...... الخ : ۲۸۰۷ ]

---

## اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶﴾

---

''بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔''

فرمایا کہ متقی لوگ ایسے باغوں اور چشموں میں ہوں گے کہ جن کی خوبیاں الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی ہیں۔ ان کا رب انھیں اپنی ان بخششوں اور نوازشوں سے اس لیے نوازے گا کہ وہ اپنی دنیا کی زندگی میں بڑے ہی اچھے لوگ تھے۔ اپنے رب کے اوامر کی پابندی کرتے تھے اور نواہی سے بچتے تھے، راتوں کو کم سوتے تھے، یعنی رات کا ایک حصہ نماز تہجد میں گزارتے تھے، لیکن اس کے باوجود انھیں احساس ہوتا تھا کہ جیسے ان کے گناہ اور جرائم بہت ہیں، اسی لیے توبہ اور استغفار میں لگ جاتے تھے اور اپنے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے محتاجوں اور فقیروں کا حق سمجھتے تھے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴾ [ الطور : ۱۷ تا ۲۰ ] ''بے شک متقی لوگ باغوں اور بڑی نعمت میں ہیں۔ لطف اٹھانے والے اس سے جو ان کے رب نے انھیں دیا اور ان کے رب نے انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو قطاروں میں بچھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیا، جو بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں سے فرمائے گا، اے

جنتیو! وہ کہیں گے، اے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے، ہم کیسے راضی نہ ہوں؟ ہم کو تو تو نے اتنا کچھ دیا کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تم کو اس سے بھی بہتر کوئی چیز دوں؟ وہ عرض کریں گے، اے رب! اس سے بہتر کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ کہ میں تم پر اپنی رضا مندی نازل کرتا ہوں اور میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' [ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۲۹ ]

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

''وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔ اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محروم کے لیے ایک حصہ تھا۔''

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ : سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لیے ٹوٹ پڑے اور انھوں نے (خوشی میں ایک دوسرے سے) کہا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ میں بھی آپ کی زیارت کے لیے گیا، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو توجہ سے دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں۔ سب سے پہلی بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے کان میں پڑی، وہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلایا کرو۔ اور راتوں کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم نماز ادا کیا کرو، تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' [ ترمذی، كتاب صفة القيامة ، باب أفشوا السلام : ۲۴۸۵۔ ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات ، باب ما جاء فى قيام الليل : ۱۳۳۴ ]

وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے، ہے کوئی مجھ سے دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی مجھ سے کسی چیز کا سوال کرنے والا کہ میں وہ چیز اسے دے دوں؟ کیا ہے کوئی مجھ سے (اپنے گناہوں کی) معافی طلب کرنے والا کہ میں اسے معاف کر دوں؟ فجر طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے۔'' [ بخاری، كتاب التهجد، باب الدعاء والصلوٰة من آخر الليل : ۱۱۴۵۔ مسلم، كتاب صلوٰة المسافرين ، باب الترغيب فى الدعاء والذكر فى آخر الليل والإجابة فيه : ۷۵۸ ]

وَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ

نہیں جو لوگوں کے پاس چکر کاٹتا پھرتا ہے، تا کہ اسے ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں مل جائیں، بلکہ حقیقی مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے بے پروا ہو جائے اور نہ لوگوں کو علم ہے کہ وہ مسکین ہے کہ اسے صدقہ دیں اور نہ وہ لوگوں سے کچھ مانگتا ہے۔" [ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ عزوجل : ﴿ لا یسئلون الناس إلحافًا ﴾ : ۱۴۷۹۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنی ...... الخ : ۱۰۳۹ ]

## وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾

"اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں۔"

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں، اگر آدمی ان میں فکر و تدبر سے کام لے تو وہ ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال ہو جائے۔ یہ پہاڑ، یہ نہریں، یہ کھیتیاں، رنگ برنگ کے پھل اور پھول، بھانت بھانت کے پرندے اور انواع و اقسام کے جانور اور حیوانات اور دیگر تمام چیزیں جو زمین میں پائی جاتی ہیں، وہ خالق کائنات کے وجود اور اس کی وحدانیت کا پتا دیتی ہیں، لیکن ان نشانیوں سے حقیقت میں فائدہ وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔

## وَ فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

"اور تمھارے نفسوں میں بھی، تو کیا تم نہیں دیکھتے؟"

انسان کی تخلیق میں بھی بہت سی نشانیاں ہیں، جن میں غور و فکر کرنا آدمی کو خالق کائنات کے وجود اور اس کی وحدانیت کے اعتراف پر مجبور کرتا ہے۔ نطفہ رحم مادر میں قرار پاتا ہے، پھر مختلف مراحل سے گزر کر بچہ پیدا ہوتا ہے، پھر بڑا ہوتا ہے، بوڑھا ہوتا ہے اور ایک دن دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قوت گویائی، قوت سماعت، قوت بینائی اور قوت عقل و احساس سے نوازتا ہے، اس کے جسم کا ہر عضو الگ الگ کام کرتا ہے اور پھر انسانوں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں، رنگ و زبان اور عقل و فکر کے اعتبار سے دنیا میں بے شمار قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان تمام باتوں میں فکر و تدبر آدمی کو اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ ان کا کوئی خالق ضرور ہے، جو قادر مطلق اور وحدہ لاشریک لہ ہے۔

## وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

"اور آسمان ہی میں تمھارا رزق ہے اور وہ بھی جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور اپنے علم و قدرت کے ذریعے سے آسمان و زمین کے تمام امور کی تدبیر کرتا ہے۔ بارش جو تمام پھلوں، پھولوں اور غذائے انسانی کی پیدائش کا سبب ہے، آسمان کی جانب سے نازل ہوتی ہے، خیر و شر اور رحمت و عذاب کے فیصلے آسمان میں ہوتے ہیں۔ لوح محفوظ، جس میں ہر چیز کی تفصیل پائی جاتی ہے، وہ بھی آسمان میں ہے۔

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾

’’سو آسمان و زمین کے رب کی قسم ہے! بلاشبہ یہ (بات) یقیناً حق ہے اس (بات) کی طرح کہ بلاشبہ تم بولتے ہو۔‘‘

اللہ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کفارِ مکہ کو یقین دلانا چاہا ہے کہ قیامت، بعث بعد الموت اور جزا و سزا امر یقینی ہے، اس میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہیں ہے، جیسے تمھیں اپنی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ و کلمات پر یقین ہوتا ہے کہ وہ الفاظ تمھاری زبان سے نکلے ہیں، اسی طرح وقوع قیامت اور جزا و سزا کے لیے حساب کا ہونا یقینی ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

’’کیا تیرے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات آئی ہے؟ جب وہ اس پر داخل ہوئے تو انھوں نے سلام کہا۔ اس نے کہا سلام ہو، کچھ اجنبی لوگ ہیں۔ پس چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گیا، پس (بھنا ہوا) موٹا تازہ بچھڑا لے آیا۔ پھر اسے ان کے قریب کیا کہا کیا تم نہیں کھاتے؟ تو اس نے ان سے دل میں خوف محسوس کیا، انھوں نے کہا مت ڈر! اور انھوں نے اسے ایک بہت علم والے لڑکے کی خوشخبری دی۔ تو اس کی بیوی چیختی ہوئی آگے بڑھی، پس اس نے اپنا چہرہ پیٹ لیا اور اس نے کہا بوڑھی بانجھ! انھوں نے کہا تیرے رب نے ایسے ہی فرمایا ہے، یقیناً وہی کمال حکمت والا، بے حد علم والا ہے۔‘‘

فرمایا کہ ایک دن ابراہیم علیہ السلام کے پاس کچھ ایسے فرشتے آئے جن کا اللہ کے نزدیک بڑا مقام تھا، جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انھوں نے سلام کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ میں آپ لوگوں کو نہیں پہچانتا، آپ کون لوگ ہیں؟ پھر ابراہیم علیہ السلام فوراً ہی مہمانوں کو بتائے بغیر اپنے اہل خانہ کے پاس پہنچے، تاکہ ان کی میزبانی کا انتظام کریں اور ایک بھنا ہوا بچھڑا ان کے سامنے لے کر آئے۔ اسے مہمانوں کے قریب کیا، لیکن انھوں نے کھانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا، تو ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں اور دل ہی دل میں ڈرنے لگے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کی نیت ہمارے بارے میں اچھی نہیں ہے، اسی لیے ہمارا کھانا نہیں کھا رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ﴾ [ ھود : ۷۰ ] ’’تو جب ان کے ہاتھوں کو دیکھا کہ اس کی طرف نہیں

پہنچتے تو انھیں اوپرا جانا اور ان سے ایک قسم کا خوف محسوس کیا۔"
جب ان فرشتوں نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام اندر ہی اندر کسی انہونے شر سے ڈر گئے ہیں، تو انھیں اپنی حقیقت کی اطلاع دے دی اور ایک لڑکے کی خوشخبری دی جو بڑا ہو کر بڑے علم وفضل والا ہوگا۔ سارہ علیہا السلام نے، جو بوڑھی ہو چکی تھیں، جب یہ بات سنی تو مارے حیرت کے ان کے منہ سے چیخ نکل گئی، اپنا چہرہ پیٹنے لگیں اور کہنے لگیں کہ میں تو بوڑھی ہوں اور بانجھ ہوں، مجھے کیسے بچہ ہوگا؟ فرشتے نے کہا کہ ہم نے آپ کو وہی خبر دی ہے جو اللہ نے فرمایا ہے، اس لیے اس بارے میں کوئی شبہ نہ کیجیے، اللہ نے جو چاہا وہ ہو کر رہے گا، وہ اپنے اقوال وافعال میں بڑا حکیم اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

**هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ** : مہمانوں کی مہمان نوازی سے متعلق فضائل و مناقب بہت سی احادیث میں موجود ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر مدارت کرے۔" [ بخاري، كتاب الأدب، باب إكرام الضيف : ٦١٣٦۔ مسلم، كتاب اللقطة ، باب الضيافة : ٤٨ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن یا ایک رات باہر نکلے اور آپ نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بھی باہر دیکھا، پوچھا: "تم اس وقت اپنے گھروں سے کیوں نکلے ہو؟" انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! بھوک کی وجہ سے نکلے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے بھی اسی چیز نے نکالا ہے جس نے تمھیں نکالا ہے، تو چلو!" پھر وہ آپ کے ساتھ چلے، آپ ایک انصاری کے ہاں آئے۔ وہ انصاری گھر میں نہیں تھے، ان کی بیوی نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگیں، مرحبا، خوش آمدید۔ آپ نے فرمایا: "فلاں شخص کہاں ہے؟" اس عورت نے کہا، وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری آ گئے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو کہا، الحمد للہ! آج کسی کے ہاں اتنے عزت والے مہمان نہیں ہیں، جیسے میرے ہاں ہیں، پھر وہ گئے اور کھجور کا ایک خوشہ لے کر آئے، جس میں گدری، سوکھی اور تازہ کھجوریں تھیں۔ انھوں نے کہا، اس میں سے کھایئے! پھر انھوں نے چھری لی۔ آپ نے فرمایا: "دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔" انھوں نے ایک بکری ذبح کی، سب نے اس کا گوشت کھایا، کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ جب کھانے اور پینے سے سیر ہو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم سے قیامت کے دن اس نعمت کے بارے میں سوال ہوگا، تم گھروں سے بھوک کے نکلے تھے، پھر تم (گھر) نہیں لوٹے یہاں تک کہ تم کو یہ نعمت ملی۔" [ مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره ...... الخ : ٢٠٣٨ ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی ہے جو کمزور تھی۔ میں اس آواز میں بھوک محسوس کرتا ہوں، تمھارے پاس کچھ ہے؟ انھوں نے کہا، ہاں! پھر انھوں نے جو کی روٹیاں نکالیں، پھر اپنی اوڑھنی نکالی اور اس میں روٹیوں کو لپیٹ کر میرے ہاتھ میں چھپا دیا اور اس اوڑھنی کا دوسرا حصہ

میرے جسم پر باندھ دیا پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیا۔ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کے پاس لوگ بیٹھے ہیں۔ میں وہاں پہنچ کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟'' میں نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''کچھ کھانا دے کر۔'' میں نے کہا، جی ہاں، یہ سنتے ہی آپ نے لوگوں سے فرمایا: ''چلو اٹھو۔'' آپ روانہ ہوئے، میں آپ کے آگے آگے چل کر ابوطلحہ کے پاس پہنچا۔ میں نے ان کو خبر دی۔ ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا، اے ام سلیم! رسول اللہ ﷺ لوگوں کو لا رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے جو ہم انھیں کھلا سکیں، ام سلیم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ پھر ابوطلحہ چلے اور رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا۔ پھر وہ دونوں ساتھ آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ام سلیم! تمھارے پاس جو کھانا ہے وہ لے آؤ۔'' ام سلیم وہی روٹیاں لے آئیں۔ آپ نے فرمایا: ''ان کے ٹکڑے کر دو۔'' پھر ام سلیم نے کپی نچوڑ کر اس میں سے کچھ گھی نکالا وہی سالن ہوا۔ پھر آپ نے جو کچھ دعا کرنا تھی وہ دعا کی اور ابوطلحہ سے فرمایا: ''دس دس آدمیوں کو بلاؤ۔'' انھوں نے بلایا، وہ کھا کر سیر ہو کر باہر چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اب دوسرے دس آدمیوں کو بلاؤ۔'' انھوں نے بلایا، وہ بھی آئے، کھا کر سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر فرمایا: ''اب اور دس آدمیوں کو بلاؤ۔'' ابوطلحہ نے فرمایا، وہ بھی آئے اور کھا کر سیر ہو کر چلے گئے پھر فرمایا: ''اور دس آدمیوں کو بلاؤ۔'' انھوں نے بلایا، غرض اسی طرح سب لوگوں نے کھا لیا اور سیر ہو گئے۔ یہ سب ستر یا اسی آدمی تھے۔ [ بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام : ۳۵۷۸۔ مسلم، کتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غیرهٗ ......الخ : ۲۰۴۰ ]

سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے والد کے ہاں تشریف لائے، ہم نے کھانا اور وطبہ (ایک کھانا جو کھجور، پنیر اور گھی کو ملا کر بنتا ہے ) وہ پیش کیا اور آپ نے اس میں سے کھایا۔ پھر سوکھی کھجوریں آئیں، آپ ان کو کھاتے رہے اور گٹھلیاں دونوں انگلیوں کے بیچ میں رکھتے جاتے تھے، یعنی کلمہ اور بیچ والی انگلی کے درمیان۔ پھر پینے کے لیے کچھ آیا، آپ نے اسے پیا، اس کے بعد دائیں طرف جو بیٹھا تھا اس کو دیا، پھر میرے باپ نے آپ کے جانور کی لگام پکڑی اور عرض کی، ہمارے لیے دعا کیجیے، آپ نے فرمایا: « اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ فَاغْفِرْ لَهُمْ فَارْحَمْهُمْ » ''اے اللہ! ان کی روزی میں برکت عطا فرما، ان کو بخش دے اور ان پر رحم فرما۔'' [ مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب وضع النوی خارج التمر ...... الخ : ۲۰۴۲ ]

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَ تَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

”کہا تو اے بھیجے ہوئے (قاصدو!) تمھارا معاملہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا بے شک ہم کچھ گناہ گار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر (کھنگر) پھینکیں۔ جن پر تیرے رب کے ہاں حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان لگائے ہوئے ہیں۔ سو ہم نے اس (بستی) میں ایمان والوں سے جو بھی تھا نکال لیا۔ تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی نہ پایا۔ اور ہم نے اس میں ان لوگوں کے لیے ایک نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔“

ابراہیم علیہ السلام کو شاید اندازہ ہو گیا تھا کہ ان فرشتوں کے آنے کا کوئی اور بھی مقصد ہے، اسی لیے جب ان کا خوف جاتا رہا اور بیٹے کی خوش خبری بھی مل گئی، تو ان سے پوچھا کہ تمھاری آمد کا اور کیا مقصد ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ ہم ایک مجرم قوم یعنی قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں، تاکہ ہم ان پر سخت مٹی کے پتھروں کی بارش کر دیں، جن پر مجرموں کے نام آپ کے رب کی جانب سے لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا، تاکہ وہ عذاب کی لپیٹ میں نہ آئیں۔ کہتے ہیں کہ وہ صرف تین افراد تھے، لوط اور ان کی دو بیٹیاں، ان کی بیوی مسلمان نہیں تھی، اس لیے ہلاک کر دی گئی تھی۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نیست و نابود کر دیا۔ ان کی بستی کے صرف کھنڈرات باقی رہ گئے اور وہ کفار کی بستی مکہ سے کچھ دور بھی نہیں، لب سڑک واقع ہے، یہ لوگ دوران سفر میں اس کے پاس سے گزرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حجر میں ارشاد فرمایا: ”ان عذاب یافتہ لوگوں کے علاقے میں داخل ہونا پڑے تو صرف روتے ہوئے داخل ہوا کرو، اگر رونا نہ آئے تو ان کے علاقے میں داخل نہ ہونا کہ کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔“ [ بخاري، كتاب الصلوة، باب الصلاة في مواضع الخسف والعذاب: ۴۳۳۔ مسلم، كتاب الزهد، باب النهي عن الدخول على أهل الحجر : ۲۹۸۰ ]

وَ فِيْ مُوْسٰۤى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾

”اور موسیٰ میں (بھی ایک نشانی ہے) جب ہم نے اسے فرعون کی طرف ایک واضح دلیل دے کر بھیجا۔ تو اس نے اپنی

قوت کے سبب منہ پھیر لیا اور اس نے کہا یہ جادوگر ہے، یا دیوانہ۔ پس ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر انھیں سمندر میں پھینک دیا، اس حال میں کہ وہ قابل ملامت کام کرنے والا تھا۔"

جس طرح قوم لوط کے باقی ماندہ آثار کفارِ مکہ اور دیگر قوموں کے لیے نشانِ عبرت ہیں، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کی ہلاکت بھی اپنے اندر بہت سی نشانیاں لیے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزۂ عصا دے کر فرعون کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسے اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیں، لیکن فرعون نے تکبر کے سبب ان سے اور ان کی دعوت سے منہ پھیر لیا اور ان کے بارے میں اپنی قوم سے کہنے لگا، یہ آدمی یا تو جادوگر ہے، یا اسے جنون لاحق ہو گیا ہے۔ اس ملعون کا مقصد اپنی قوم کو بے وقوف بنانا اور دھوکا دینا تھا۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب فرعون کی سرکشی انتہا کو پہنچ گئی اور اس کے ایمان لانے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو سمندر میں ڈبو دیا۔ درآں حالیکہ اس کے سارے کرتوت قابل ملامت تھے، اس نے ربوبیت کا دعویٰ کیا، اللہ کا انکار کیا اور سرکشی اور کبر و غرور کی آخری حدوں کو پہنچ گیا۔

**وَ فِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾**

"اور عاد میں، جب ہم نے ان پر بانجھ (خیر و برکت سے خالی) آندھی بھیجی۔ جو کسی چیز کو نہ چھوڑتی تھی جس پر سے گزرتی مگر اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح کر دیتی تھی۔"

قومِ عاد یعنی قوم ہود کی ہلاکت بھی اپنے اندر نشانِ عبرت رکھتی ہے۔ جب ان کی سرکشی انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کرنے کے لیے ایک ایسی تیز و تند ہوا کو ان پر مسلط کر دیا جس میں کسی طرح کی کوئی خیر نہیں تھی۔ چنانچہ وہ ہوا جس چیز کو بھی لگی، وہ وہیں ڈھیر ہو گئی۔ تمام لوگ ہلاک ہو گئے، ان کے مویشی مر گئے اور ان کے سارے اسبابِ زندگی تباہ و برباد ہو گئے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری مدد بادِ صبا (یعنی مشرقی ہوا) کے ذریعے سے کی گئی اور قوم عاد بادِ دبور (یعنی مغربی ہوا) کے ذریعے سے ہلاک کی گئی تھی۔" [ بخاری، کتاب الاستسقاء، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : نصرت بالصباء : ۱۰۳۵۔ مسلم، کتاب صلاۃ الاستسقاء، باب فی ریح الصبا والدبور : ۹۰۰ ]

**وَ فِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾**

’’اور ثمود میں، جب ان سے کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدہ اٹھالو۔ پھر انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو انھیں کڑک نے پکڑ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے۔ پھر نہ انھوں نے کسی طرح کھڑے ہونے کی طاقت پائی اور نہ وہ بدلہ لینے والے تھے۔‘‘

قومِ ثمود یعنی قوم صالح کی ہلاکت میں بھی کفارِ مکہ اور دیگر قوموں کے لیے بہت سی عبرت و موعظت کی باتیں ہیں۔ جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی یعنی انھوں نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ہلاک کر دیا اور ان کے ایمان لانے کی کوئی امید باقی نہ رہی، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں رہنے کے لیے تین دن کی مہلت دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴾ [ هود : ٦٥ ] ’’اپنے گھروں میں تین دن خوب فائدہ اٹھالو، یہ وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔‘‘

لیکن انھوں نے سرکشی ہی کی راہ اختیار کی اور اپنے رب کا حکم ماننے سے انکار کر دیا، تو عذاب الٰہی نے دن کے وقت انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اور موت ان میں سے ایک ایک کو اچکنے لگی اور حالت یہ تھی کہ وہ اپنے گھٹنوں کے بل اوندھے منہ زمین پر گرے پڑے تھے۔ وہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، نہ اپنی مجلسوں سے اٹھ سکے اور نہ کوئی ان کی مدد کے لیے آیا، جو انھیں عذاب سے بچا لیتا۔

وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۲

’’اور اس سے پہلے نوح کی قوم کو، یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔‘‘

فرعون، قومِ عاد اور قوم ثمود سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی سرکشی کی راہ اختیار کی اور اللہ کی اطاعت و بندگی کا انکار کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی ہلاک کر دیا۔ بے شک ان کی ہلاکت میں بھی ان کے بعد آنے والی قوموں کے لیے عبرت و موعظت ہے۔ نوح علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کر دیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِيْ وَ مَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [ الشعراء : ١١٧ تا ١٢١ ] ’’اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ پس تو میرے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور میرے ساتھ جو ایمان والے ہیں، انھیں بچا لے۔ تو ہم نے اسے اور ان کو جو اس کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے، بچا لیا۔ پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔‘‘

وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾
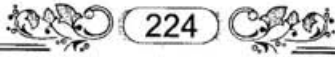
”اور آسمان، ہم نے اسے قوت کے ساتھ بنایا اور بلاشبہ ہم یقیناً وسعت والے ہیں۔اور زمین، ہم نے اسے بچھا دیا، سو (ہم ) اچھے بچھانے والے ہیں۔اور ہر چیز سے ہم نے دو قسمیں بنائیں، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا ہے، اسے اونچا بنایا اور شمس و قمر اور ان گنت ستاروں سے اسے مزین کیا ہے۔ ہم ہر چیز کو جتنا پھیلانا چاہیں اسے پھیلانے کی قدرت رکھتے ہیں اور ہم نے زمین کو فرش کی طرح پھیلا دیا ہے، تاکہ بندے اس سے مستفید ہوسکیں، ہم ہی اسے اچھی طرح پھیلانے والے ہیں، یعنی ہمارے سوا کوئی اس کی قدرت نہیں رکھتا۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور کوئی چیز اس دنیا میں مفرد نہیں ہے، آسمان و زمین، رات و دن، بر و بحر، روشنی اور تاریکی، ایمان و کفر، موت و حیات، شقاوت و سعادت، جنت و جہنم حتیٰ کہ تمام حیوانات و نباتات بھی جوڑے جوڑے بنائے ہیں۔ جن و انس اور حیوانات و بہائم میں مذکر و مؤنث ہونا اور ان کی نسلوں کی بقا کے لیے بظاہر بے جان نطفہ میں جان ڈالنا، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اللہ قادرِ مطلق مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۰

”پس دوڑو اللہ کی طرف، یقیناً میں تمھارے لیے اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔“

مشرکینِ مکہ سے نبی کریم ﷺ کی زبانی کہا جا رہا ہے کہ جب دلائل و براہین سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے در کے سوا کوئی در نہیں، اس کی ذات کے سوا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں، تو اے مشرکین مکہ! اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تم اس پر ایمان لے آؤ اور اس کی اطاعت و بندگی اختیار کرو، اس لیے کہ اس کے عذاب سے بچنے کا اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں کہ اس کی بندگی کی جائے۔ دیکھو! میں اس کے عذاب سے تمھیں بہت ہی صراحت کے ساتھ ڈرا رہا ہوں۔ اگر تم نے اپنی حالت نہ بدلی تو کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ نازل ہو جائے جیسا پہلی قوموں پر نازل ہوا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، پھر جب اس کے گرد روشنی ہوئی تو اس میں کیڑے اور یہ جانور جو آگ میں ہیں، اس میں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا، لیکن وہ نہ رکے اور اس میں گرنے لگے، یہ مثال ہے میری اور تمھاری، میں تمھیں تمھاری کمر سے پکڑ کر جہنم سے روکنے والا ہوں اور کہتا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ اور تم نہیں مانتے، اسی میں گھسے جاتے ہو۔“ [ مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ علی أمته ...... الخ : ۱۸/ ۲۲۸٤ ]

﴿ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۵۱ ﴾

’’اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ، بلاشبہ میں تمھارے لیے اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔‘‘

اس آیت میں بھی مشرکینِ مکہ سے کہا گیا ہے کہ تم لوگ اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے اس کی وحدانیت کا اقرار کرو، اس کے سوا کسی غیر کی عبادت نہ کرو اور دیکھو میں تمھیں بہت ہی صراحت کے ساتھ اس کے عذاب سے ڈرا رہا ہوں، تاکہ تمھارے پاس کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۫ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ [ الأعراف : ٥٤ ] ’’بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [ فاطر : ٤٠ ] ’’کہہ دے کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا، جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے دکھاؤ زمین میں سے انھوں نے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے، یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کو دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتے۔‘‘

﴿ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝۵۲ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝۵۳ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝۵۴ ﴾

’’اسی طرح ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی رسول نہیں آیا مگر انھوں نے کہا یہ جادوگر ہے، یا دیوانہ۔ کیا انھوں نے ایک دوسرے کو اس (بات) کی وصیت کی ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ (خود ہی) سرکش لوگ ہیں۔ سو تو ان سے منہ پھیر لے، کیونکہ تو ہرگز کسی طرح ملامت کیا ہوا نہیں۔‘‘

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کی قوم اگر آپ کو ساحر و مجنون کہتی ہے تو اس سے دل برداشتہ نہ ہوں، کیونکہ کافر قوموں کا ہمیشہ سے یہی شیوہ رہا ہے کہ جب بھی ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی رسول آیا تو انھوں نے اسے جادوگر اور دیوانہ کہا۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے اہلِ کفر کی حالت پر اظہارِ تعجب کیا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا

ہے کہ جیسے تمام اہل کفر ایک دوسرے کو یہ بات سکھاتے آئے ہیں کہ جب بھی کوئی نبی آئے تو اسے ساحر و مجنون کہا جائے۔ گویا سب کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اہلِ کفر کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی ہے، اسی لیے تو انھوں نے ہمارے رسول کے بارے میں اتنی بری بات کہی ہے۔ درحقیقت ان کی فطرت خبیث ہے، اسی لیے انھوں نے اپنی زبان سے اتنی قبیح و شنیع بات کہی ہے۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو نصیحت کی کہ آپ ان کے ساتھ نہ الجھیے، آپ نے اپنا کام کر دیا، اب آپ عند اللہ قابل ملامت نہیں ہیں، اس لیے کہ آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔

وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

''اور نصیحت کر، کیونکہ یقیناً نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ مشرکین کے ساتھ بغیر الجھے اور بغیر ٹکراؤ پیدا کیے قرآن پڑھ کر انھیں نصیحت کرتے رہیے، تاکہ جن کی قسمت میں ایمان لانا لکھا ہے، وہ اس سے مستفید ہوں اور وہ لوگ بھی مستفید ہوں جو ایمان لا چکے ہیں۔

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں، کسی اور مقصد کے لیے میں نے انھیں پیدا نہیں کیا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر ایک بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں، جیسے جانور چارپاؤں والا ہمیشہ سالم جانور جنتا ہے، کیا تمھیں ان میں کوئی کان کٹا ہوا جانور ملتا ہے؟'' [ مسلم، کتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة ...... الخ : ٢٦٥٨ ]

مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾

''نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔''

رب ذوالجلال نے اپنی عظمت و کبریائی بیان کی ہے کہ اس کا مقام اپنے بندوں کے مقابلے میں وہ نہیں ہے جو دنیا کے آقاؤں کا ان کے غلاموں کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ دنیا کے آقا اپنے غلاموں کے ایک گونہ محتاج ہوتے ہیں، ان

کے آقا ان سے خدمت اور تجارت یا مزدوری کے ذریعے سے مال کا مطالبہ کرتے ہیں، جبکہ اللہ اپنے بندوں سے بندگی کے سوا کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا ہے، کیونکہ وہ غنی ہے اور وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے، وہی سب کو روزی دیتا ہے اور اس کی قوت ایسی زبردست اور ناقابل شکست ہے کہ آسمان و زمین میں کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اے ابن آدم! اپنے آپ کو میری عبادت کے لیے فارغ کر لے، میں تیرے سینے کو بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیرا فقر دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرا سینہ مشاغل سے بھر دوں گا اور تیرا فقر بھی دور نہیں کروں گا۔'' [ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا: ٤١٠٧۔ ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب أحاديث : ابتلينا بالضراء ...... الخ : ٢٤٦٦ ]

**اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ** : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ پڑھایا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ [ الذاريات : ٥٨ ] ''بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔'' [ ترمذی، كتاب القراءات، باب و من سورة الذاريات : ٢٩٤٠۔ أبو داود، كتاب الحروف و القراءات، باب : ٣٩٩٣ ]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اذیت کی بات سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے۔ لوگ اس کے لیے بیٹا بناتے ہیں اور وہ پھر بھی ان کو عافیت سے رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔'' [ بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ إن الله هو الرزاق ذوالقوة المتين ﴾ : ٧٣٧٨ ]

**فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾**

''پس یقیناً ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا، ان کے ساتھیوں کی باری کی طرح (عذاب کی) ایک باری ہے، سو وہ مجھ سے جلدی (عذاب) نہ مانگیں۔ پھر بڑی ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، ان کے اس دن سے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔''

جن مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب، کفر و شرک اور فساد و سرکشی پر اصرار کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے، وہ لوگ گزشتہ زمانوں میں ہلاک کی جانے والی قوموں کی طرح بڑے عذاب کے سزاوار ہو گئے ہیں، لہٰذا وہ جلدی نہ کریں، اسے ضرور آنا ہے اور وقت مقرر پر آنا ہے۔ اللہ نے اپنی معلوم حکمت کی وجہ سے اسے مؤخر کر رکھا ہے، جب اس کا وقت آئے گا تو اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا اور وہ بڑا ہی دردناک عذاب ہو گا۔ انھیں چاہیے کہ مہلت کو غنیمت سمجھیں اور عذاب آنے سے پہلے توبہ کر لیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [ الأنعام : ٤٢ تا ٤٧ ] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر انھیں تنگ دستی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ عاجزی کریں۔ پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہوگئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔ پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہوگئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ ناامید تھے۔ تو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔ کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تمھاری سماعت اور تمھاری نگاہوں کو لے لے اور تمھارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمھیں یہ چیزیں لا دے؟ دیکھ ہم کیسے آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، پھر وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔ کہہ کیا تم نے دیکھا اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا کھلم کھلا آ جائے، کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی ہلاک کیا جائے گا؟“ اور فرمایا: ﴿ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [ الزمر : ۲۵، ۲۶ ] ”ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے تو ان پر وہاں سے عذاب آیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔ پس اللہ نے انھیں دنیا کی زندگی میں رسوائی چکھائی اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔“

آخری آیت میں فرمایا کہ جس عذاب کے دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے وہ کافروں کے لیے ہلاکت و بربادی کا دن ہوگا۔ اس سے مراد یا روز قیامت ہے یا غزوۂ بدر، جب مشرکین مکہ کے کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نماز مغرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ طور کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا۔[ بخاری، کتاب الأذان، باب الجهر فی المغرب : ۷٦٥۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب القرائة فی الصبح : ٤٦٣ ]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میں بیمار ہوں، آپ نے فرمایا: ''تم لوگوں کے پیچھے پیچھے سواری پر سوار ہو کر طواف کر لو۔'' میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے پاس نماز پڑھائی جس میں آپ نے سورۂ طور کی تلاوت فرمائی۔[ بخاری، کتاب الصلوة، باب إدخال البعیر فی المسجد للعلة : ٤٦٤۔ مسلم، کتاب الحج، باب جواز الطواف علی بعیر وغیره ...... الخ : ۱۲۷٦ ]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَ الطُّوۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَ کِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۙ﴿۲﴾ فِیۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّ الۡبَیۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ ۙ﴿۴﴾ وَ السَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ ۙ﴿۵﴾ وَ الۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَہٗ مِنۡ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾

''قسم ہے طور کی! اور ایک کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے! ایسے ورق میں جو کھلا ہوا ہے۔ اور آباد گھر کی! اور اونچی اٹھائی ہوئی چھت کی! اور لبالب بھرے ہوئے سمندر کی! کہ یقیناً تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔''

ابتدائی چھ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چند مخلوقات کی قسم کھا کر سننے والوں کے ذہنوں میں اس بات کی اہمیت بٹھانا چاہی ہے کہ عذابِ جہنم یقینی امر ہے اور جو لوگ اس کے حق دار ہوں گے ان پر وہ عذاب ضرور نازل ہوگا۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ الۡقَيِّمِ مِنۡ

﴿ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ یَوۡمَئِذٍ یَّصَّدَّعُوۡنَ ﴾ [ الروم : ٤٣ ] ''پس تو اپنا چہرہ سیدھے دین کی طرف سیدھا کر لے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، اس دن وہ جدا جدا ہو جائیں گے۔''

وَ الۡبَیۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''پھر جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ ساتویں آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ فرشتوں نے پوچھا، کون ہے؟ جواب دیا جبریل۔ پوچھا، تمھارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرشتوں نے کہا، کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ انھوں نے کہا، ہاں! انھیں بلایا گیا ہے۔ پھر (جب) ہمارے لیے دروازہ کھلا تو میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، وہ بیت المعمور سے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ بیت المعمور وہ مکان ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں (جب وہ اس میں سے نکل آتے ہیں تو) پھر دوبارہ اس میں داخل نہیں ہوتے۔'' [ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلی السمٰوات وفرض الصلوات : ١٦٢ ]

---

## یَوۡمَ تَمُوۡرُ السَّمَآءُ مَوۡرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ تَسِیۡرُ الۡجِبَالُ سَیۡرًا ﴿ؕ۱۰﴾ فَوَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿ۙ۱۱﴾

---

''جس دن آسمان لرزے گا، سخت لرزنا۔ اور پہاڑ چلیں گے، بہت چلنا۔ تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔''

روزِ قیامت کی چند نشانیاں یہ ہیں کہ اس دن آسمان نہایت تیزی سے حرکت کرنے لگے گا، بری طرح لرزے اور تھرتھرائے گا اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے، بادلوں کی طرح چلنے لگیں گے اور غبار بن کر اڑنے لگیں گے۔ جس دن آسمانوں اور پہاڑوں کی یہ کیفیت ہوگی، وہ دن اللہ، اس کے رسول اور اس کے قرآن کی تکذیب کرنے والوں کے لیے بڑی ہی ہلاکت و بربادی کا دن ہوگا اور جہنم میں ان کا ٹھکانا ''ویل'' نامی وادی ہوگی۔ آسمانوں اور پہاڑوں کی یہ کیفیت بیان کرتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ یَوۡمَ تَکُوۡنُ السَّمَآءُ کَالۡمُہۡلِ ۙ﴿۸﴾ وَ تَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ ﴾ [ المعارج : ٨، ٩ ] ''جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ یَوۡمَ نُسَیِّرُ الۡجِبَالَ وَ تَرَی الۡاَرۡضَ بَارِزَۃً ۙ وَّ حَشَرۡنٰہُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡہُمۡ اَحَدًا ﴾ [ الکہف : ٤٧ ] ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔''

---

## الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ خَوۡضٍ یَّلۡعَبُوۡنَ ﴿ۘ۱۲﴾

---

''وہ جو فضول بحث میں کھیل رہے ہیں۔''

یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں باطل کی تائید کرتے، روزِ قیامت کے حساب کتاب سے غافل لہو ولعب میں مشغول

رہتے اور نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا کے عیش و آرام میں منہمک اور فکر آخرت سے یکسر غافل رہتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴾ [ الزخرف : ۸۳ ] ''پس انھیں چھوڑ دے فضول بحث کرتے رہیں اور کھیلتے رہیں، یہاں تک کہ اپنے اس دن کو جا ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔''

**يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝۱۳ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۴ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝۱۵**

''جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، سخت دھکیلا جانا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟''

یعنی انھیں نہایت بے دردی اور سختی کے ساتھ دھکا دے کر جہنم میں پہنچا دیا جائے گا اور ان سے جہنم پر مامور فرشتے کہیں گے کہ یہی وہ نارِ جہنم ہے جس کی تم دنیا میں تکذیب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تذلیل و اہانت میں اضافہ کرتے ہوئے ان سے کہے گا کہ یہ نارِ جہنم جس کا تم اب مشاہدہ کر رہے ہو، کیا یہ جادو اور افسانہ ہے؟ جیسا کہ تم دنیا میں ہمارے رسولوں کو جادوگر اور ہماری کتابوں کو جادو اور افسانہ کہا کرتے تھے، یا تم اندھے ہو اور نارِ جہنم کو دیکھ نہیں پا رہے ہو؟ جیسا کہ تم دنیا میں دل کے اندھے تھے اور راہ حق کو نہیں پا رہے تھے۔

**اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۶**

''اس میں داخل ہو جاؤ، پھر صبر کرو یا صبر نہ کرو، تم پر برابر ہے، تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔''

یعنی اب تو وہ حقیقت جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے تمھاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب جہنم میں داخل ہو جاؤ، اور اس کے عذاب کی سختیوں کو جھیل کر صبر کرو یا نہ کرو، بہر حال اب نارِ جہنم سے چھٹکارا نہیں ہے، تم نے اپنے رب کا انکار کیا تھا اور زمین کو گناہوں سے بھر دیا تھا، تو یہ عذاب تمھاری انھی بد اعمالیوں کا نتیجہ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ [ الزمر : ۷۱، ۷۲ ] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے

ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔ کہا جائے گا جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے، پس وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔"

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّ نَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فٰكِهِينَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَ وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾

"بے شک متقی لوگ باغوں اور بڑی نعمت میں ہیں۔ لطف اٹھانے والے اس سے جو ان کے رب نے انھیں دیا اور ان کے رب نے انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں شرک و معاصی سے بچنے والے قیامت کے دن جنتوں اور باغوں میں ہوں گے اور ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہوں گی۔ وہاں وہ اللہ کی طرف سے عطا کی گئی نعمتوں سے خوب راحت و لذت پائیں گے۔ ایک بہت بڑی نعمت یہ ہوگی کہ ان کا رب جہنم سے ان کی آزادی کا اعلان کر دے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم جو اعمال صالحہ کرتے تھے، ان کے سبب اب اس جنت کی بے مثال نعمتوں میں سے جو چاہو کھاؤ پیو، یہاں تمھارے عیش و آرام میں کوئی خلل نہیں ڈالے گا اور نہ تمھیں اب موت لاحق ہوگی، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴾ [ الحاقة : ٢٤ ] "کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کے عوض جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "کسی شخص کو محض اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔" صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: "میرے اعمال بھی (مجھے جنت میں) نہیں (لے جائیں گے)، الا یہ کہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی مجھے ڈھانپ لے۔" [ بخاري، كتاب المرضى ، باب تمنى المريض الموت : ٥٦٧٣ ]

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٢٠﴾

"ایسے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو قطاروں میں بچھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیا، جو بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔"

ان جنتوں میں اہل جنت قطاروں میں لگے گاؤ تکیوں پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی شادی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دے گا، یعنی وہاں کی زندگی ایسے آرام و راحت والی اور ٹھاٹھ باٹھ کی ہوگی جسے اس دنیا میں نہ کسی نے

دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل نے کبھی اس کا تصور کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴾ [ الدھر : ۱۱ تا ۱۳ ] ”پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔ اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔ وہ اس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔“

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝۲۱

”اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد کسی بھی درجے کے ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان سے ان کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے، ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنے فضل و کرم اور لطف و احسان کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مومنوں کی اولاد نے اگر ایمان میں ان کی اتباع کی ہوگی تو وہ انھیں ان کے آبا کے مقام و مرتبہ میں ان کے ساتھ ملا دے گا، خواہ وہ اپنے عمل کے اعتبار سے اس مقام و مرتبہ کے مستحق نہ بھی ہوں، تاکہ اپنی اولاد کو مقام و مرتبہ میں اپنے ساتھ پا کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ تعالیٰ انھیں احسن انداز میں یکجا فرما دے گا کہ ناقص عمل والے کو کامل عمل والے کے ساتھ سربلندی عطا فرما دے گا اور وہاں دونوں میں برابری کی وجہ سے اس کے عمل و مرتبہ میں کمی نہیں کرے گا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے درمیان اپنا عدل و انصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کسی کا مؤاخذہ کسی دوسرے کے گناہوں کی وجہ سے نہیں کرے گا، ہر آدمی صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہوگا۔ اس پر کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں لادا جائے گا، چاہے اس کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴾ [ المدثر : ۳۸، ۳۹ ] ”ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا، گروی رکھا ہوا ہے۔ مگر دائیں طرف والے۔“

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ایک نیک بندے کا جنت میں درجہ بلند فرما دے گا، تو وہ عرض کرے گا، اے میرے رب! میرا یہ درجہ کس وجہ سے بلند کیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تمھارے لیے تمھارے بیٹے کے بخشش طلب کرنے کی وجہ سے۔“ [ مسند أحمد : ۲/ ۵۰۹، ح : ۱۰۶۲۱ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے سارے عمل اس سے منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین اعمال کے: ① صدقہ جاریہ۔ ② ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو۔

③ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔" [ مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب ............الخ : ۱۶۳۱ ]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے، انھیں اچھا کھلائے، اچھا پلائے اور پہنائے تو وہ لڑکیاں اس کے لیے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے پردہ ہوں گی۔" [ ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب بر الوالد : ۳۶۶۹۔ مسند أحمد : ۱۵۴/۴، ح : ۱۷۴۱۳ ]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے رہنے کا انتظام کرے، ان کی ضرورتیں پوری کرے اور ان کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔" ایک آدمی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر دو لڑکیاں ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: "اگر دو ہوں تب بھی۔" [ مسند أحمد : ۳۰۳/۳، ح : ۱۴۲۵۷ ]

**كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ** : یعنی ہر شخص صرف اپنے عمل کے عوض گروی ہے، کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ اس پر نہیں ڈالا جائے گا، خواہ وہ باپ ہو یا بیٹا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [ المدثر : ۳۸ تا ۴۱ ] "ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا، گروی رکھا ہوا ہے۔ مگر دائیں طرف والے۔ جنتوں میں سوال کریں گے۔ مجرموں سے۔"

**وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَ لَا تَاْثِيْمٌ ۝ وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۝**

"اور ہم انھیں پھل اور گوشت زیادہ دیں گے اس میں سے جو وہ چاہیں گے۔ وہ اس میں ایک دوسرے سے شراب کا پیالہ چھینیں جھپٹیں گے، جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا۔ اور ان پر چکر لگاتے رہیں گے انھی کے لڑکے، جیسے وہ چھپائے ہوئے موتی ہوں۔"

اہل جنت پر اللہ تعالیٰ کی بخشش کی بارش ہر دم ہوتی رہے گی، اللہ تعالیٰ ان کے پاس انواع و اقسام کے پھل اور ان کے پسندیدہ گوشت پہنچاتا رہے گا، وہ لوگ ایک دوسرے کو شراب سے بھرے جام دیں گے، جسے پی کر وہ بدمست نہیں ہوں گے، نہ زبان سے نازیبا اور فحش کلمات نکالیں گے اور نہ اسے پی کر بہکیں گے اور نہ گناہ کا ارتکاب کریں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاكِهُ ۚ وَ هُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾ [ الصافات : ۴۱ تا ۴۹ ] "یہی لوگ ہیں جن کے لیے مقرر رزق ہے۔ کئی قسم کے پھل اور وہ عزت بخشے گئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان پر صاف بہتی

ہوئی شراب کا جام پھرایا جائے گا۔ جو سفید ہوگی، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اس میں کوئی دردسر ہوگا اور نہ وہ اس سے مدہوش کیے جائیں گے۔ اور ان کے پاس نگاہ نیچے رکھنے والی، موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی۔ جیسے وہ چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہوں۔"

آخری آیت میں فرمایا کہ ان کی خدمت کے لیے ان کے اردگرد حشم و خدم پھرتے رہیں گے اور انھیں کھانے کے لیے پھل اور پینے کے لیے شراب کے جام بھر بھر کر پیش کرتے رہے گے۔ ایسے خوبصورت ہوں گے جیسے سیپ میں بند موتی ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴾ [ الدھر : ۱۹ ] "اور ان کے اردگرد لڑکے گھوم رہے ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جب تو انھیں دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی گمان کرے گا۔" اور فرمایا: ﴿ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿﴾ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴾ [ الواقعۃ : ۱۷، ۱۸ ] " ان پر چکر لگا رہے ہوں گے وہ لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ ایسے کوزے اور ٹونٹی والی صراحیاں اور لبالب بھرے ہوئے پیالے لے کر جو بہتی ہوئی شراب کے ہوں گے۔"

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۵﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿۲۷﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿۲۸﴾ ع

"اور ان کے بعض بعض پر متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوں گے۔ کہیں گے بلاشبہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرنے والے تھے۔ پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں زہریلی لو کے عذاب سے بچا لیا۔ بے شک ہم اس سے پہلے ہی اسے پکارا کرتے تھے، بے شک وہی تو بہت احسان کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

اہل جنت آپس میں ایسی باتیں کریں گے جن سے مقصود جنت میں رب العالمین کی دی ہوئی نعمتوں کا ذکر اور ان پر اس کا شکر ادا کرنا ہے۔ پہلے ان حالات کا ذکر کریں گے جن سے وہ دنیا میں اطاعت و بندگی کی راہ میں دوچار ہوئے، ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں اللہ کے عذاب سے کتنے خائف رہتے تھے تو اللہ نے آج ہم پر کیسا احسان کیا ہے کہ ہمیں جہنم کی آگ سے نجات دے دی ہے۔ ہم قیامت سے پہلے دنیا میں صرف اسی کی عبادت کرتے تھے، اسی کے سامنے گڑگڑاتے تھے کہ ارحم الراحمین تو ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے اور جنت میں داخل کر، تو اس نے ہماری دعا قبول کر لی، اس لیے کہ جو اسے پکارتا ہے وہ اس کی ضرور سنتا اور اس پر ضرور احسان کرتا ہے۔ جو صرف اسی کی عبادت کرتا ہے اور اس کے عذاب سے خائف رہتا ہے، اس پر رحم کرتے ہوئے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق ضرور دیتا ہے۔

وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ : یعنی دوزخ میں گرم ہوا کا عذاب بھی ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿﴾ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿﴾ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿﴾ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿﴾ وَكَانُوا

يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۚ وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَىِٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۙ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴾ [ الواقعة : ٤١ تا ٤٨ ] ''اور بائیں ہاتھ والے، کیا (ہی برے) ہیں بائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایک زہریلی لو اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ باعزت۔ بے شک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں پالے ہوئے تھے۔ اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اڑے رہتے تھے۔ اور وہ کہا کرتے تھے کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟''

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ : یعنی جو شخص عذاب آخرت سے دنیا میں ڈرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے عذاب سے بچائے گا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے (زمین میں) گھومتے پھرتے رہتے ہیں، انھیں اور کچھ کام نہیں ہوتا، وہ محض ذکر (الٰہی) کی مجلسوں کو ڈھونڈتے ہیں۔ پھر جب کسی مجلس کو پا لیتے ہیں، جس میں ذکر (الٰہی) ہوتا ہے، تو وہاں ان کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور ان کے بعض بعض کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے پروں سے زمین سے لے کر آسمان تک جگہ بھر جاتی ہے۔ جب لوگ اس مجلس سے جدا ہو جاتے ہیں...... تو فرشتے اوپر چڑھ جاتے ہیں اور جب آسمان پر جاتے ہیں تو اللہ عزوجل سے عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ! تیرے بندے تیری آگ سے (خوف زدہ ہو کر) تیری پناہ چاہ رہے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کہ کیا انھوں نے میری آگ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ پھر اگر وہ میری آگ کو دیکھتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تیری بخشش طلب کر رہے تھے۔ اللہ فرماتا ہے، میں نے ان کو بخش دیا اور جو وہ مانگتے ہیں وہ انھیں دے دیا اور جس چیز سے پناہ مانگتے ہیں اس سے انھیں پناہ دے دی۔'' [ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل مجالس الذكر : ٢٦٨٩ ]

## فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾

''پس نصیحت کر، کیوں کہ تو اپنے رب کی مہربانی سے ہرگز نہ کسی طرح کاہن ہے اور نہ کوئی دیوانہ۔''

اس آیت کریمہ سے مقصود مشرکین مکہ کے اس قول کی تردید ہے کہ محمد (ﷺ) یا تو کاہن ہے جو غیب کی خبریں لانے کا دعویٰ کرتا ہے، یا اسے جنون لاحق ہو گیا ہے جس کے سبب بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ لوگوں کو قرآن کریم پڑھ کر ان کے رب کی طرف بلاتے رہیے۔ آپ پر آپ کے رب کا بڑا انعام ہے کہ اس نے آپ کو نبوت اور عظیم اخلاق کریمانہ سے نوازا ہے۔ آپ کاہن اور مجنون کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ تو جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ اللہ کی وحی ہوتی ہے اور بندوں کے لیے اس کا پیغام ہوتا ہے۔ جسے آپ بلاکم وکاست ان تک

پہنچاتے ہیں۔

کفار رسول اللہ ﷺ کو شاعر، مجنون اور کاہن کہا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَ يَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴾ [ الصافات : ۳۵، ۳۶ ] ”بے شک وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقیناً اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟“

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس جن آتا ہے اور اسے آئندہ سے متعلق ایک آدھ بات بتا دیتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فرشتے ابر کے اندر زمین میں جو باتیں ہونے والی ہوتی ہیں ان کا ذکر آپس میں کرتے ہیں، تو شیطان ان کی کوئی ایک آدھ بات سن لیتے ہیں اور کاہن کے کان میں اس طرح ڈال دیتے ہیں جیسے شیشی کا منہ ملا کر اس میں کچھ ڈالتے ہیں۔ پھر وہ کاہن ایک بات میں سو جھوٹ (اپنی طرف سے) ملاتے ہیں۔“
[ بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ۳۲۸۸ ]

**اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝**

”یا وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے جس پر ہم زمانے کے حوادث کا انتظار کرتے ہیں؟ کہہ دے انتظار کرو، پس بے شک میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔“

مشرکین مکہ کبھی کہتے کہ محمد (ﷺ) ایک شاعر ہے، جیسے بلاد عرب میں بڑے بڑے شعراء گزر چکے ہیں۔ یہ بھی چند سالوں تک ہمیں اپنی شاعری سناتا رہے گا، پھر عمر طبعی کو پہنچ کر فوت جائے گا اور قصہ تمام ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان کی کورمغزی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ٹھیک ہے، پھر تم میری موت کا انتظار کرو اور میں بھی تمھارے بارے میں اللہ کے فیصلے کا انتظار کرتا ہوں۔

بعض دیہاتی رسول اللہ ﷺ سے متعلق زمانے کی گردش کا انتظار کرتے رہتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآىِٕرَ عَلَيْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [ التوبة : ۹۸ ] ”اور بدویوں میں سے کچھ وہ ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر (زمانے کے) چکروں کا انتظار کرتے ہیں، برا چکر انھی پر ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَ مَنِ اهْتَدٰى ﴾ [ طٰه : ۱۳۵ ] ”کہہ دے ہر ایک منتظر ہے، سو تم انتظار کرو، پھر تم جلد ہی جان لو گے کہ سیدھے راستے والے کون ہیں اور کون ہے جس نے ہدایت پائی۔“

**اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَاۤ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝**

﴿فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝٣٤﴾

"یا انھیں ان کی عقلیں اس بات کا حکم دیتی ہیں، یا وہ خود ہی حد سے گزرنے والے لوگ ہیں؟ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ خود گھڑ لیا ہے؟ بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ پس وہ اس جیسی ایک ہی بات بنا کر لے آئیں، اگر سچے ہیں۔"

قریش کے سردار بڑی عقل والے مانے جاتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ محمد (ﷺ) نہ کاہن ہیں نہ مجنون، بلکہ وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں، لیکن محض کبر و عناد کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں متضاد باتیں کہتے تھے، کبھی انھیں کاہن کہتے، جو ان کے خیال میں بڑا ذہین و فطین ہوتا ہے اور کبھی انھیں مجنون کہتے جو عقل سے عاری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ان کی عقل و دانش، جو ان کی صفت بتائی جاتی ہے، انھیں ایسی ہی متضاد بات کرنے کا حکم دیتی ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ ان کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی ہے اور حق ظاہر ہو جانے کے باوجود محض کبر و عناد کی وجہ سے وہ ایسی متضاد باتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کی سرکشی تو بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، کہتے ہیں کہ قرآن محمد (ﷺ) کا کلام ہے، اس نے اسے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے، بلکہ بات اس سے بھی آگے جا چکی ہے۔ دراصل یہ متضاد باتیں وہ اس لیے کرتے ہیں کہ وہ کافر ہیں۔ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ رسول کریم ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس لیے اس طرح کی افترا پردازی کرتے ہیں۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو چیلنج کیا کہ اگر وہ اپنے زعم میں سچے ہیں کہ قرآن محمد (ﷺ) کا کلام ہے، تو پھر اس جیسا کلام لا کر دکھائیں جو حسنِ بیان، اسلوبِ بدیع اور فصاحت و بلاغت کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور یہ ہرگز بنا کر نہیں لا سکتے، تو پھر انھیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ کلام کلامِ الٰہی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾ [ هود : ۱۳، ۱۴ ] "یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے۔ کہہ دے پھر اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ پس اگر وہ تمھاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم حکم ماننے والے ہو؟"

﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝٣٥ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ۝٣٦﴾

"یا وہ کسی چیز کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں، یا وہ (خود) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے خلاف حجت قائم کرنے کے لیے ایک ایسا طرز استدلال اختیار کیا ہے کہ جس کے نتیجہ میں انھیں باری تعالیٰ کی توحید کا اقرار کر لینا چاہیے، ورنہ بصورت انکار ان پر حجت قائم ہو جائے گی، ان کا مشرکانہ اعتقاد دین اور عقل سب کے خلاف ہے ، یعنی کیا وہ کسی ایجاد کرنے والے کے بغیر از خود وجود میں آ گئے ہیں؟ یا انھوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا ہے؟ نہیں نہیں، ان میں سے کوئی بات بھی درست نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی وہ پاک ذات ہے جس نے انھیں پیدا فرمایا اور وجود بخشا ہے، جب کہ اس سے پہلے ان کا ذکر تک مذکور نہ تھا۔ تو بات یہ ثابت ہوگئی کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ صرف وہی ذاتِ برحق عبادت کی مستحق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ اللہ کے شریک بن جائیں اور یہ بات بالکل واضح ہے، لیکن مشرکین ''یقین'' کی نعمت سے محروم ہیں۔ اسی لیے انھیں توحید باری تعالیٰ سے متعلق شرعی اور عقلی دلائل سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

## اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ؀۳۷

''یا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں، یا وہی حکم چلانے والے ہیں؟''

مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ نے مکہ و طائف کے بڑے بڑے رؤسا کو چھوڑ کر محمد (ﷺ) کو کیسے نبوت دے دی؟ اسی کافرانہ بات کی تردید کی جا رہی ہے کہ کیا آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ان کے اختیار میں ہیں کہ وہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں محروم کر دیں؟ اسی لیے وہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے اپنے بندے اور رسول محمد (ﷺ) کو کیوں نبوت دے دی، حالانکہ وہ اللہ کی نگاہ میں نہایت ہی حقیر و ذلیل لوگ ہیں۔ ان کے اختیار میں تو ان کا اپنا نفع و نقصان بھی نہیں ہے۔ وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر اللہ کی بادشاہت اور اس کے اختیارات پر قابض نہیں ہو گئے ہیں کہ ایسی بات کرتے ہیں، وہ تو نہایت ہی محتاج اور عاجز لوگ ہیں۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز میں سورۂ طور کی تلاوت کر رہے تھے اور میں کان لگائے سن رہا تھا، جب آپ ان آیات تک پہنچے: ﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ؀ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ؀ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ﴾ [ الطور : ۳۵ تا ۳۷ ] ''یا وہ کسی چیز کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں، یا وہ (خود) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے۔ یا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں، یا وہی حکم چلانے والے ہیں؟'' تو میری یہ حالت ہوگئی کہ گویا میرا دل (جسم سے) باہر نکلا جا رہا ہے۔ [ بخاری، کتاب التفسیر، باب : ۴۸۵۴۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب القراءة فی الصبح : ۴۶۳ ]

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۚ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾

''یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر وہ اچھی طرح سن لیتے ہیں؟ تو ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل پیش کرے۔''

یعنی کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے جس کے ذریعے سے وہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور فرشتوں کی وہ باتیں سن لیتے ہیں جو انھیں بذریعہ وحی معلوم ہوتی ہیں، اس طرح انھیں غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور اگر وہ اس کا دعویٰ کرتے ہیں، تو اپنی صداقت پر دلیل پیش کریں۔

أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾

''یا اس کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور تمھارے لیے بیٹے؟''

مشرکین مکہ سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا تمھارے گمان کے مطابق اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں اور تمھارے لیے بیٹے؟ اللہ تعالیٰ کے خلاف یہ کیسی جرأت بے جا ہے کہ تم اپنے لیے تو بیٹا پسند کرتے ہو اور اس کے لیے بیٹیاں ثابت کرتے ہو۔ کیا رب العالمین کی اس سے بڑھ کر کوئی عیب جوئی ہو سکتی ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴾ [ النحل : ۵۷ تا ۵۹ ] ''اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔''

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾

''یا تو ان سے کوئی اجرت مانگتا ہے؟ پس وہ تاوان سے بوجھل کیے جانے والے ہیں۔''

یعنی اے میرے نبی! کیا آپ ان تک میری پیغام رسانی کے بدلے میں ان سے کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں، جس کے بوجھ تلے وہ دبے جا رہے ہیں اور اسلام قبول کرنے سے معذور ہیں؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے، آپ تو بلا معاوضہ پوری کوشش کر رہے ہیں کہ وہ دائرۂ اسلام میں آ جائیں، بلکہ آپ اپنے پاس سے انھیں مال دیتے ہیں، تاکہ ان کے دلوں میں ایمان راسخ ہو جائے۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝۴۱

''یا ان کے پاس غیب ہے؟ پس وہ لکھتے ہیں۔''

کیا مشرکین مکہ کے پاس غیب کی خبریں آتی ہیں، جنھیں وہ لکھ لیتے ہیں اور اس طرح انھیں وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں جن کی رسول اللہ ﷺ کو خبر نہیں ہوتی اور جن کی بنیاد پر وہ آپ کی مخالفت کرتے ہیں؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ تو نرے جاہل اور گمراہ لوگ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس غیب کی ایسی خبریں آتی ہیں جو ان کے سوا کسی اور کے پاس نہیں آتیں۔ اس لیے ان کا دعویٰ باطل ہے اور نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم برحق اور صادق ہیں۔

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۝۴۲

''یا وہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں۔''

کیا مشرکین مکہ آپ میں اور آپ پر نازل کردہ قرآن میں عیب لگا کر دین اسلام اور آپ کے خلاف کوئی چال چل رہے ہیں؟ تو جان لیں کہ ان کی سازش انھی کے گلے کا پھندا بن جائے گی، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴾ [ إبراھيم : ٤٦، ٤٧ ] ''اور بے شک انھوں نے تدبیر کی، اپنی تدبیر اور اللہ ہی کے پاس ان کی تدبیر ہے اور ان کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ پس تو ہرگز گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔''

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۴۳

''یا ان کا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

کیا مشرکین مکہ کا کوئی دوسرا معبود ہے جو پکارے جانے کا مستحق ہے اور جس سے نفع کی امید لگائی جا سکتی ہے اور جس کی ضرر رسانی سے ڈرا جا سکتا ہے؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے، اللہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے، نہ اس کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس کی وحدانیت و عبودیت میں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب ہوتا تو کیا تو اسے (اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کے لیے) فدیہ میں دے دیتا؟ وہ کہے گا، ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تجھ سے اس سے بہت آسان بات چاہی تھی (جس میں کچھ خرچ نہ تھا) جب تو ابھی آدم (علیہ السلام) کی پشت میں تھا کہ تم شرک نہ کرنا۔ میں

تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا مگر تو نہ مانا اور شرک پر بضد رہا۔" [ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء بملء الأرض ذھبا : ۲۸۰۵ ]

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾

"اور اگر وہ آسمان سے گرتا ہوا کوئی ٹکڑا دیکھ لیں تو کہہ دیں گے یہ ایک تہ بہ تہ بادل ہے۔"

یعنی اے رسول! ان کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ اگر یہ آسمان کے ٹکڑے گرتے ہوئے دیکھیں تو یہ اس کو عذاب تسلیم نہیں کریں گے، بلکہ یہ کہیں گے کہ یہ تو تہ بہ تہ بادل ہیں جو ہم پر بارش برسائیں گے۔ قوم عاد نے بھی اسی طرح کہا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [ الأحقاف : ۲۴، ۲۵ ] "تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔ بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جو تم نے جلدی مانگا تھا، آندھی ہے، جس میں دردناک عذاب ہے۔ جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر دے گی، پس وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے رہنے کی جگہوں کے سوا کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی، اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔"

فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾

"پس انھیں چھوڑ دے، یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو جا ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے۔ جس دن نہ ان کی چال ان کے کسی کام آئے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔"

فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ انھیں قیامت تک ان کے حال پر چھوڑ دیجیے اور خوب مزے اڑانے دیجیے۔ قیامت کے دن انھیں اپنا انجام معلوم ہو جائے گا، جب ان کی تمام سازشیں دھری کی دھری رہ جائیں گی اور کوئی ان کی مدد کے لیے نہیں آئے گا۔

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾

"اور یقیناً ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا، اس (آخرت) سے پہلے بھی ایک عذاب ہے، اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔"

جو لوگ کفر و شرک کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے دنیا میں بھی عذاب

دیتا ہے، اس سے مراد یا تو عذاب قبر ہے، یا قحط سالی، یا دیگر حوادث و مصائب زمانہ جو ان کی جان اور مال کو لاحق ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ [ السجدة : ۲۱ ] ''اور یقیناً ہم انھیں قریب ترین عذاب کا کچھ حصہ سب سے بڑے عذاب سے پہلے ضرور چکھائیں گے، تاکہ وہ پلٹ آئیں۔''

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿۴۹﴾

''اور اپنے رب کا حکم آنے تک صبر کر، پس بے شک تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کر جب تو کھڑا ہو۔ اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کی تسبیح کر اور ستاروں کے جانے کے بعد بھی۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان کافروں کی زیادہ پروانہ کیجیے اور رب کی طرف سے آپ پر جو ذمہ داری عائد کی گئی ہے، اسے پورے صبر و استقامت کے ساتھ ادا کرتے رہیے، اپنے بارے میں کسی قسم کا اندیشہ نہ کیجیے، اللہ آپ کی حفاظت کر رہا ہے اور جب رات کے وقت بیدار ہوئیے تو اپنے رب کی تسبیح بیان کیجیے۔

<u>وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ</u> : یعنی جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کرو، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کہتے: (( سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ )) ''میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ، بہت بابرکت ہے نام تیرا اور بہت بلند ہے شان تیری اور نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا۔'' [ أبو داؤد، کتاب الصلٰوة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم و بحمدك : ۷۷۶۔ ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات ، باب افتتاح الصلٰوة : ۸۰٤، عن أبی سعید الخدری رضی الله عنه ]

دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ جب مجلس کے اختتام کے بعد کھڑے ہوں تو تسبیح کریں، جیسا کہ سیدنا ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے آخری ایام میں جب کسی مجلس سے اٹھتے تو یہ کلمات پڑھتے تھے: (( سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ )) ''اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔'' ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ یہ کلمات کہتے ہیں جو پہلے نہیں کہا کرتے تھے (اس کی کیا وجہ ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دعا اس چیز کے کفارے کے لیے ہے جو مجلس میں ہو جاتی ہے۔'' [ أبو داؤد، کتاب الأدب، باب فی کفارة المجلس : ٤٨٥٩ ]

تیسرا معنی یہ ہے کہ جب آپ نیند کے بعد اپنے بستر سے اٹھنے لگیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص رات کو بیدار ہوا اور اس نے یہ کلمات پڑھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ » ”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہت اسی کی ہے اور ساری تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ پاک ہے، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہ (کسی چیز سے بچنے کی) طاقت ہے اور نہ (کچھ کرنے کی) قوت ہے۔“ پھر یہ دعا پڑھے: « رَبِّ اغْفِرْ لِيْ » ”اے میرے رب! مجھے بخش دے۔“ یا آپ نے فرمایا: ”پھر کوئی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے، اگر وہ عزیمت کو اختیار کرتے ہوئے وضو کرے اور پھر نماز پڑھے اس کی نماز کو قبول کر لیا جائے گا۔“
[ بخاری، کتاب التهجد، باب فضل من تعارّ من الليل فصلّى : ١١٥٤ ]

**وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ** : یعنی رات کو تلاوت اور نماز کی صورت میں اس کا ذکر اور اس کی عبادت کرو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ [ بنی إسرائيل : ٧٩ ] ”اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔“

**وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ** : اس سے مراد فجر کی دو سنتیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سب سے زیادہ حفاظت انھی دو رکعتوں کی فرماتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے کسی بھی نفل کی بہ نسبت صبح کی دو سنتوں کی زیادہ پابندی اور نگرانی کرتے تھے۔ [ بخاری، کتاب التهجد، باب تعاهد ركعتي الفجر ومن سمّاهما تطوعًا : ١١٦٩ ]
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صبح (کے فرضوں سے پہلے) کی یہ دو سنتیں ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہیں۔“ [ مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر ...... الخ : ٧٢٥ ]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے سجدے والی جو سورت اتری وہ سورۂ نجم تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس سورت میں) سجدہ کیا اور آپ کے پیچھے جتنے لوگ تھے ان سب نے بھی سجدہ کیا، مگر ایک شخص (نے سجدہ نہیں کیا) میں نے اسے دیکھا کہ اس نے مٹھی میں کچھ مٹی لی اور اس پر سجدہ کیا، پھر میں نے اس واقعہ کے بعد دیکھا کہ وہ شخص کفر کی حالت میں مارا گیا اور وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔[ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فاسجدوا لله واعبدوا ﴾ : ٤٨٦٣۔ مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوة : ٥٧٦ ]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

وَالنَّجۡمِ اِذَا ہَوٰی ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَ مَا غَوٰی ۚ﴿۲﴾

"قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے! کہ تمھارا ساتھی (رسول) نہ راہ بھولا ہے اور نہ غلط راستے پر چلا ہے۔"

نجم سے مراد ستارہ ثریا ہے، جو سپیدۂ سحر نمودار ہونے کے ساتھ ہی غائب ہو جاتا ہے، یا وہ ستارہ جس کے ساتھ شیاطین کو مارا جاتا ہے۔ یہ آیت ان آیات کی طرح ہے: ﴿ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿ۙ۷۵﴾ وَ اِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِیۡمٌ ﴿ۙ۷۶﴾ اِنَّہٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ ﴿ۙ۷۷﴾ فِیۡ کِتٰبٍ مَّکۡنُوۡنٍ ﴿ۙ۷۸﴾ لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ ﴿ؕ۷۹﴾ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ [ الواقعة : ٧٥ تا ٨٠ ] "پس نہیں! میں ستاروں کے گرنے کی جگہوں کی قسم کھاتا ہوں! اور بلاشبہ یہ یقیناً ایسی قسم ہے کہ اگر تم جانو تو بہت بڑی ہے۔ کہ بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت پڑھی جانے والی چیز ہے۔ ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا مگر جو بہت پاک کیے ہوئے ہیں۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر ستاروں کی قسم کھانے میں ایک عجیب مناسبت یہ ہے کہ جس طرح ستارے

آسمان کی زینت ہیں، اسی طرح وحی الٰہی سے زمین کو زینت ملتی ہے۔ اس لیے کہ اگر انبیاء کے ذریعے سے یہ علم الٰہی زمین والوں کو نہ ملتا تو زمین اندھیری رات سے بھی زیادہ تاریک ہوتی۔ اتنی بڑی قسم کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کو خطاب کر کے کہا کہ تمھارے ساتھی یعنی میرے نبی محمد (ﷺ) گم گشتۂ راہ نہیں ہیں اور اپنے رب کے صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ اے اہل قریش! جادۂ مستقیم سے بھٹکے ہوئے تو تم ہو کہ میرے نبی کے تمام حالات سے واقف ہو، وہ تمھارے درمیان پیدا ہوئے، پلے بڑھے، ان کا صداقت، امانت، راست بازی، پاکدامنی اور اخلاق عالیہ سے متصف ہونا تم سب کو معلوم ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور جب چالیس سال کی عمر کے بعد انھوں نے تمھیں بتایا کہ ان پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے، تو تم نے ان کا مذاق اڑایا، انھیں جھٹلا دیا اور قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کر دیا۔

---

## وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴

---

”اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے۔ وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔“

میرے نبی ﷺ گم گشتۂ راہ نہیں ہیں، یعنی آپ کوئی بات بھی خواہش نفس یا نفسانی غرض سے نہیں فرماتے، بلکہ آپ وہی فرماتے ہیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی کمی بیشی کے بغیر بندگانِ الٰہی تک پہنچا دیں، جیسا کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”ایک شخص کی شفاعت کے ساتھ، جو نبی نہیں ہو گا، ربیعہ و مضر جیسے دو قبیلوں یا ان میں سے ایک قبیلے کے برابر لوگ جنت میں ضرور داخل ہوں گے۔“ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ربیعہ کا تعلق بھی قبیلۂ مضر ہی سے نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میں جو کچھ کہتا ہوں وہ (وحی الٰہی کی روشنی میں) کہتا ہوں۔“ [ مسند أحمد : ۵/ ۲۵۷، ح : ۲۲۲۷۸ ]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کی غرض سے لکھ لیا کرتا تھا۔ تو (بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ) تم جو کچھ بھی سنتے ہو اسے لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ بھی ایک انسان ہیں، وہ غصے اور خوشی (دونوں حالتوں) میں گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ اس پر میں لکھنے سے رک گیا، پھر بعد ازاں میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”لکھا کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری زبان سے سوائے حق کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔“ [ أبو داوٗد، کتاب العلم، باب کتابة العلم : ۳۶۴۶۔ مسند أحمد : ۲/ ۱۹۲، ح : ۶۸۱۳ ]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ نے کہا، یا رسول اللہ! (کبھی کبھی) آپ ہم سے خوش طبعی بھی کرتے

ہیں۔آپ نے فرمایا: ''(اس وقت بھی) میری زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔'' [ مسند أحمد : ۲/ ۳۶۰، ح : ۸۷۴۴ ]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری طرح جلدی جلدی باتیں نہیں کیا کرتے تھے۔ (آپ کی بات چیت نہایت واضح اور صاف گوئی کا مرقع تھی، آپ کا ہم نشین اسے ازبر کر لیتا تھا)۔[ بخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ : ۳۵۶۸۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل أبي هريرة الدوسي رضي الله عنه : ۲۴۹۳ ]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی اور غصہ زیادہ ہو جاتا، گویا کہ آپ ایک ایسے لشکر سے ڈرانے والے تھے کہ وہ تم پر صبح حملہ آور ہونے والا ہے، یا شام کو ہونے والا ہے۔[ مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة : ۸۶۷ ]

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹

''اسے نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے سکھایا۔جو بڑی طاقت والا ہے، سو وہ بلند ہوا۔اس حال میں کہ وہ آسمان کے مشرقی کنارے پر تھا۔پھر وہ نزدیک ہوا، پس اتر آیا۔پھر وہ دو کمانوں کے فاصلے پر ہو گیا، بلکہ زیادہ قریب۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کے پاس جو قرآن لے کر آئے ہیں، وہ آپ کو اس فرشتے یعنی جبریل نے سکھایا ہے جو زبردست قوتوں والا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝۱۹ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝۲۰ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴾ [ التكوير : ۱۹ تا ۲۱ ] ''بے شک یہ یقیناً ایک ایسے پیغام پہنچانے والے کا قول ہے جو بہت معزز ہے۔ بڑی قوت والا ہے، عرش والے کے ہاں بہت مرتبے والا ہے۔وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے، امانت دار ہے۔''

اس کی مزید صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ یقیناً طاقت والا فرشتہ ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ وہ وحی سکھلانے کے بعد آسمان کے کناروں پر جا کھڑا ہوا، پھر وہ قریب ہوا اور جھکا یہاں تک کہ اس کے اور ہمارے رسول کے درمیان دو کمان کا فاصلہ رہ گیا، بلکہ اس سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا منشا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتے کا آنا محض وہم و گمان اور خواب و خیال نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے۔اس کے انسانی شکل میں آنے سے کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ وہ کوئی آدمی ہے۔نہیں، وہ آدمی نہیں ہے، بلکہ انسانی شکل میں فرشتہ ہے۔اس کے فرشتہ ہونے کا مزید ثبوت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کی اصلی شکل میں بھی دیکھا ہے، وہ انسان نہیں، بلکہ فرشتہ ہی ہے۔ لہٰذا فرشتہ ہی وحی لاتا ہے۔ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں وہ یقیناً وحی ہے۔ اس کے وحی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔اس فرشتے کی مزید صفت بتاتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝۱۵ الْجَوَارِ

﴿ الْكُنَّسِ ﴿16﴾ وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿17﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿18﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿19﴾ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿20﴾ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿21﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ﴿22﴾ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴾ [ التکویر : ۱۵ تا ۲۳ ] ”پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ان (ستاروں) کی جو پیچھے ہٹنے والے ہیں! جو چلنے والے ہیں، چھپ جانے والے ہیں! اور رات کی جب وہ جانے لگتی ہے! اور صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے! بے شک یہ یقیناً ایک ایسے پیغام پہنچانے والے کا قول ہے جو بہت معزز ہے۔ بڑی قوت والا ہے، عرش والے کے ہاں بہت مرتبے والا ہے۔ وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے، امانت دار ہے۔ اور تمھارا ساتھی ہرگز کوئی دیوانہ نہیں ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے اس (جبریل) کو (آسمان کے) روشن کنارے پر دیکھا ہے۔“

اس آیت میں بھی اس فرشتے کو افق مبین پر دیکھنے کا ذکر فرمایا، یعنی اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی کہ جو فرشتہ وحی لاتا ہے اس کو رسول اللہ ﷺ نے اس کی اصل شکل میں بھی دیکھا ہے۔ ایسی صورت میں وحی کی آمد یقینی اور شبہ سے بالاتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی دیکھا تھا کہ اس فرشتے کے چھ سو پر ہیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا، ان کے چھ سو پر تھے۔ [ بخاری، کتاب التفسیر، باب : ٤٨٥٦ ]

## فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ﴿10﴾

”پھر اس نے وحی کی اس (اللہ) کے بندے کی طرف جو وحی کی۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کے ذریعے سے اپنے بندے محمد ﷺ پر وحی بھیجی، فرشتے کو اصلی صورت میں دیکھنا اور پھر اسی وقت بغیر وقفہ کے وحی کا آنا، یہ تسلسل بتاتا ہے کہ وحی کا ذریعہ فرشتہ ہے اور فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے، لہٰذا وہ جو کچھ بتاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے وحی کے سلسلے میں تمام شکوک و شبہات کا ازالہ فرما دیا اور اپنے رسول کی رسالت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ آیاتِ زیر تفسیر میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس واقعہ کی تفصیل حدیث میں ملتی ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں ایک بار کہیں چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں میں نے آسمان سے ایک آواز سنی۔ آنکھ اٹھا کر اوپر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں وہی فرشتہ جو (غار) حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان اور زمین کے مابین ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں اسے دیکھ کر ڈر گیا۔ پھر میں (اپنے گھر) لوٹ آیا اور میں نے (گھر والوں سے) کہا، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں: ﴿ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿1﴾ قُمْ فَأَنْذِرْ ﴿2﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿3﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿4﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ [ المدثر : ۱ تا ۵ ] ”اے کمبل میں لپٹنے والے! اٹھ کھڑا ہو، پس ڈرا۔ اور اپنے رب ہی کی پس بڑائی بیان کر۔ اور اپنے کپڑے پس

پاک رکھ۔ اور پلیدگی کو پس چھوڑ دے۔'' پھر تو وحی تیزی کے ساتھ لگا تار آنے لگی۔'' [ بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم : ٤ ]

## مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿١١﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿١٢﴾

''دل نے جھوٹ نہیں بولا جو اس نے دیکھا۔ پھر کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو وہ دیکھتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جبریل علیہ السلام ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے وحی لے کر آئے۔ ان کے دل نے بھی اس کی تصدیق کی اور یقین کر لیا کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتہ جبریل ہیں، جو اللہ کی وحی لے کر آئے ہیں۔ یہ کوئی شیطانی خیال نہیں ہے، یعنی کان، آنکھ اور دل تینوں اس پر متفق تھے کہ یہ جبریل ہیں جو وحی الٰہی لے کر آئے ہیں۔ تو آیت میں رؤیت سے مراد جبریل علیہ السلام کی رؤیت ہے۔ آپ نے جبریل کو ان کی اصل صورت میں دو بار دیکھا تھا۔ پہلی بار بعثت کے کچھ ہی دنوں بعد آسمانِ دنیا کے کناروں پر دیکھا جس کا تذکرہ گزشتہ آیات میں ہوا ہے اور دوسری بار شب معراج میں ساتویں آسمان پر دیکھا جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

اس کے بعد مشرکین مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ میرے نبی نے اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا، اس میں تم لوگ کیوں شبہ کرتے ہو؟ اور جو بات تمھارے فہم و تصور سے بالاتر ہے، اس کے بارے میں تم ان سے کیوں جھگڑتے ہو؟ جبریل علیہ السلام کو آنکھوں سے دیکھنا نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔ دوسرے لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے، انھیں تو بس نبی کریم ﷺ کی بات پر یقین کر کے ایمان لے آنا چاہیے کہ واقعی آپ نے جبریل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

## وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿١٣﴾

''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس نے اسے ایک اور بار اترتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔''

یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں صرف ایک مرتبہ ہی نہیں دیکھا، بلکہ دوسری بار شب معراج کے موقع پر ساتویں آسمان پر دیکھا تھا۔ بعض لوگوں نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کو اپنے دل کی آنکھ سے دوسری بار شب معراج میں دیکھا تھا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت: ﴿ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴾ [النجم : ۱۱] اور ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴾ [ النجم : ۱۳ ] ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے رب تعالیٰ کا اپنے دل کے ساتھ دو مرتبہ دیدار کیا۔ [ مسلم، کتاب الإیمان، باب معنی قول الله تعالی : ﴿ ولقد راه نزلة أخری ﴾ : ۱۷۶ ]

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آیت میں مراد جبریل علیہ السلام کی رؤیت ہے، جیسا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ تو سراپا نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔'' [ مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله علیه السلام : نور أنی أراه ...... الخ : ۱۷۸ ]

مسروق کہتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے عرض کی، کیا محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا؟ انھوں نے فرمایا، تم نے ایک بہت بڑی چیز کے بارے میں گفتگو کی ہے، جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں نے عرض کی، ذرا ٹھہر جائیں! پھر میں نے یہ آیت پڑھی: ﴿ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴾ [ النجم : ۱۸ ] ''بلاشبہ یقیناً اس نے اپنے رب کی بعض بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' انھوں نے کہا، تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ اس سے مراد تو جبریل ہیں۔ (سنو!) جو تم سے یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے، یا جس چیز کے پہنچا دینے کا آپ کو حکم دیا گیا تھا آپ نے اس میں سے کچھ چھپایا ہے، یا آپ ان پانچ باتوں کو جانتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ﴾ [ لقمان : ۳٤ ] ''بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے'' تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ البتہ آپ نے جبریل کو ضرور دیکھا تھا۔ آپ نے جبریل کو ان کی اصل شکل و صورت میں صرف دو بار ہی دیکھا ہے، ایک بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور دوسری بار جیاد میں کہ ان کے چھ سو پر تھے، جنھوں نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔ [ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة ﴿ والنجم ﴾ : ۳۲۷۸۔ بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ : ٤٨٥٥۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب معنی قول الله عز و جل: ﴿ ولقد راٰه نزلة أخرىٰ ﴾ : ۱۷۷ ]

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ﴿۱۷﴾

''آخری حد کی بیری کے پاس۔ اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنت ہے۔ جب اس بیری کو ڈھانپ رہا تھا جو ڈھانپ رہا تھا۔ نہ نگاہ ادھر ادھر ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔''

''سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى'' یہ ایک عظیم درخت ہے، جو ساتویں آسمان پر پایا جاتا ہے۔ ایک صحیح روایت کے مطابق یہ درخت چھٹے آسمان پر ہے۔ (واللہ اعلم) اسے یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ زمین سے جو کچھ اوپر چڑھتا ہے اس کی انتہا وہی درخت ہے۔ اس سے ماوراء کیا ہے؟ کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے۔ گویا بیری کا وہ درخت اس جگہ ہے جہاں مخلوقات کے علم، شہداء کی روحوں اور زمین سے اوپر چڑھنے والے تمام اعمال کی انتہا ہے، جیسا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، معراج والی رات رسول اللہ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو چھٹے آسمان پر ہے۔ زمین سے جو چیزیں اوپر چڑھتی ہیں وہ یہیں تک چڑھتی ہیں، پھر یہاں سے اٹھائی جاتی ہیں۔ اسی طرح جو چیزیں نازل ہوتی ہیں وہ یہیں تک پہنچتی ہیں اور

پھر یہاں سے اٹھائی جاتی ہیں۔ اس وقت اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں لدی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو وہاں تین چیزیں عطا فرمائی گئیں، پانچوں وقت کی نماز، سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں اور آپ کی امت میں سے جو مشرک نہ ہو اس کے گناہوں کی بخشش۔ [ مسلم، کتاب الإیمان، باب فی ذکر سدرة المنتهٰی : ۱۷۳ ]

نبی کریم ﷺ نے شبِ معراج کے موقع پر اسی ''سدرة المنتهٰی'' کے پاس جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا، جس کے قریب شیطان نہیں پھٹک سکتا۔ اس درخت کے پاس ایک جنت ہے جس کا نام ''جنة الماوىٰ'' ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں پائی جاتی ہیں اور جو اس کے مقرب بندوں کی روحوں کی جگہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ بے شمار روحیں اور فرشتے اس درخت کے پاس تھے اور وہ اس کے ارد گرد منڈلاتے پھرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس وقت جو کچھ دکھایا گیا، اس سے آپ کی نظر نہ ادھر ادھر ہوئی اور نہ اس منتہائے مقصود سے ذرا بھی آگے بڑھی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ عز و جل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے انتہائے ادب کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ آپ اس مقام پر غایت ادب کے ساتھ ٹکٹکی لگائے رہے اور جو کچھ انھیں دکھایا گیا اسے ہی دیکھتے رہے۔ ذرا بھی کسی دوسری طرف ملتفت نہیں ہوئے اور نہ آپ کی آنکھیں اس تجلی کی دید سے تھکیں۔

## لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

''بلاشبہ یقیناً اس نے اپنے رب کی بعض بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔''

آپ نے شب معراج اپنے رب کی ایسی عظیم الشان نشانیوں کا مشاہدہ کیا جو حدِ وصف سے باہر تھیں۔ بڑی بڑی نشانیوں سے مراد انبیائے کرام علیہم السلام کو دیکھنا، جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا، سدرة المنتهٰی اور نہروں کا دیکھنا، سدرة المنتهٰی پر رنگا رنگ حسن و جمال کا دیکھنا، جنت کو دیکھنا، دوزخ کے داروغہ کو دیکھنا، قلموں کی آواز کا سننا، بیت المعمور کو دیکھنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ معراج کے موقع پر ہوا، لہٰذا ہم معراج کا مفصل حال بیان کرتے ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے سامنے براق لایا گیا اور وہ ایک سفید رنگ کا لمبا جانور ہے، گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی تھی۔ میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس آیا۔ میں نے اس جانور کو اس حلقہ کے ساتھ باندھ دیا جس حلقہ سے انبیاء اپنے اپنے جانور باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد کے اندر داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر میں باہر نکلا تو جبریل علیہ السلام میرے پاس دو برتن لے آئے، ایک میں شراب تھی اور ایک میں دودھ۔ میں نے دودھ پسند کیا تو جبریل نے کہا، آپ نے فطرت کو پسند فرمایا ہے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ آسمان پر چڑھے۔'' [ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ ﷺ ...... الخ : ۱۶۲ ]

سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے براق پر سوار کر دیا گیا اور جبریل علیہ السلام

مجھے لے کر چل دیے۔ جب ہم آسمان دنیا پر آئے تو جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا گیا، کون؟ جبریل نے کہا، جبریل۔ پوچھا گیا، تمھارے ساتھ اور کون ہے؟ فرمایا، محمد (ﷺ)۔ دربان نے کہا، کیا آپ کو ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! دربان نے کہا، انھیں خوش آمدید! کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں وہاں آدم علیہ السلام موجود ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے بتایا یہ آپ کے باپ آدم ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے ان کی خدمت میں سلام عرض کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا، نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید۔ اب جبریل مجھے لے کر اوپر کو چڑھنے لگے، جب ہم دوسرے آسمان پر آئے تو جبریل نے دستک دی۔ انھوں نے کہا، دروازہ کھولو! پوچھا گیا، کون ہے؟ جبریل نے کہا، جبریل۔ پوچھا گیا، تمھارے ساتھ اور کون ہے؟ انھوں نے کہا، محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا کہ کیا آپ کو ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ انھوں نے کہا، ہاں! تو فرشتے نے کہا، انھیں خوش آمدید! کیا ہی مبارک آنے والے ہیں وہ۔ اب دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں اندر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام دونوں خالہ زاد بھائی وہاں موجود ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے بتلایا کہ یہ یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا تو دونوں نے جواب دیا اور کہا، نیک نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید۔ اب جبریل علیہ السلام مجھے لے کر تیسرے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں جا کر انھوں نے دروازہ کھلوایا، وہاں بھی پوچھا گیا، کون ہے؟ انھوں نے کہا، جبریل۔ سوال ہوا، تمھارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا، محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا، کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا، ہاں! دربان نے کہا، انھیں خوش آمدید! کیا اچھے آنے والے ہیں وہ، پھر دروازہ کھلا اور میں اندر پہنچا تو یوسف علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا، یہ یوسف علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا، نیکوکار بھائی اور صالح پیغمبر کو مرحبا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام مجھے لے کر چوتھے آسمان کی طرف چل پڑے، جب وہاں پہنچ گئے تو انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے پوچھا، گیا کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا، جبریل! پوچھا، گیا آپ کی معیت میں کون ہے؟ کہا، محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا، کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا، ہاں۔ کہنے لگے مرحبا! کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا اور جب میں یہاں سے فارغ ہوا تو وہاں ادریس علیہ السلام موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا، یہ ادریس علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے جواب دیا اور کہا، نیک بھائی اور صالح رسول کو مرحبا۔ جبریل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر کو چل دیے، حتیٰ کہ پانچواں آسمان آ گیا اور انھوں نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا، کون ہے؟ جبریل نے جواب دیا، جبریل۔ پوچھا تمھارے ساتھ اور کون ہے؟ فرمایا، محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا، کیا انھیں مدعو کیا گیا ہے؟ فرمایا، جی ہاں! دربان فرشتے نے کہا، خوش آمدید! انھیں خوش آمدید! کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (پانچویں آسمان کی سیر سے) فارغ ہوا

تو وہاں ہارون علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے آگاہ کیا کہ یہ ہارون علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور کہا، صالح بھائی اور نیک نبی کے لیے مرحبا۔ پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر چھٹے آسمان کی طرف گئے اور دستک دی۔ پوچھا گیا، کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا، جبریل۔ پوچھا گیا، آپ کے ہمراہ کون؟ جبریل علیہ السلام نے کہا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا، کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبریل نے کہا، جی ہاں! دربان نے کہا، انھیں مرحبا! چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ پھر جب میں (چھٹے آسمان کی سیر سے) فارغ ہو گیا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے بتلایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کہیے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر کہا، مرحبا! کیا اچھا بھائی ہے اور کیا اچھا نبی ہے۔ اس کے بعد جونہی میں آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔ ان سے پوچھا گیا، آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ وہ کہنے لگے، میں رو اس لیے رہا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد نبی ہوا، وہ جنت میں اپنی ایسی امت لے کر داخل ہوگا جو میری امت سے کہیں بڑی ہوگی۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام مجھے لے کر ساتویں آسمان پر جا پہنچے۔ جبریل علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی۔ دربان نے پوچھا، کون ہے؟ کہا، جبریل ہے۔ پوچھا گیا، آپ کس ہستی کو اپنے ساتھ لائے ہیں؟ کہا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو۔ پوچھا گیا، کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا، جی ہاں! دربان نے کہا، انھیں خوش آمدید! کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا اور جب میں (ساتویں آسمان کی بھی سیر وغیرہ سے) فارغ ہوا تو وہاں ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جبریل نے مجھے تعارف کروایا کہ یہ آپ کے باپ ہیں، انھیں سلام عرض کیجیے۔ میں نے ان کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا، نیک بیٹے اور صالح رسول کو خوش آمدید۔ (ساتویں آسمان کے بعد) پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی جانب لے جایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس درخت کے پھل (شہر) ہجر کے مٹکوں جیسے ہیں اور اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی مانند ہیں۔ یہی سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ وہاں چار نہریں ہیں، دو نہریں باطنی ہیں اور دو ظاہری۔ میں نے کہا، اے جبریل! یہ دو کیا ہیں؟ جبریل نے جواب دیا، جہاں تک تو دو باطنی نہروں کا تعلق ہے وہ تو جنت میں ہیں اور جو ظاہری نہریں ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں موتیوں کے گنبد ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے۔ پھر میرے لیے بیت المعمور کو بلند کیا گیا، پھر میرے سامنے ایک پیالہ شراب کا اور ایک پیالہ دودھ کا اور ایک پیالہ شہد کا لایا گیا، تو میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ جبریل نے کہا، یہ اسلام کی فطرت ہے، جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ پھر مجھ پر ایک دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، میں لوٹ کر آیا تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انھوں نے پوچھا، آپ کو کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا، ایک دن میں پچاس نمازیں فرض ہوئی ہیں۔ انھوں نے کہا، آپ کی امت ہر روز پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، اللہ کی قسم! مجھے لوگوں کا بہت تجربہ ہے اور میں بنی اسرائیل پر بہت محنت کر چکا ہوں، آپ اپنے پروردگار کے پاس جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف

کروائیں۔ یہ سن کر میں لوٹا۔ اللہ نے مجھ سے پچاس میں سے دس نمازیں معاف کر دیں۔ میں لوٹ کر آیا تو پھر موسیٰ علیہ السلام ملے۔ انھوں نے وہی کہا تو میں پھر لوٹا اس پر دس نمازیں اور معاف ہو گئیں۔ میں پھر لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، انھوں نے پھر وہی کہا۔ چنانچہ میں پھر لوٹا تو دس نمازیں اور معاف ہو گئیں۔ میں پھر لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، انھوں نے پھر وہی کہا۔ چنانچہ میں پھر لوٹا تو مجھے ہر روز دس نمازوں کا حکم دیا گیا۔ اب کے میں پھر لوٹ آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی کہا۔ میں پھر لوٹا تو مجھے ہر روز پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ پھر میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انھوں نے پوچھا، کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا، ہر روز پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا، آپ کی امت پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی، میں آپ سے پہلے لوگوں کا بخوبی تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل پر بہت محنت کر چکا ہوں، آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کرائیں۔ میں نے کہا، میں نے اپنے رب سے اتنی تخفیف کرائی ہے کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔ اب میں اسی پر راضی ہوں اور اسے تسلیم کرتا ہوں۔ جب میں وہاں سے گزرنے لگا، تو ندا آئی، میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف بھی کر دی۔'' [ بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب المعراج : ۳۸۸۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ ...... الخ : ۱۶۲، عن أنس بن مالك رضی الله عنه ]

سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بیت المعمور سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جبریل سے اس کا حال پوچھا، تو انھوں نے کہا، یہ بیت المعمور ہے، یہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ جب وہ وہاں سے نکل جاتے ہیں تو پھر لوٹ کر نہیں آتے، وہی ان کا آخری آنا ہوتا ہے۔'' [ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة صلوات الله علیهم : ۳۲۰۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء ...... الخ : ۱۶۲، عن أنس بن مالك رضی الله عنه ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سدرۃ المنتہیٰ سے متعلق اپنی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر جب اس درخت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈھانپا جس بھی چیز نے ڈھانپا، تو اس کا حال ایسا ہو گیا کہ مخلوق میں سے کوئی اس کی خوبصورتی بیان نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی جو بھی کی۔'' [ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ ...... الخ : ۱۶۲ ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں جنت کی سیر کر رہا تھا کہ ایک نہر میرے سامنے لائی گئی، اس کے دونوں طرف موتیوں کے خیمے تھے۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا، یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا، یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔ پھر انھوں نے ہاتھ ڈالا اور اس کی مٹی نکالی تو وہ مشک تھی۔ پھر میرے لیے سدرۃ المنتہیٰ کو بلند کیا گیا اور میں نے اس پر ایک بڑا نور دیکھا۔'' [ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الکوثر : ۳۳۶۰ ]

سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا ابو حبہ انصاری رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر چڑھے، یہاں تک کہ میں ایک بلند ہموار مقام پر پہنچا، وہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔“ [ بخاری، کتاب الصلوة، باب کیف فرضت الصلوة فی الإسراء : ۳۴۹۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ ﷺ...... الخ : ۱۶۳ ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے متعلق فرمایا: ”پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو (دیکھا کہ) وہاں ابراہیم علیہ السلام ہیں، وہ اپنی پیٹھ بیت المعمور سے لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔“ [ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ ﷺ...... الخ : ۱۶۲ ]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس رات مجھے معراج ہوئی میں موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ وہ ایک گندمی رنگ کے لمبے آدمی تھے، گھونگریالے بالوں والے، جیسے شنوءہ کے آدمی ہوتے ہیں اور میں نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو دیکھا، وہ میانہ قد تھے اور ان کا رنگ سرخ اور سفید تھا، ان کے بال سیدھے تھے اور مجھے جہنم کا داروغہ مالک بھی دکھایا گیا۔“ [ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ ﷺ...... الخ : ۱۶۵/۲۶۷ ]

## اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَ الۡعُزّٰى ۙ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى ﴿۲۰﴾

”پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسری ایک اور (دیوی) منات کو۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ لات ایک شخص تھا جو حاجیوں کے لیے ’ستو‘ تیار کیا کرتا تھا۔ [ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ أفرء یتم اللّٰت والعزّٰی ﴾ : ۴۸۵۹ ]

اسی طرح عزیٰ کو عزیز سے مشتق کیا گیا ہے۔ یہ نخلہ میں ایک درخت تھا، جس پر عمارت بنا کر اس پر پردے ڈال دیے گئے تھے، یہ مکہ اور طائف کے درمیان تھا۔ قریش اس گھر کی تعظیم بجا لاتے تھے، جیسا کہ ابوسفیان نے بھی احد کے دن کہا تھا: (( لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَكُمْ )) ”ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمھارے لیے کوئی عزیٰ نہیں۔“ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”تم اس کے جواب میں یہ کہو: (( اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَكُمْ )) ”اللہ تعالیٰ ہمارا کارساز ہے اور تمھارا کوئی کارساز نہیں۔“ [ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد : ۴۰۴۳ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص قسم کھائے اور کہے کہ قسم ہے لات اور عزیٰ کی، تو اسے چاہیے فوراً ” لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ “ کہے۔“ [ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ أفرء یتم اللات والعزّٰی ﴾ : ۴۸۶۰۔ مسلم، کتاب الأیمان، باب من حلف باللات والعزّٰی فلیقل : ”لا اله الا الله“ : ۱۶۴۷ ]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کہو: (( لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ )) اپنی

بائیں جانب تین بار تھوک دو اور ( شیطان سے ) اللہ کی پناہ مانگو اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔'' [ نسائی، کتاب الأیمان و النذور، باب الحلف باللات والعزی : ۳۸۰۸۔ ابن ماجه، کتاب الکفارات، باب النهی أن یحلف بغیر الله : ۲۰۹۷ ]

سیدنا عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بتوں کی قسمیں نہ کھایا کرو اور نہ اپنے باپ دادا کی قسمیں کھاؤ۔'' [ مسلم، کتاب الأیمان، باب من حلف باللات والعزی فلیقل : '' لا إله إلا الله '' : ۱٦٤٨۔ ابن ماجه، کتاب الکفارات، باب النهی أن یحلف بغیر الله : ۲۰۹٥ ]

وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى : عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورۂ بقرہ کی آیت : ۱۵۸ کے متعلق ) پوچھا، تو انھوں نے بتایا کہ کچھ لوگ منات بت کے نام پر احرام باندھتے تھے، جو مقام مشلل میں تھا، وہ صفا اور مروہ کے درمیان (حج وعمرہ میں ) سعی نہیں کرتے تھے، تو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ﴾ [ البقرۃ : ۱۵۸ ] ''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔'' چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان طواف کیا اور مسلمانوں نے بھی طواف کیا۔ [ بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿ و مناة الثالثة الأخرٰی ﴾ : ٤٨٦١ ]

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾

''کیا تمھارے لیے لڑکے ہیں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو اس وقت ناانصافی کی تقسیم ہے۔''

یعنی تم عدل و انصاف سے کس قدر دور ہو کہ اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور جن لڑکیوں کو تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے ہو، انھیں اللہ کے لیے ثابت کرتے ہو، کہتے ہو کہ فرشتے اور تمھاری یہ دیویاں اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ تمھاری یہ تقسیم ظلم اور باطل ہے، اپنے رب تعالیٰ کے لیے تم اس طرح کی تقسیم کیوں کرتے ہو؟ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَ لَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [ النحل : ۵۷ تا ۵۹ ] ''اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ [ بنی إسرائیل : ٤٠ ] ''پھر کیا تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور خود فرشتوں میں سے بیٹیاں بنا لی ہیں؟ بے شک تم یقیناً ایک بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔''

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿۲۳﴾

''یہ (بت ) چند ناموں کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ یہ لوگ صرف گمان کے اور ان چیزوں کے پیچھے چل رہے ہیں جو ان کے دل چاہتے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی۔''

تمھارے یہ جھوٹے معبود جنھیں تم نے اور تم سے پہلے تمھارے آبا و اجداد نے اللہ کے ناموں سے مشتق نام دے رکھے ہیں، ان میں معبود بننے کی کوئی بھی صفت موجود نہیں ہے۔ تم نے محض اپنی طرف سے ان کے ایسے نام رکھ دیے ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جن کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ تم محض اپنے وہم و گمان اور اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہو، حالانکہ تمھارے پاس تمھارے رب کی جانب سے واضح دلیل آ چکی ہے کہ یہ بت اس لائق نہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [ يوسف : ٤٠ ] ''تم اس کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند ناموں کی، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے بارے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت مت کرو، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

الغرض اللہ کے علاوہ سب معبود باطل ہیں، مشرکین نے یہ نام خود تجویز کیے اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں کوئی دلیل نہیں اتاری، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت آئی ہے اس میں ان معبودانِ باطلہ کی عبادت کو بالکل لغو اور لایعنی اور اللہ کے ساتھ شرک بتایا گیا ہے۔

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ابوسفیان نے فخر یہ کہا، ہبل کی جے، ہبل کی جے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: ''تم اس کو جواب کیوں نہیں دیتے؟'' انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس طرح کہو، اللہ سب سے بلند و بالا اور سب سے زیادہ بلند مرتبے والا ہے۔'' پھر اس (ابوسفیان) نے کہا، ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمھارے لیے کوئی عزیٰ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم جواب کیوں نہیں دیتے؟'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم کہو، ہمارا مولیٰ اللہ ہے، تمھارا مولیٰ کوئی نہیں۔'' [ بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یکره من التنازع : ۳۰۳۹ ]

اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰی ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ وَ الۡاُوۡلٰی ﴿۲۵﴾

''یا انسان کے لیے وہ (میسر) ہے جو وہ آرزو کرے۔ سو اللہ ہی کے لیے پچھلا اور پہلا جہان ہے۔''

مشرکین مکہ کے لیے ان کے رب کی طرف سے جو ہدایت نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے آئی، اس سے انھوں نے منہ پھیر لیا اور اپنی من مانی تمناؤں سے رشتہ جوڑ کر اس خیال باطل کو اپنے دل میں جگہ دے دی کہ ان کے بت ان کے لیے سفارشی بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دنیا میں آدمی کی مرضی اور خواہشات کے مطابق معاملات انجام نہیں پاتے، بلکہ تمام امور کا تعلق اللہ کی مرضی اور اس کی مشیت سے ہے۔ اس لیے انھوں نے یہ کیسے سمجھ لیا ہے کہ ان کے جھوٹے معبود ان کی مرضی کے مطابق ان کی سفارش کریں گے؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ ﴾ [ المؤمنون : ۷۱ ] ''اور اگر حق ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیں۔''

وَ كَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِيۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَيۡـًٔا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ يَّاۡذَنَ اللّٰهُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَ يَرۡضٰى ﴿۲۶﴾

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور (جسے) پسند کرے۔''

یعنی رہی یہ بات کہ فرشتوں کی سفارش سے ان کی بخشش ہو جائے گی تو وہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ آسمانوں میں اگرچہ بہت سے فرشتے ہیں، لیکن ان کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آئے گی، مگر صرف اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے سفارش کرانا چاہے تو اس کے لیے فرشتوں کو سفارش کی اجازت دے دے اور ان کی سفارش کو پسند بھی فرمائے۔ غرض یہ کہ کوئی فرشتہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اسے اجازت نہ دے اور اللہ تعالیٰ اسی کے لیے سفارش کی اجازت دے گا جسے وہ بخشنا چاہے گا۔ ایسی صورت میں سفارش کی امید اور خوش فہمی میں مبتلا ہونا بالکل لغو اور لایعنی ہے۔ سفارش کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلۡ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيۡعًا ؕ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴾ [ الزمر : ۴۴ ] ''کہہ دے شفاعت ساری کی ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنۡ ذَا الَّذِيۡ يَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ﴾ [ البقرة : ۲۵۵ ] ''کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔''

اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِكَةَ تَسۡمِيَةَ الۡاُنۡثٰى ﴿۲۷﴾

’’بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یقیناً وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے ناموں کی طرح رکھتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نام عورتوں جیسے رکھنے اور انھیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے کی مذمت فرمائی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اولاد سے پاک ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْـَٔلُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۱۹] ’’اور انھوں نے فرشتوں کو، وہ جو رحمان کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا، کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ ان کی گواہی ضرور لکھی جائے گی اور وہ پوچھے جائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٤٠] ’’پھر کیا تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور خود فرشتوں میں سے بیٹیاں بنا لی ہیں؟ بے شک تم یقیناً ایک بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔‘‘

وَ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾

’’حالانکہ انھیں اس کے متعلق کوئی علم نہیں، وہ صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی زبان سے ایک ایسی بات کہتے ہیں، جس کا انھیں کوئی علم نہیں ہے، اس لیے کہ نہ انھوں نے انھیں دیکھا بھالا ہے اور نہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے اس بارے میں کوئی خبر آئی ہے۔ یہ بات انھوں نے محض اپنے وہم و گمان اور جہالت و گمراہی کی بنیاد پر کہی ہے اور حقیقت کا ادراک وہم و گمان کے ذریعے سے نہیں، بلکہ یقینی دلائل کے ذریعے سے کیا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ [الحجرات : ۱۲] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’گمان سے بچو، کیونکہ گمان بدترین جھوٹ ہے اور کسی کے عیوب ڈھونڈنے کے پیچھے نہ پڑو، نہ کسی کی جاسوسی کرو، نہ دھوکے سے (خرید و فروخت میں) بولی بڑھاؤ، نہ ایک دوسرے پر حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے دل میں کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔‘‘ [ بخاری، کتاب الأدب، باب ﴿ یا أیها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرًا من الظن ﴾ : ٦٠٦٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظن والتجسس : ٢٥٦٣ ]

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾

’’سو اس سے منہ پھیر لے جس نے ہماری نصیحت سے منہ موڑا اور جس نے دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہ چاہا۔ یہ علم میں ان کی انتہا ہے، یقیناً تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اسے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہی زیادہ جاننے والا ہے اسے جو راستے پر چلا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نصیحت کی کہ آپ ان کافروں سے پہلو تہی کر لیجیے جو ہماری یاد سے غافل ہیں اور جن کا منتہائے مقصود دنیاوی لذتوں سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اگلی آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں کا منتہائے علم بھی دنیاوی اغراض و مقاصد ہیں۔ اس کے سوا انھیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے اور جس کا مبلغ علم دنیائے فانی اور اس کی لذتیں ہوں، اسے اس کے حال ہی پر چھوڑ دینا چاہیے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کے رب کو خوب معلوم ہے کہ راہ حق پر کون گامزن ہے اور ضلالت کی وادیوں میں کون بھٹک رہا ہے؟ اور وہ قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دے گا۔

**ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ** : یعنی دنیا کی طلب اور اس کے حصول کے لیے جد و جہد ہی ان کا منتہائے مقصود ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی مجلس سے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے: « اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا » ’’اے اللہ! ہمارا سب سے بڑا مقصود اور ہمارے علم کی انتہا دنیا ہی کو نہ بنا دینا۔‘‘ [ ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء [ اللھم ! اقسم لنا ...... الخ ] : ۳۵۰۲ ]

**وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ﴿۳۱﴾**

’’اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو جنھوں نے برائی کی، اس کا بدلہ دے جو انھوں نے کیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے بھلائی کی، بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔‘‘

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ کے لیے ہے اور ان دونوں کے درمیان جتنی بھی مخلوقات ہیں سب اسی کی مملوک ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔ اس کی تقدیر ان میں نافذ ہوتی اور اس کی شریعت ان پر جاری ہوتی ہے۔ وہ انھیں حکم دیتا اور منع کرتا ہے۔ وہ گناہ گار کو سزا دیتا اور فرماں بردار کو اچھا بدلہ دیتا ہے اور سب سے اچھا بدلہ اللہ کی رضا اور حصول جنت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ﴾ [ الملك : ۱ تا ۲ ] ’’بہت برکت والا ہے وہ کہ تمام بادشاہی صرف اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہی سب پر غالب، بے حد

بخشنے والا ہے۔'' آسمانوں اور زمین کی پیدائش گویا بے فائدہ اور بے مقصد نہیں، یہ چیزیں جن و انس کی آزمائش کے لیے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [ آل عمران : ۱۹۰، ۱۹۱ ] ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝

''وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر صغیرہ گناہ، یقیناً تیرا رب وسیع بخشش والا ہے، وہ تمھیں زیادہ جاننے والا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔ سو اپنی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو، وہ زیادہ جاننے والا ہے کہ کون بچا۔''

محسنین کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں اور فواحش و منکرات سے اجتناب کرتے ہیں، یعنی کبیرہ گناہوں اور محرمات کا ارتکاب نہیں کرتے اور اگر ان سے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ انھیں معاف کر دیتا اور ان کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔

**اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ :** ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴾ [ النساء : ۳۱ ] ''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمھیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تم سے تمھاری چھوٹی برائیاں دور کر دیں گے اور تمھیں باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی جو ''لمم'' (یعنی صغیرہ گناہوں) کے ساتھ اس سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا ہے، جسے وہ یقیناً پا کر ہی رہے گا۔ تو آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، دل امنگ اور آرزو کرتا ہے اور بالآخر شرم گاہ اسے سچا کر دکھاتی ہے یا جھوٹا۔'' [ بخاری، کتاب الاستئذان، باب زنا الجوارح دون الفرج : ۶۲۴۳۔ مسلم، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنی : ۲۶۵۷ ]

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ : یعنی اس کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے اور اس کی مغفرت توبہ کرنے والے کے تمام گناہوں کو اپنے دامن میں لے لیتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر : ۵۳] ''کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ : فرمایا کہ اے انسانو! تمھارا رب تمھاری کمزوریوں سے خوب واقف ہے، وہ تو اس وقت بھی واقف تھا جب اس نے تمھارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں پرورش پا رہے تھے۔ وہ جانتا ہے کہ تمھارے اندر نیکی کرنے کے جذبہ کے ساتھ گناہ کرنے کا جذبہ بھی پایا جاتا ہے۔ جب گناہ کا سبب پایا جائے گا تو تمھاری کشش اس کی طرف بڑھ جائے گی۔ اسی لیے وہ اپنے فضل و کرم سے تمھارے چھوٹے گناہ معاف کر دیتا ہے اور خاص طور پر اپنے ان بندوں کے چھوٹے گناہوں کو جو ہر دم اپنے مولائے حقیقی کی رضا کی طلب میں لگے رہتے ہیں اور کبھی کبھار کوئی چھوٹا گناہ ان سے سرزد ہو جاتا ہے۔

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى : یعنی اپنے آپ کی تعریفیں نہ کرو اور اپنے اعمال کے ساتھ امیدیں وابستہ نہ کرو اور یہ نہ کہو کہ ہم تو گناہوں سے بالکل پاک صاف ہیں۔ اللہ کو تمھارے بیان کیے بغیر خوب معلوم ہے کہ اس سے ڈرنے والا کون ہے؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴾ [النساء : ۴۹] ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاک کہتے ہیں، بلکہ اللہ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام برہ رکھا تو زینب بنت ابی سلمہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نام سے منع کیا ہے۔ میرا نام بھی برہ رکھا گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اپنی پاکی نہ جتایا کرو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے نیک کون ہے۔'' لوگوں نے کہا کہ پھر ہم اس کا نام کیا رکھیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس کا نام زینب رکھو۔'' [ مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تغییر الاسم القبیح ...... الخ : ۲۱۴۲/۱۹۔ بخاری، کتاب الأدب، باب تحویل الاسم ...... الخ : ۶۱۹۲ ]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی، تو آپ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس! تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی، تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی۔'' یہ جملہ آپ نے ایک سے زیادہ مرتبہ دہرایا، پھر فرمایا: ''اگر کسی کو اپنے بھائی کی تعریف کرنا ضرور ہی مقصود ہو تو اس طرح کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں، آگے اللہ خوب جانتا ہے، میں اللہ کے سامنے کسی کو بے عیب نہیں کہہ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں وہ ایسا ایسا

ہے۔ (یہ بھی اس صورت میں) اگر وہ اس کا حال (خوب) جانتا ہو۔'' [ بخاری، کتاب الشھادۃ، باب إذا زکی رجل رجلاً کفاہ : ۲٦٦۲۔ مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن المدح ...... الخ : ۳۰۰۰ ]

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (کے سامنے ان) کی تعریفیں بیان کرنا شروع کیں، تو اس پر سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے اور وہ موٹے آدمی تھے اور تعریف کرنے والے کے منہ پر کنکریاں ڈالنے لگے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اے مقداد! تمھیں کیا ہوا؟ تو وہ فرمانے لگے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں خاک ڈالو۔ [ مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن المدح ...... الخ : ۳۰۰۲/٦۹ ]

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی کسی پر سرکشی نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر فخر کرے۔'' [ مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا أھل الجنۃ و أھل النار : ۲۸٦۵/٦٤ ]

اَفَرَءَيۡتَ الَّذِيۡ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَ اَعۡطٰى قَلِيۡلًا وَّ اَكۡدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡغَيۡبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾

''پھر کیا تو نے دیکھا اسے جس نے منہ موڑ لیا۔ اور تھوڑا سا دیا اور رک گیا۔ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے؟ پس وہ دیکھ رہا ہے۔''

ان آیات میں منافق و کافر کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ تھوڑا سا دے کر ہاتھ روک لیتا ہے، یا اس نے تھوڑی سی اطاعت کی اور پیچھے ہٹ گیا۔ ''اَكۡدٰى'' کے اصل معنی ہیں کہ زمین کھودتے کھودتے سخت پتھر آ جائے اور کھدائی ممکن نہ رہے۔ بالآخر وہ کھدائی چھوڑ دے تو کہتے ہیں: ''اَكۡدٰى'' یہیں سے اس کا استعمال اس شخص کے لیے کیا جانے لگا جو کسی کو کچھ دے، لیکن پورا نہ دے، کوئی کام شروع کرے، لیکن اسے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچائے۔

پھر فرمایا کہ کیا اسے غیب کا علم ہے کہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے، یعنی کیا وہ دیکھ رہا ہے اگر اس نے فی سبیل اللہ خرچ کیا تو اس کا مال ختم ہو جائے گا؟ نہیں، غیب کا یہ علم اس کے پاس نہیں ہے، بلکہ وہ خرچ کرنے سے گریز محض بخل، دنیا کی محبت اور آخرت پر عدم یقین کی وجہ سے کر رہا ہے اور اطاعت الٰہی سے انحراف کی وجوہ بھی یہی ہیں۔

اَمۡ لَمۡ يُنَبَّاۡ بِمَا فِيۡ صُحُفِ مُوۡسٰى ﴿۳۶﴾ وَ اِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِيۡ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ﴿۳۸﴾ وَ اَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾

''یا اسے اس بات کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ اور ابراہیم کے (صحیفوں میں) جس نے (عہد) پورا کیا۔ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس

کی اس نے کوشش کی۔“

یعنی کیا جو کچھ موسیٰ کے صحیفوں یعنی تورات اور ابراہیم کے صحیفوں میں آیا ہے، اس منافق و کافر کو اس کی خبر ہے؟ ان صحیفوں میں تو یہ ہے کہ قیامت کے دن کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ﴾ [ فاطر : ۱۸ ] ”اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی (جان) اپنے بوجھ کی طرف بلائے گی تو اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا، خواہ وہ قرابت دار ہو۔“

اگلی آیت میں فرمایا کہ جس طرح کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اس پر نہیں لادا جائے گا۔ اسی طرح سے اجر و ثواب بھی صرف انھی اعمال کا ملے گا جو اس نے اپنے لیے کمائے تھے۔ البتہ کچھ اعمال ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اثرات انسان کی زندگی کے بعد بھی باقی رہتے ہیں۔ ان کی سزا یا جزا اسے بعد میں بھی ملتی رہتی ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں اس کا اجر و ثواب لکھا جاتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان مر جاتا ہے تو اس سے اس کے (تمام) اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے، ایک صدقہ جاریہ، دوسرا عمل وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا رہے اور تیسری چیز نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔“ [ مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱۶۳۱ ]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے بہتر چیز جو تم کھاتے ہو وہ تمھاری کمائی ہے اور تمھاری اولاد بھی تمھاری کمائی میں سے ہے۔“ [ ترمذی، کتاب الأحکام، باب ما جاء أن الوالد یأخذ من مال ولده : ۱۳۵۸۔ نسائی، کتاب البیوع، باب الحث علی الکسب : ۴۴۵۶ ]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو آدمی ظلم سے ناحق مارا جاتا ہے اس گناہ کا ایک حصہ آدم علیہ السلام کے بیٹے (پہلے قاتل قابیل) پر ڈالا جاتا ہے، کیونکہ روئے زمین پر ناحق خون کی رسم اسی نے قائم کی۔“ [ بخاری، کتاب الاعتصام، باب إثم من دعا إلی ضلالة أو سن سنة سیئة ...... الخ : ۷۳۲۱ ]

## وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝۴۰ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝۴۱

”اور یہ کہ یقیناً اس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔“

موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں یہ بھی مذکور تھا کہ وہ اپنی کوشش یعنی اپنے اعمال کی جزا کو قیامت کے دن دیکھ لے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [التوبة : ۱۰۵] ”اور کہہ دے تم عمل کرو، پس عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی اور عنقریب تم ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، تو وہ

تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔'' اگلی آیت میں فرمایا کہ پھر اسے اس کی کوشش یعنی اچھے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اس کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [ النحل : ١١١ ] ''جس دن ہر شخص اس حال میں آئے گا کہ اپنی طرف سے جھگڑ رہا ہوگا اور ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [ آل عمران : ٢٥ ] ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

## وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾

''اور یہ کہ بے شک تیرے رب ہی کی طرف آخر پہنچنا ہے۔''

یعنی اے رسول! ان صحیفوں میں یہ بھی لکھا تھا کہ سب کی آخری منزل آپ کے رب کے پاس ہوگی۔ سب کو اس کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ حساب لے گا۔ سب کو چاہیے کہ اس سے ڈریں اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴾ [ العلق : ٦ تا ٨ ] ''ہرگز نہیں، بے شک انسان یقیناً حد سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ غنی ہو گیا ہے۔ یقیناً تیرے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [ المطففین : ٤ تا ٦ ] ''کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔''

## وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾

''اور یہ کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اسی نے ہنسایا اور رلایا۔ اور یہ کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اسی نے موت دی اور زندگی بخشی۔ اور یہ کہ بے شک اسی نے دو قسمیں نر اور مادہ پیدا کیں۔ ایک قطرے سے، جب وہ ٹپکایا جاتا ہے۔''

صحائف موسیٰ میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ رب العالمین کی ذات ہے جس نے انسان میں ''ہنسنے اور رونے'' کی قوت ودیعت کی ہے۔ باری تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے جسے چاہا موت کے گھاٹ اتار دیا اور جسے چاہا مردہ نطفہ میں زندگی ڈال کر پیدا کیا۔ اسی نے مرد و زن کو ایک قطرۂ نطفہ سے پیدا کیا جو رحم مادر میں جا کر قرار پا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴾ [ القيامة : ٣٦ تا ٤٠ ] ”کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟“

## وَ اَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۝

”اور یہ کہ بے شک اسی کے ذمہ دوسری دفعہ پیدا کرنا ہے۔“

یعنی دوبارہ پیدا کرنا اسی کے ذمے ہے جس نے پہلی بار نطفہ سے پیدا کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [ النمل : ٦٤ ] ”یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔“

## وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ۝ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۝

”اور یہ کہ بے شک اسی نے غنی کیا اور خزانہ بخشا۔ اور یہ کہ بے شک وہی شعریٰ (ستارے) کا رب ہے۔“

یعنی وہی جسے چاہتا ہے مال دار بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے فقیر و محتاج بنا دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ﴾ [ الرعد : ٢٦ ] ”اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔“ آیت کا دوسرا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہی مال دار بناتا ہے اور وہی ذخیرہ اندوزی کے لیے مال دیتا ہے اور وہی شعریٰ ستارے کا رب ہے۔ اس آیت میں مقصود قبیلہ خزاعہ اور ان لوگوں کی تردید ہے جو اس ستارے کی پوجا کرتے تھے، ورنہ باری تعالیٰ تو ہر چیز کا رب ہے۔

## وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى ۝ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ۝ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ۝ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۝ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۝

”اور یہ کہ بے شک اسی نے پہلی قوم عاد کو ہلاک کیا۔ اور ثمود کو، پس (کسی کو) باقی نہیں چھوڑا۔ اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو، یقیناً وہی زیادہ ظالم اور زیادہ حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور الٹ جانے والی بستی کو گرا مارا۔ پس ڈھانپ دیا اسے جس سے ڈھانپا۔“

اور وہی ہے جس نے عاد کی قوم کو ہلاک کر دیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴾ [ الفجر : ٦ تا ٨ ] "کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کس طرح کیا۔ (وہ عاد) جو ارم (قبیلہ کے لوگ) تھے، ستونوں والے۔ وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں، پیدا نہیں کیا گیا۔"

قوم عاد کو "اولیٰ" اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کا زمانہ قوم ثمود سے پہلے کا ہے۔ اسی اللہ نے قوم ثمود کو بھی ہلاک کیا اور دونوں قوموں میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ ان دونوں قوموں سے پہلے قوم نوح کو ہلاک کر دیا تھا، جو عاد و ثمود سے بھی زیادہ ظالم اور سرکش ہوگئی تھی۔ اسی نے قوم لوط کی بستیوں کو الٹ دیا تھا اور جبریل کے ہاتھوں اوپر لے جا کر زمین پر دے مارا تھا، پھر ان پر پتھروں کی بارش کر کے انھیں ڈھانپ دیا تھا۔

قوم عاد پر جو عذاب بھیجا گیا اس کی تفصیل میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ [ الحاقة : ٦ تا ٨ ] "اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟" قوم ثمود کے عذاب کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَا۠ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴾ [ هود : ٦٧، ٦٨ ] "اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں رہے ہی نہ تھے۔ سن لو! بے شک ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سن لو! ثمود کے لیے ہلاکت ہے۔" قوم نوح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴾ [ الأعراف : ٦٤ ] "پھر انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے، بچا لیا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔" الٹی ہوئی بستی سے مراد لوط علیہ السلام کی قوم کی بستی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴾ [ هود : ٨٢، ٨٣ ] "پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس کے اوپر والے حصے کو اس کا نیچا کر دیا اور ان پر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھر برسائے۔ جو تیرے رب کے ہاں سے نشان لگائے ہوئے تھے اور وہ ان ظالموں سے ہرگز کچھ دور نہیں۔"

## فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾

’’پس تو اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس میں شک کرے گا؟‘‘

اللہ تعالیٰ کی بنی نوع انسان پر بڑی نعمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ظالم اور سرکش قوموں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دے، تاکہ باقی لوگوں کو ان کے ظلم و ستم سے نجات ملے اور وہ بھی دنیا میں چین سے زندگی بسر کر سکیں۔ گویا ظالم قوموں کی تباہی بھی اللہ کی نعمت تھی اور انسانیت پر احسان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کا ذکر ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا: ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [ البقرة : ۲۵۱ ] ’’اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ہٹانا نہ ہوتا تو یقیناً زمین برباد ہو جاتی اور لیکن اللہ جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔‘‘

## هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾

’’یہ پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ پہلے رسول نہیں ہیں کہ لوگوں کو کسی قسم کا شبہ ہو، پہلے بھی رسول آتے رہے ہیں اور ڈراتے رہے ہیں۔ ان کی طرح یہ بھی رسول ہیں جو اللہ کے عذاب سے ڈرا رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [ الأحقاف : ۹ ] ’’کہہ دے میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ (یہ کہ) تمھارے ساتھ (کیا)، میں تو بس اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے اور میں تو بس واضح ڈرانے والا ہوں۔‘‘

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’(لوگو!) میں تم کو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصي : ٦٤٨٢۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ على أمته ...... الخ : ٢٢٨٣ ]

## اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾

’’قریب آ گئی وہ قریب آنے والی۔ جسے اللہ کے سوا کوئی ہٹانے والا نہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو قرب قیامت کی خبر دی ہے، تاکہ وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کی تیاری کریں۔ آگے فرمایا کہ جب وہ دن آ جائے گا تو اللہ کے سوا کوئی اس کی مصیبتوں کو ٹال نہیں سکے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴾ [ الطور : ۷، ۸ ] ’’کہ یقیناً تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسے کوئی

ہٹانے والا نہیں۔‘‘

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ، چھوٹے گناہوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو کسی وادی میں اترے، ان میں سے ایک شخص ایک لکڑی لے آیا اور دوسرا شخص دوسری لکڑی، حتیٰ کہ اس سے انھوں نے اپنا کھانا پکا لیا، اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہوں کا ارتکاب کرنے والے کا جب محاسبہ ہوگا تو وہ اسے ہلاک کر دیں گے۔‘‘ [ مسند أحمد : ۳۳۱/۵، ح : ۲۲۸۷۵ ]

**أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ ﴿٦١﴾**

’’تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ اور تم غافل ہو۔‘‘

مشرکین مکہ سے زجر و توبیخ کے انداز میں کہا جا رہا ہے کہ اللہ سے تمھاری دوری اور روز قیامت کی تیاری سے تمھاری غفلت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ تم قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہو اور اس کا مذاق اڑاتے ہو۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ کافروں اور مشرکوں کے لیے اس میں مذکور وعیدِ شدید کو سن کر تم روتے اور ماضی میں تم سے جو گناہ سرزد ہوئے ہیں انھیں یاد کر کے اپنے رب کے سامنے گریہ وزاری کرتے، مگر تم اس کے برعکس ان باتوں کا مذاق اڑاتے ہو اور انجام سے غافل رہ کر کھیل کود میں وقت گزارتے ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾ [ التوبة : ۸۲ ] ’’پس وہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں، اس کے بدلے جو وہ کمائی کرتے رہے ہیں۔‘‘

**فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۩ ﴿٦٢﴾**

منزل ۷ السجدۃ ۱۳

’’تو اللہ کو سجدہ کرو اور (اس کی) بندگی کرو۔‘‘

مشرکینِ مکہ کی زجر و توبیخ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے کہا ہے کہ تم ان کی طرح نہ ہو جاؤ اور اپنے اللہ کو سجدہ کرو، اس لیے کہ سجدہ ہی مقصود عبادت ہے۔ اسی کے ذریعے سے بندہ اپنے خالق و مالک کے سامنے حقیقی خشوع و خضوع کا اظہار کرتا ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ نے انھیں مطلق عبادت کا حکم دیا جو ہر اس قول و عمل کو شامل ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے۔ چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے مجمع عام کے سامنے اس سورت کی تلاوت کی اور آخر میں سجدہ کیا تو کفار بھی سجدہ میں گر گئے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمان، مشرک، جن اور انسان (جو بھی اس وقت موجود تھے) سب نے سجدہ کیا۔

[ بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ ﴿ فاسجدوا لله واعبدوا ﴾ : ۴۸۶۲ ]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے سجدے والی جو سورت اتری وہ سورۂ نجم تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس سورت میں) سجدہ کیا اور آپ کے پیچھے جتنے لوگ تھے ان سب نے بھی سجدہ کیا، مگر ایک شخص (نے سجدہ نہیں کیا) میں نے اسے دیکھا کہ اس نے مٹھی میں کچھ مٹی لی اور اس پر سجدہ کیا، پھر میں نے اس واقعہ کے بعد دیکھا کہ وہ شخص کفر کی حالت میں مارا گیا اور وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔ [ بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ فاسجدوا لله واعبدوا ﴾ : ۴۸۶۳۔ مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوۃ : ۵۷۶ ]
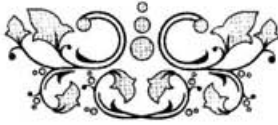
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَ انۡشَقَّ الۡقَمَرُ ﴿۱﴾

''قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کی خبر دی ہے، ایک تو یہ کہ قیامت قریب آ چکی ہے اور دوسری یہ کہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا ہے اور دونوں ہی باتوں کی تائید نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث سے ہوتی ہے۔

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ : قرب قیامت کے بارے میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴾ [ النحل : ۱ ] ''اللہ کا حکم آ گیا، سو اس کے جلد آنے کا مطالبہ نہ کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمۡ وَ ہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴾ [ الأنبیاء : ۱ ] ''لوگوں کے لیے ان کا حساب بہت قریب آ گیا اور وہ بڑی غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اور آفتاب عصر کے بعد غروب ہونے کے قریب تھا، آپ نے فرمایا: ''جو لوگ دنیا سے گزر چکے ہیں، ان کی عمروں کے مقابلے میں تمھاری عمریں اتنی ہی باقی رہ گئی ہیں جتنا ابھی دن کا حصہ باقی رہ گیا ہے۔'' [ مسند أحمد : ۲/ ۱۱۵، ۱۱۶، ح : ۵۹۷۱ ]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا: ''میں اور قیامت اس طرح مبعوث کیے گئے ہیں۔'' [ بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ : بعثت أنا والساعة كهاتين : ۶۵۰۳۔ مسلم، کتاب الفتن، باب قرب الساعة : ۲۹۵۰ ]

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں حاشر ہوں کہ تمام انسانوں کا (قیامت والے دن) میرے بعد حشر ہوگا۔“ [ بخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول الله ﷺ …… الخ : ۳۵۳۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ : ۲۳۵۴ ]

**وَانْشَقَّ الْقَمَرُ** : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی دور میں ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم معجزہ کے طور پر چاند دو ٹکڑے ہو کر جبل حرا کے دونوں طرف ہو گیا تھا اور بیچ میں پہاڑ آ گیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت چاند پھٹا اس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منیٰ میں موجود تھے۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا تو آپ نے فرمایا: ”گواہ رہو، گواہ رہو۔“ [ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و انشق القمر ﴾ : ۴۸۶۵۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب انشقاق القمر : ۲۸۰۰/۴۴ ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوئی نشانی دکھایئے، تو اس پر آپ نے انھیں دوبار چاند کا پھٹ جانا دکھایا۔“ [ بخاری، کتاب المناقب، باب سؤال المشركين أن يريهم النبي ﷺ آية : ۳۶۳۷۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب انشقاق القمر : ۲۸۰۲ ]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں چاند پھٹا تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑے نے پہاڑ کو ڈھانپ لیا اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر رہا۔ تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے اللہ! تو گواہ رہ۔“ [ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب انشقاق القمر : ۲۸۰۰/۴۵ ]

---

**وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲**

---

”اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ) ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔“

یعنی جب انھوں نے اس معجزے کا مشاہدہ کر لیا تو بجائے اس کے کہ ایمان لے آتے، تکبر میں آ کر اسے ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے، یہ تو بڑا ہی زبردست جادو ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر کر دیا ہے۔

---

**وَ كَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳**

---

”اور انھوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں نے اس کی نشانیوں کا انکار کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان لیتے تو اپنی خواہشات کو چھوڑنا پڑتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا پڑتی اور یہ انھیں منظور نہیں تھا۔ ان کے انکار پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان پر عذاب نازل ہوتا، لیکن اللہ کے ہاں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے، لہٰذا عذاب اپنے مقرر وقت ہی پر آئے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى

لَجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [ العنکبوت : ۵۳ ] ''اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔''

وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۙ﴿۴﴾ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۙ﴿۵﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں، جن میں باز آنے کا سامان ہے۔ کامل دانائی کی بات ہے، پھر (بھی) ڈرانے والی چیزیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔''

اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ یا عام کافروں کے لیے قرآن پاک میں اقوامِ گزشتہ کے بہت سے عبرت ناک واقعات بیان کر دیے ہیں جو ان کی عبرت و نصیحت کے لیے کافی ہیں۔ اگر وہ چاہتے تو ان میں غور و فکر کر کے نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم پر ایمان لے آتے اور غفلت کی زندگی چھوڑ دیتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾ وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَ سَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [ الفرقان : ۳۹ تا ۴۲ ] ''اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔ اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ بے شک یہ تو قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ ہی کر دیتا، اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم ان پر جمے رہے اور عنقریب وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے، کون راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہے۔''

اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس حکمت بالغہ سے خوب واقف ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ جس کے لیے وہ بدبختی لکھ دیتا ہے اور اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے، تو اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [ یونس : ۱۰۱ ] ''اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔''

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

''سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ اگر کفار مکہ کو لہو ولعب چھوڑ کر فکر آخرت کی توفیق نہیں ہو رہی ہے تو آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے اور اس دن کا انتظار کیجیے جب انھیں دوبارہ زندہ کر کے میدانِ محشر میں حساب کتاب کے لیے اکٹھا کیا جائے گا۔ وہ گھڑی ان کے لیے بڑی ہی مشکل ہوگی، ان کی آنکھیں ذلت و رسوائی کے مارے نیچے جھکی ہوں گی۔ جب اللہ تعالیٰ یا فرشتہ انھیں پکارے گا تو وہ اپنی قبروں سے ٹڈی دل کی طرح نکل کر چاروں طرف پھیل جائیں گے اور تیزی کے ساتھ پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ کفار اپنے اعمال کو یاد کر کے اور اس دن کے حقائق و مناظر اور میدانِ محشر کی ہولناکیوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ یہ تو بڑا ہی سخت دن ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴾ [ طٰہٰ : ۱۰۸ ] ''اس دن وہ پکارنے والے کے پیچھے چلے آئیں گے، جس کے لیے کوئی کجی نہ ہوگی اور سب آوازیں رحمان کے لیے پست ہو جائیں گی، سو تو ایک نہایت آہستہ آواز کے سوا کچھ نہیں سنے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴾ [ قٓ : ۴۱، ۴۲ ] ''اور کان لگا کر سن جس دن پکارنے والا ایک قریب جگہ سے پکارے گا۔ جس دن وہ چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے، یہ نکلنے کا دن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴾ [ یٰسٓ : ۵۱ تا ۵۳ ] ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ کہیں گے ہائے ہماری بربادی! کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہ سے اٹھا دیا؟ یہ وہ ہے جو رحمان نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ، تو اچانک وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کا حشر تین فرقوں میں ہوگا، ایک (فرقہ میں) تو امید رکھنے والے اور ڈرنے والے لوگ ہوں گے اور (دوسرا فرقہ) ان لوگوں کا ہوگا جو دو دو، تین تین، چار چار اور دس دس ایک ایک اونٹ پر سوار ہوں گے اور باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی۔ جہاں وہ آرام کریں گے وہیں وہ آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہر جائے گی اور جہاں وہ رات گزاریں گے وہیں وہ بھی ان کے ساتھ رات گزارے گی اور جہاں وہ صبح کریں گے وہیں وہ آگ بھی ان کے ساتھ صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے وہیں وہ بھی ان کے

ساتھ شام کرے گی (اور بالآخر ان کو میدان حشر تک پہنچا کر دم لے گی)۔" [ بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٢ ]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ﴿١٠﴾ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾ وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿١٣﴾ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٥﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٦﴾

"ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انھوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور انھوں نے کہا دیوانہ ہے اور جھڑک دیا گیا۔ تو اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں مغلوب ہوں، سو تو بدلہ لے۔ تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے، ایسے پانی کے ساتھ جو زور سے برسنے والا تھا۔ اور زمین کو چشموں کے ساتھ پھاڑ دیا، تو تمام پانی مل (کر ایک ہو) گیا، اس کام کے لیے جو طے ہو چکا تھا۔ اور ہم نے اسے تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، اس شخص کے بدلے کی خاطر جس کا انکار کیا گیا تھا۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے ایک نشانی بنا کر چھوڑا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ پھر میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل قریش سے پہلے قوم نوح نے اللہ کے رسول نوح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ انھیں پاگل کہا، سب وشتم کیا اور مختلف قسم کی ایذا رسانیوں کے ذریعے سے انھیں دعوت و تبلیغ سے روکا۔ نوح علیہ السلام جب اپنی قوم کی ہدایت سے بالکل مایوس ہو گئے اور کفر پر ان کا اصرار اور سرکشی حد سے متجاوز ہو گئی، تو انھوں نے ان پر بددعا کر دی۔ انھوں نے اللہ سے کہا کہ اے میرے رب! میری قوم نے اپنے تمرد و سرکشی کے ذریعے سے مجھے مغلوب و عاجز بنا دیا ہے اور مجھے تبلیغِ رسالت سے سختی سے روک دیا ہے، اب تو ہی ان سے نمٹ اور ان پر اپنا عذاب بھیج۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لی۔ ان کو عذاب دینے کے لیے آسمان سے موسلا دھار بارش کے تمام دروازے کھول دیے اور زمین کے ہر گوشے سے اس طرح پانی ابل پڑا کہ گویا ساری زمین چشموں میں بدل گئی۔ دونوں جہت کا پانی قوم نوح کو ہلاک کرنے کے لیے اکٹھا ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ نوح علیہ السلام اس کشتی پر سوار ہو گئے جو انھوں نے اسی دن کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشادہ تختوں اور بڑی بڑی کیلوں کی مدد سے بنائی تھی۔ وہ کشتی طوفان میں اللہ کی حفظ و امان میں چلتی رہی اور یہ جو کچھ ہوا ناشکروں کو ان کے کفر کا بدلہ دینے کے لیے ہوا۔ اس لیے کہ نوح علیہ السلام کی بعثت ان کے لیے اللہ کی ایک عظیم نعمت تھی جس کی انھیں قدر دانی کرنی چاہیے تھی، لیکن انھوں نے ناشکری کی تو اللہ نے نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا اور باقی پوری قوم کو طوفان کے ذریعے سے ہلاک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کی ہلاکت کے قصے کو آنے والی نسلوں کے لیے ایک نشانِ عبرت بنا دیا، جس سے لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ جب قوم نوح نے اللہ سے سرکشی کی تو عذاب الٰہی نے کیسے انھیں گرفت میں لے لیا، تو یہی حال دیگر کافر ومشرک قوموں کا بھی ہو سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴾ [ الحآقة : ۱۱، ۱۲ ] "بلکہ ہم نے ہی جب پانی حد سے تجاوز کر گیا، تمھیں کشتی میں سوار کیا۔ تاکہ ہم اسے تمھارے لیے ایک یاددہانی بنا دیں اور یاد رکھنے والا کان اسے یاد رکھے۔"

## وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟"

قوم نوح کا واقعہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے قرآن کریم کا حفظ کرنا اور اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا آسان بنا دیا ہے۔ قرآن کریم کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ وہ آسانی سے یاد ہو جاتا ہے اور اس میں بیان کردہ مثالوں اور قصص و واقعات کو سن کر آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے حق میں مجرم ہو گا اس کا انجام ماضی میں گناہوں کے سبب ہلاک کی جانے والی قوموں جیسا ہو سکتا ہے۔ مگر جو انبیاء و صالحین کی راہ اختیار کرے گا، اسے اللہ غالب کرے گا اور دنیا و آخرت میں اپنی نعمتوں سے نوازے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴾ [ مریم : ۹۷ ] "سو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا ہے، تاکہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوشخبری دے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے جو سخت جھگڑالو ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [ صٓ : ۲۹ ] "یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔"

**فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ** : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (اس آیت کو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح پڑھا: « فَهَلْ مِنْ مُّذَّكِرٍ » "تو کیا کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں، اسے اس طرح پڑھو): ﴿ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ "تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟" [ بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ ولقد أهلكنا أشياعكم ...... الخ ﴾ : ۴۸۷۴ ]

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ۝ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ۝

’’عاد نے جھٹلا دیا تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بے شک ہم نے ان پر ایک تند آندھی بھیجی، ایسے دن میں جو دائمی نحوست والا تھا۔ لوگوں کو اکھاڑ پھینکتی تھی، جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔ پھر میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟‘‘

فرمایا کہ قوم عاد نے بھی اللہ کے رسول ہود علیہ السلام کو جھٹلایا، ان پر ایمان لانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر تم سچے ہو تو پھر جس عذاب کا ہم سے وعدہ کرتے ہو اسے جلد لے آؤ۔ تو عذاب الٰہی نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اور اس عذاب کو لوگوں کی تنبیہ کا ذریعہ بنایا گیا اور وہ عذاب تیز و تند ہوا کی شکل میں تھا۔ وہ دن ان کے لیے بڑا برا ثابت ہوا کہ جس دن یہ عذاب ان پر مسلط کیا گیا۔ وہ ہوا اس وقت تک چلتی رہی جب تک ان کا ایک ایک فرد ہلاک نہیں ہو گیا، اس طرح انھوں نے اور دنیا والوں نے دیکھ لیا کہ اللہ کے عذاب نے انھیں کس طرح اپنی گرفت میں لے لیا اور کس طرح اس بدترین عذاب کو لوگوں کی تنبیہ کا ذریعہ بنایا گیا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی ہلاکت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ [ الحاقة: ٦ تا ٨ ] ’’اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟‘‘

وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ ع ۸

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟‘‘

قوم ہود کی ہلاکت و بربادی کا قصہ بیان کرنے کے بعد دوبارہ کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کردہ ان واقعات کے ذریعے سے نصیحت حاصل کرنے کو آسان بنا دیا ہے، یعنی جو کوئی ان واقعات میں غور و فکر کرے گا، وہ اللہ کی توفیق سے گناہوں سے تائب ہو کر اپنے رب کی طرف رجوع کرے گا۔ تو کوئی ہے جو ان واقعات سے عبرت حاصل کرے؟

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۝ فَقَالُوْۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ۝ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝ اِنَّا

مُرۡسِلُوا النَّاقَةِ فِتۡنَةً لَّهُمۡ فَارۡتَقِبۡهُمۡ وَ اصۡطَبِرۡ ﴿۲۷﴾ وَ نَبِّئۡهُمۡ اَنَّ الۡمَآءَ قِسۡمَةٌۢ بَیۡنَهُمۡ ۚ کُلُّ شِرۡبٍ مُّحۡتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوۡا صَاحِبَهُمۡ فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَکَیۡفَ کَانَ عَذَابِیۡ وَ نُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ صَیۡحَةً وَّاحِدَةً فَکَانُوۡا کَهَشِیۡمِ الۡمُحۡتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَ لَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ ﴿۳۲﴾

’’ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلا دیا۔ پس انھوں نے کہا کیا ایک آدمی جو ہمیں سے ہے اکیلا، ہم اس کے پیچھے لگ جائیں؟ یقیناً ہم تو اس وقت بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔ کیا یہ نصیحت ہمارے درمیان میں سے اسی پر نازل کی گئی ہے؟ بلکہ وہ بہت جھوٹا ہے، متکبر ہے۔ عنقریب وہ کل جان لیں گے کہ بہت جھوٹا، متکبر کون ہے؟ بے شک ہم یہ اونٹنی ان کی آزمائش کے لیے بھیجنے والے ہیں، سو ان کا انتظار کر اور اچھی طرح صبر کر۔ اور انھیں بتا دے کہ بے شک پانی ان کے درمیان تقسیم ہوگا، پینے کی ہر باری پر حاضر ہوا جائے گا۔ تو انھوں نے اپنے ساتھی کو پکارا، سو اس نے (اسے) پکڑا، پس کونچیں کاٹ دیں۔ تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بے شک ہم نے ان پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی کچلی، روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو گئے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟‘‘

قوم ثمود نے بھی رسولوں کی تکذیب کی، اس لیے کہ صالح علیہ السلام کی تکذیب گویا سارے انبیاء کی تکذیب تھی، یا اس سے مراد ان نشانیوں کی تکذیب ہے کہ جنھیں پیش کر کے صالح علیہ السلام نے انھیں دعوت توحید دی تھی۔ انھوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اپنی ہی قوم کے ایک فرد کو رسول مان لیں اور پوری جماعت کو چھوڑ کر اس کی پیروی کرنے لگیں۔ اللہ کے رسول کو تو انسانوں سے اعلیٰ جنس یعنی فرشتہ ہونا چاہیے، اس لیے اگر ہم صالح کی بات مان کر اس کی پیروی کرنے لگیں گے تو حق سے دور اور مجنونوں کی صف میں آ جائیں گے۔ صالح میں کون سی بڑائی اور خوبی پائی جاتی ہے کہ اللہ نے ہمارے بڑے بڑے سرداروں اور مال داروں کو چھوڑ کر اسے اپنا نبی بنا لیا ہے؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ وہ بڑا جھوٹا اور متکبر ہے۔ اس کے تکبر وغرور نے اسے ابھارا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا ظاہر کرے اور ہمیں اپنی پیروی کا حکم دے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ جب دنیا میں ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا اور پھر قیامت کے دن جہنم میں ڈال دیے جائیں گے تو انھیں خوب معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا، حق سے اعراض کرنے والا اور کبر ونخوت میں مبتلا کون تھا؟

اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام سے کہا کہ وہ لوگ آپ سے نبی ہونے کی نشانی کا مطالبہ کرتے ہیں، تو ہم سخت چٹان کے بیچ سے ایک اونٹنی نکال کر انھیں دکھاتے ہیں، جو آپ کی صداقت کی نشانی اور ان کی آزمائش کا ذریعہ ہوگی، یعنی اگر انھوں

نے اس معجزے کا انکار کر دیا تو ان کے لیے بڑی خطرناک بات ہوگی۔ پس آپ اونٹنی ظاہر ہونے کا انتظار کیجیے اور دیکھیے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اگر آپ کو ان کی طرف سے دعوت کی راہ میں تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کیجیے، کیونکہ یہ راہ ہی ایسی ہے جس کا مسافر بغیر صبر و استقامت کے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

اللہ نے فرمایا کہ آپ انھیں بتا دیجیے کہ جس کنویں کا پانی وہ لوگ پیتے ہیں، اب وہ ان کے اور اونٹنی کے درمیان برابر تقسیم کر دیا گیا ہے، ایک دن اونٹنی پیے گی اور دوسرے دن وہ لوگ پییں گے۔ ہر باری والا صرف اپنی باری کے دن آئے گا اور اپنے حصے کا پانی پیے گا۔ انھوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور قدار بن سالف نامی شخص کو اونٹنی کے قتل کر دینے پر ابھارا، جو قوم ثمود کا بڑا ہی برا آدمی تھا۔ چنانچہ اس نے پہلے تیر سے اس کی پنڈلی کو زخمی کر دیا، پھر اس پر تلوار سے حملہ کر کے اس کے دونوں پاؤں کو مزید زخمی کر دیا، پھر اسے ذبح کر دیا۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے اس شخص کا ذکر کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مارا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اس قوم کے ایک عزت دار، زور دار اور صاحبِ قوت شخص نے اس کے مارنے کا ذمہ لیا (اور وہ ایسا ہی تھا) جیسا کہ (ہمارے زمانے میں) ابو زمعہ ہے۔'' [ بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ و إلى ثمود أخاهم صالحا ﴾ : ٣٣٧٧ بعد حديث : ٣٣٤٥ ]

آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نے ان کے درمیان ایسی سخت چیخ پیدا کی کہ وہ مر کر اپنے گھروں میں ایسے ہو گئے جیسے باڑ والے کی باڑ کثرت استعمال اور مسلسل روندے جانے کی وجہ سے چورا ہو جاتی ہے۔ آخر میں پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کردہ واقعات کے ذریعے سے نصیحت حاصل کرنے کو آسان بنا دیا ہے، تو کوئی ہے جو ان واقعات سے نصیحت حاصل کرے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴾ [ هود : ٦٧، ٦٨ ] ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں رہے ہی نہ تھے۔ سن لو! بے شک ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سن لو! ثمود کے لیے ہلاکت ہے۔''

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ۝ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۝ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ۝

''لوط کی قوم نے ڈرانے والوں کو جھٹلا دیا۔ بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔ اپنی طرف سے انعام کرتے ہوئے، اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے۔''

قوم لوط نے بھی رسولوں کی تکذیب کی، اس لیے کہ لوط علیہ السلام کی تکذیب گویا سارے رسولوں کی تکذیب تھی۔ وہ اپنے گناہوں پر مصر رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو الٹ دیا اور پھر فرشتہ یا تیز وتند ہوا کے ذریعے سے ان پر پتھروں کی ایسی بارش کر دی کہ وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے، صرف لوط علیہ السلام، ان کی دونوں بیٹیاں اور چند وہ لوگ بچ گئے جو مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ لوگ اللہ کے حکم سے رات کے آخری پہر میں ان بستیوں سے نکل گئے۔ ان مومنوں پر اللہ نے اپنا فضل و کرم کیا کہ عذاب نازل ہونے سے پہلے انھیں وہاں سے نکل جانے کو کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں اپنے نیک اور شکر گزار بندوں کو ان کے نیک اعمال کا اسی طرح اچھا بدلہ دیا کرتا ہے۔

وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

”اور بلاشبہ یقیناً اس نے انھیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تو انھوں نے ڈرانے میں شک کیا۔ اور بلاشبہ یقیناً انھوں نے اسے اس کے مہمانوں سے بہکانے کی کوشش کی تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں، پس چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ اور بلاشبہ یقیناً صبح سویرے ہی ان پر ایک نہ ٹلنے والے عذاب نے حملہ کر دیا۔ سو چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟“

یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں اچانک عذاب میں مبتلا نہیں کیا، بلکہ لوط علیہ السلام نے انھیں اللہ کے عذاب شدید سے بہت ڈرایا اور پوری کوشش کی کہ وہ راہِ راست پر آ جائیں، لیکن انھوں نے ہمیشہ ہی لوط علیہ السلام کی باتوں کا مذاق اڑایا اور سمجھتے رہے کہ لوط کی باتوں میں کوئی صداقت نہیں ہے اور جس عذاب کی وہ دھمکی دے رہا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ انھوں نے لوط علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ وہ انھیں اپنے نو وارد خوبصورت مہمانوں کے ساتھ بدفعلی کی اجازت دے دیں۔ وہ مہمان دراصل فرشتے تھے جو انسانوں کی شکل میں مجرموں کی آزمائش کے طور پر بھیجے گئے تھے۔ جب وہ آئے تو تمام مجرم لوط علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے اور کہا کہ وہ اپنے مہمانوں کو ان کے حوالے کر دیں۔ لوط علیہ السلام نے اللہ کا واسطہ دے کر ان سے منت سماجت کی کہ وہ ان کے مہمانوں کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کر کے انھیں ذلیل و رسوا نہ کریں، لیکن انھوں نے ان کی ایک نہ سنی اور زبردستی ان کے گھر میں داخل ہونا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اندھا بنا دیا اور وہ مہمانوں کو نہ دیکھ سکے۔ تو اللہ نے ان سے کہا کہ اب تم لوگ میرے عذاب کا مزہ چکھو۔ چنانچہ صبح کے وقت ایک دائمی اور کبھی نہ ہٹنے والے عذاب نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا، جس کے سبب وہ انتہائی ذلت و رسوائی کی موت مرے اور عالم برزخ میں بھی وہ عذاب ان پر مسلط رہے گا، یہاں تک کہ انھیں جہنم میں پہنچا دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے اس وقت

کہے گا کہ تم لوگ میرے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے چوتھی بار کہا کہ اس نے قرآن کریم میں بیان کردہ ان واقعات کے ذریعے سے نصیحت حاصل کرنے کو آسان بنا دیا ہے، تو کوئی ہے جو ان واقعات سے عبرت حاصل کرے؟

**وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾**

”اور بلاشبہ یقیناً فرعون کی آل کے پاس ڈرانے والے آئے۔ انھوں نے ہماری سب کی سب نشانیوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں پکڑا، جیسے اس کی پکڑ ہوتی ہے جو سب پر غالب، بے حد قدرت والا ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کے پاس موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو نبی بنا کر بھیجا، تا کہ وہ انھیں آسمان و زمین کے خالق کی بندگی کی طرف بلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی صداقت کے اثبات کے لیے نو نشانیاں دیں۔ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے ایک ایک کر کے وہ تمام نشانیاں پیش کر دیں، لیکن فرعون اپنے کبر و غرور کے نشے میں ان سب کا انکار کرتا چلا گیا اور اللہ کی وحدانیت اور اس کی عبودیت کا اقرار کرنے کی اسے توفیق نہیں ہوئی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس کی ایسی سخت گرفت کی جس سے دنیا کی کوئی طاقت اسے بچا نہ سکی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾ [ الأعراف : ۱۳۶ ] ”تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔“

**اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾**

”کیا تمھارے کفار ان لوگوں سے بہتر ہیں، یا تمھارے لیے (پہلی) کتابوں میں کوئی چھٹکارا ہے؟“

اللہ تعالیٰ نے کفار قریش سے کہا ہے کہ جن قوموں کا ابھی ذکر ہوا اور جن پر ہمارا غضب نازل ہوا، کیا تم ان اہل کفر سے بہتر ہو کہ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے مامون و محفوظ سمجھتے ہو؟ یا اللہ نے اپنی کسی آسمانی کتاب میں تمھاری براءت نازل کر دی ہے کہ تم جو چاہو کرتے رہو تمھاری گرفت نہیں ہوگی؟ کفار مکہ کسی لحاظ سے بھی گزشتہ قوموں سے بہتر نہیں تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [ المؤمن : ۸۲ تا ۸۵ ] ”تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ (تعداد میں) ان سے زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے، تو ان کے کسی کام نہ آیا، جو وہ کماتے تھے۔ پھر جب ان کے رسول ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تو وہ

اس پر پھول گئے جو ان کے پاس کچھ علم تھا اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔''

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴿۴۶﴾

''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہیں، جو بدلہ لے کر رہنے والے ہیں؟ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔''

یعنی اگر کفار مکہ اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کی جماعت اتنی کثیر اور طاقت ور ہے کہ کوئی ان پر غالب نہیں آسکتا، تو سن لیں کہ انھیں شکست ہو کر رہے گی، چاہے وہ کفار قریش ہوں یا عام کفار اور وہ میدانِ جنگ سے ایسے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے کہ مڑ کر بھی نہیں دیکھیں گے۔ معاملہ یہاں ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ان کا اصل موعد تو آخرت ہے جو بڑی ہی کٹھن گھڑی ہوگی اور جس کے عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی اور وہاں کا عذاب دنیا کے عذاب سے بھی بہت زیادہ سخت ہوگا۔ کفار کے شکست کھانے کی خوش خبری غزوۂ بدر کے موقع پر نازل ہوئی تھی، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف فرما تھے، تب آپ نے یہ دعا کی: (( اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اَللّٰهُمَّ اِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ )) ''اے اللہ! بے شک میں تجھے تیرا عہد اور وعدہ (نصرت) یاد دلاتا ہوں (کہ ان مسلمانوں کی مدد فرما)، اے اللہ! اگر تو چاہے (کہ ان مسلمانوں کو شکست ہو جائے) تو آج کے بعد (زمین پر) تیری عبادت نہیں ہوگی۔'' پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا، یا رسول اللہ! بس کافی ہے۔ آپ اپنے رب سے بہت ہی الحاح وزاری سے دعا کر لی۔ اس وقت آپ زرہ پہنے ہوئے تھے، (یہ دعا کر کے) آپ (خیمے سے) باہر نکلے تو آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے: ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴾ ''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔'' [ بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ سيهزم الجمع ﴾ : ٤٨٧٥ ]

**بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ** : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت: ﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴾ ''بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔'' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں نازل ہوئی اور اس وقت میں بچی تھی، کھیلا کرتی تھی۔ [ بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ بل الساعة موعدهم والساعة أدهى وأمر ﴾ : ٤٨٧٦ ]

إِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

"یقیناً مجرم لوگ بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔"

اللہ تعالیٰ کے جو سرکش بندے دنیا میں جرائم و معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں وہ دنیا میں راہِ حق سے برگشتہ ہیں اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جس کی آگ ان کے جسموں میں بھڑک اٹھے گی۔ اس آگ میں انھیں ان کے چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا، انھیں نہیں معلوم ہوگا کہ وہ کہاں لے جائے جا رہے ہیں؟ اور ان کا ذہنی کرب و الم بڑھانے کے لیے ان سے کہا جائے گا کہ اب جہنم کی سختیوں اور اس کی شدت عذاب کو جھیلتے رہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [ الفرقان : ۳۴ ] "وہ لوگ جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے وہی ٹھکانے میں بدترین اور راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح جمع کیا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا وہ ہستی جس نے اس کو (دنیا میں) اس کے دو پیروں پر چلایا، اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اس کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل چلائے؟" [ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب یحشر الکافر علی وجهه : ۲۸۰۶ ]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتش جہنم کا ذکر کیا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور کراہت ظاہر کی، پھر آپ نے فرمایا: "جہنم سے بچو۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوبارہ) اس کا ذکر کیا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور کراہت ظاہر کی، یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ جیسے آپ اسے دیکھ رہے ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم جہنم سے بچو، اگرچہ کھجور کا آدھا حصہ صدقہ کر کے ہی اور جس شخص کو یہ بھی نہ ملے تو وہ ایک اچھا کلمہ کہہ کر ہی (اپنے آپ کو جہنم سے بچا لے)۔" [ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة : ۱۰۱۶۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ۶۵۶۳ ]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے روز جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔" [ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۲ ]

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾

"بے شک ہم نے جو بھی چیز ہے، ہم نے اسے ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کو مخلوقات پیدا کرنے سے پہلے ان کا پورا علم تھا اور اس نے ان کی تقدیریں لکھ دی تھیں۔ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور علم کے بغیر وجود میں نہیں آتی۔ ہر چیز کا علم اس کے واقع ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔ اسی تقدیر الٰہی میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مجرموں کو سزا دینے کے لیے جہنم پیدا کرے گا اور صالحین کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ دینے کے لیے جنت پیدا کرے گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین قریش تقدیر کے بارے میں جھگڑا کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو یہ آیات اتریں: ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴾ [ القمر : ٤٨، ٤٩ ] ”جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔ بے شک ہم نے جو بھی چیز ہے، ہم نے اسے ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔“ [ مسلم، کتاب القدر، باب کل شیء بقدر : ٢٦٥٦ ]

جناب نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا شام میں ایک دوست تھا، جو ان سے خط کتابت کرتا رہتا تھا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں لکھا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے تقدیر کے بارے میں باتیں کی ہیں۔ (تم تقدیر کو جھٹلاتے ہو) لہٰذا میری طرف آئندہ کوئی خط نہ لکھنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”عنقریب میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو تقدیر کی تکذیب کریں گے۔“ [ مسند أحمد : ٢/ ٩٠، ح : ٥٦٤١۔ أبو داوٗد، کتاب السنة، باب من دعا إلی السنة : ٤٦١٣ ]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر چیز تقدیر سے ہے، حتیٰ کہ عاجزی و عقل مندی بھی (یعنی بعض لوگ عقل مند و ذہین ہوتے ہیں اور بعض بے وقوف و کاہل، تو یہ بھی تقدیر سے ہے)۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب کل شیء بقدر : ٢٦٥٥ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور عاجز و درماندہ نہ ہو، اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ہوتا، بلکہ کہو کہ یہ اللہ کی تقدیر سے ہے اور اس نے جو چاہا کیا، پس بے شک (کلمہ) ”لو“ (یعنی لفظ اگر) شیطانی عمل (کا دروازہ) کھول دیتا ہے۔“ [ مسلم، کتاب القدر، باب الإیمان بالقدر و الاذعان له : ٢٦٦٤ ]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خوب جان لو کہ اگر ساری امت تمھیں نفع پہنچانے پر اتفاق کرے، تو وہ تمھیں صرف اتنا ہی نفع پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمھاری قسمت میں لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب تمھیں نقصان پہنچانے پر اتفاق کر لیں، تو وہ تمھیں صرف اتنا ہی نقصان پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمھاری قسمت میں لکھ دیا ہے۔ قلمیں خشک ہو گئی ہیں اور صحیفے لپیٹ دیے گئے ہیں۔“ [ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب حدیث حنظلة : ٢٥١٦۔ مسند أحمد : ١/ ٢٩٣، ح : ٢٦٧٣ ]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے سب مخلوقات کی تقدیروں کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے بھی پچاس ہزار سال قبل لکھا تھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“ [ مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیھما وسلم : ۲٦٥۳ ]

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۝

”اور ہمارا حکم تو صرف ایک بار ہوتا ہے، جیسے آنکھ کی ایک جھپک۔“

یعنی جس طرح اللہ کی تقدیر اس کے بندوں میں نافذ ہوتی رہتی ہے، کوئی چیز اسے روک نہیں سکتی ہے، اسی طرح اس کی مشیت بھی اس کی مخلوقات کے سلسلہ میں نافذ ہوتی ہے اور اس میں کوئی شے حائل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہی بات بیان فرمائی ہے کہ کسی چیز کے وجود میں آنے کے لیے اس کا ایک حکم کافی ہے، پھر وہ چیز پلک جھپکتے وجود میں آجاتی ہے۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارے جیسی کئی جماعتوں کو ہلاک کر ڈالا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ اور ہر چیز جسے انھوں نے کیا وہ دفتروں میں درج ہے۔ اور ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش سے کہا ہے کہ ہم نے ماضی میں تمھارے ہی جیسے کافروں کو ان کے جرائم کی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا۔ تو کیا تم میں کوئی ہے جو ان کے عبرت ناک انجام سے نصیحت حاصل کرے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ﴾ [ سبا : ٥٤ ] ”اور ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جن کی وہ خواہش کریں گے، رکاوٹ ڈال دی جائے گی، جیسا کہ اس سے پہلے ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔“ اگلی آیات میں مزید تنبیہ کے لیے فرمایا کہ لوگوں کے تمام چھوٹے بڑے اعمال فرشتوں کے ذریعے سے نامۂ اعمال میں لکھے جا رہے ہیں اور انسان کا حقیر سے حقیر عمل بھی نہ گم ہوتا ہے اور نہ فرشتے اسے بھولتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰىهَا ﴾ [ الكهف : ٤٩ ] ”اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”اے عائشہ! معمولی سمجھے جانے والے گناہوں سے بچنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بھی مؤاخذہ ہو گا۔“ [ مسند أحمد : ٦/١٥١، ح : ٢٥٢٣١۔ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب : ٤٢٤٣ ]

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ ﴾

”بے شک بچ کر چلنے والے باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، عظیم بادشاہ کے پاس، جو بے حد قدرت والا ہے۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ مومنین و متقین کو خوش خبری دے رہا ہے کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی جنتوں میں ہوں گے، جن کے آس پاس نہریں جاری ہوں گی اور وہ اپنے مالک الملک اور قادر مطلق رب کے پاس اس کی بنائی ہوئی جنت میں ہوں گے۔ جہاں کوئی لغو، بے ہودہ اور گناہ کی بات نہیں کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴾ [ الذاريات : ۱۵، ۱۶ ] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِيْمٍ ۝ فٰكِهِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ وَ وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴾ [ الطور : ۱۷ تا ۲۰ ] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور بڑی نعمت میں ہیں۔ لطف اٹھانے والے اس سے جو ان کے رب نے انھیں دیا اور ان کے رب نے انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچالیا۔ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو قطاروں میں بچھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیا، جو بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انصاف کرنے والے روز قیامت رحمان کی دائیں جانب نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے اور رحمان کے دونوں دستِ مبارک دائیں ہیں اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلے، اپنے اہل و عیال اور جس منصب پر وہ فائز ہوں، ان میں عدل و انصاف کرتے ہوں۔“ [ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل ............ الخ : ۱۸۲۷ ]

# سورۃ الرحمٰن مدنیة

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾

''اس بے حد رحم والے نے۔ یہ قرآن سکھایا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے بات کرنا سکھایا۔''

قرآن مجید کی تعلیم اگرچہ جبریل علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے دی گئی، لیکن کیونکہ فاعل حقیقی اللہ عز و جل ہے اور اسی نے قرآن مجید سکھانے کا اہتمام فرمایا، لہٰذا اس نے قرآن مجید کی تعلیم کو اپنی طرف منسوب فرما لیا۔ انسان کو بولنا اللہ نے سکھایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور اس کی بہت بڑی نعمت ہے۔

اَلشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ۪﴿۵﴾

''سورج اور چاند ایک حساب سے (چل رہے) ہیں۔''

یعنی ایک دوسرے کے پیچھے ایک مقرر حساب کے مطابق چلتے رہتے ہیں اور ان میں کبھی کوئی اختلاف یا اضطراب پیدا نہیں ہوتا، جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَہَاۤ اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ وَ لَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّہَارِ ؕ وَ کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ﴾ [ یٰس : ۴۰ ] ''نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّیۡلَ سَکَنًا وَّ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴾ [ الأنعام : ۹۶ ] ''صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔ یہ اس زبردست غالب، سب کچھ جاننے والے کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔''

## وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ⑥

”اور بے تنے کے پودے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔“

زمین پر اگنے والے پودے اور درخت تمام ہی اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے کے کلی طور پر تابع ہیں، جس طرح مومن آدمی اپنے رب کے حضور سجدہ کرتا ہے، اسی طرح پودے، درخت اور کائنات کی ہر چیز اپنے خالق کے سامنے سربجود ہوتی ہے اور ان کے سجدے کی کیفیت خالق ہی بہتر جانتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴾ [ الحج : ۱۸ ] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگ۔ اور بہت سے وہ ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا اور جسے اللہ ذلیل کر دے پھر اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔“

## وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ⑦ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ⑧ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ⑨

”اور آسمان، اس نے اسے اونچا اٹھایا اور اس نے ترازو رکھی۔ تاکہ تم ترازو میں زیادتی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ تول سیدھا رکھو اور ترازو میں کمی مت کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے زمین میں پائی جانے والی مخلوقات کے لیے آسمان کو چھت بنا کر اونچا کر رکھا ہے، جو اللہ کی مرضی کے تابع ہے اور وہ مخلوقات کے سروں پر نہیں گرتا ہے۔ اسی نے اپنے بندوں کے درمیان تمام اقوال و افعال میں عدل و انصاف کو واجب قرار دیا ہے۔ آیت میں ”میزان“ سے مراد صرف ترازو ہی نہیں ہے، بلکہ ہر وہ پیمانہ مراد ہے جس سے کسی چیز، زمین، مقدار اور دنیا میں پائی جانے والی دیگر اشیاء اور حقائق کی پیمائش کی جاتی ہے اور جن کے ذریعے سے بنی نوع انسان آپس میں عدل و انصاف قائم کرتے ہیں اور ان میں نقص و زیادتی کر کے عدل و انصاف کو پامال بھی کرتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اس نے میزان کو اس لیے نازل کیا ہے، تاکہ لوگ حقوق و معاملات میں حد سے تجاوز نہ کریں، ورنہ فساد کے دروازے کھل جائیں گے۔ آخر میں مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! وزن کرتے وقت عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور میزان کو برابر رکھو، کم نہ تولو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ [ بنی إسرائیل : ۳۵ ] ”اور ماپ کو پورا کرو، جب ماپو اور سیدھی ترازو کے ساتھ

وزن کرو۔ یہ بہترین ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت زیادہ اچھا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴾ [ المطففین : ۱ تا ۳ ] "بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔"

**وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝ فِيهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝**

"اور زمین، اس نے اسے مخلوق کے لیے بچھا دیا۔ اس میں پھل ہیں اور کھجور کے درخت جو (خوشوں پر) غلافوں والے ہیں۔ اور دانے جو بھس والے ہیں اور خوشبودار پھول ۔ تو (اے جن و انس!) تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟"

اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر پھیلا دیا ہے اور اس پر بلند و بالا پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ کر اسے ٹھہراؤ دیا ہے، تاکہ اس کی نوع بہ نوع مخلوقات اس پر زندگی گزار سکیں۔

اگلی آیات میں فرمایا کہ اس نے زمین میں مختلف قسم کے پھل پیدا کیے ہیں اور بالخصوص کھجور اور دانے بھی جو انسانوں کی خوراک بنتے ہیں اور ان کا بھس ان کے جانور کھاتے ہیں۔ آخری آیت میں فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ یہ ان گنت نعمتیں تم سے تقاضا کرتی ہیں کہ اس کے احسانات کا دل سے اعتراف کرو اور زبان و عمل سے اس کا شکر ادا کرتے رہو۔

**خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝**

"اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا، جو ٹھیکری کی طرح تھی۔ اور جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟"

انسان کو مٹی سے اور جنات کو آگ کے شعلہ سے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی کاری گری ہے۔ کوئی دوسرا یہ کام انجام نہیں دے سکتا، تو ظاہر ہے کہ پھر اس کے علاوہ کوئی دوسرا الٰہ بھی نہیں ہو سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴾ [ الحجر : ۲۶ ] "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کیا، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے تھی۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فرشتے نور سے، جنات آگ سے اور انسان اس مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں جس کا ذکر تمھارے سامنے ہو چکا ہے۔“ [ مسند أحمد : ۱۵۳/۶، ح : ۲۵۲٤۸۔ مسلم، کتاب الزهد، باب في أحاديث متفرقة : ۲۹۹٦ ]

یہاں جن وانس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ [ الرحمٰن : ۳۳ ] ”اے جن وانس کی جماعت! اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا نہیں نکلو گے۔“

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾

”(وہ) دونوں مشرقوں کا رب ہے اور دونوں مغربوں کا رب۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟“

یعنی وہی دونوں مشرقوں کا رب ہے اور وہی دونوں مغربوں کا رب ہے۔ یعنی وہ موسم سرما و گرما کے مشرق اور موسم سرما و گرما کے مغرب کا رب ہے۔ ان مشارق و مغارب کے اختلاف میں بھی جنوں اور انسانوں کے لیے بہت سی مصلحتیں ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ اے گروہ جن وانس! تم اپنے پروردگار کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾

”اس نے دو سمندروں کو ملا دیا، جو اس حال میں مل رہے ہیں کہ۔ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے (جس سے) وہ آگے نہیں بڑھتے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟“

اللہ تعالیٰ نے میٹھے اور کھارے پانی کے دو سمندروں کو ایک ساتھ جاری کیا ہے، دونوں ساتھ ساتھ بہتے رہتے ہیں اور کیا مجال کہ دونوں ایک دوسرے سے مل کر ایک دوسرے کی خاصیت و خوبی کو زائل کر دیں۔ ایک کا پانی میٹھا ہوتا ہے جسے انسان پیتا اور اپنے درختوں اور کھیتوں کو سیراب کرتا ہے، جبکہ دوسرے کا پانی کھارا ہوتا ہے جس سے ہوا خوشگوار ہوتی اور اس میں مچھلیاں، موتی اور مرجان پیدا ہوتے ہیں۔ موتی اور مرجان اگرچہ کھارے سمندر سے نکلتے ہیں، لیکن چونکہ دونوں سمندروں کے امتزاج اور آپس میں ملنے کا ان کے پائے جانے میں دخل ہے، اسی لیے کہا گیا کہ موتی اور مرجان دونوں سمندروں سے نکلتے ہیں۔ تو اے جن وانس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟ دوسری جگہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴾ [ الفرقان : ۵۳ ] ''اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا اور یہ نمکین ہے کڑوا اور اس نے ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ بنا دی۔''

**وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئَاتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۲۵﴾**

''اور اسی کے ہیں بادبان اٹھائے ہوئے جہاز سمندر میں، جو پہاڑوں کی طرح ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے سمندروں کو اس طرح مسخر کر دیا ہے کہ انسانوں کی بنائی ہوئی بلند و بالا پہاڑ جیسی کشتیاں اور جہاز ان سمندروں کا سینہ چیرتے ہوئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک جاتے رہتے ہیں اور اپنے اوپر انسانوں اور ان کی ضروریات زندگی کو لاد کر پہنچاتے رہتے ہیں۔ تو اے جن و انس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

**كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۲۸﴾**

''ہر ایک جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو بڑی شان اور عزت والا ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

زمین پر حرکت کرنے والے جتنے حیوانات ہیں، سب کے سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ مخلوقات میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا، صرف باری تعالیٰ کی ذات باقی رہ جائے گی جو بڑی عظمت و کبریائی والی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ [ القصص : ۸۸ ] ''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو مت پکار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، مگر اس کا چہرہ، اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کہا کرتے تھے: « أَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوْتُوْنَ » ''(اے اللہ!) میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، تو وہ ہے کہ جسے موت نہیں آتی، جبکہ جنات اور انسان تو مرتے رہتے ہیں۔'' [ بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ وهو العزیز الحکیم ﴾ : ۷۳۸۳ ]

تمام مخلوقات کے فنا ہو جانے کے بعد ہی قیامت آئے گی اور سب دوبارہ زندہ ہو کر میدان محشر میں جمع ہوں گے۔ حق و انصاف کے مطابق فیصلہ ہوگا، اچھوں کو اللہ تعالیٰ جنت دے گا اور گناہ گاروں کو سزا دے گا۔ اللہ کا یہ فیصلہ یقیناً اس کی بڑی نعمت ہوگی کہ وہ اپنے عدل و انصاف کے تقاضے کے مطابق ظالموں کو جہنم اور نیکو کاروں کو جنت سے نوازے گا۔ اسی لیے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ١ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍۚ۝۲۹ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝۳۰

”اسی سے مانگتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے، ہر دن وہ ایک (نئی) شان میں ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟“

آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں، سب اسی کی محتاج ہیں، جبکہ وہ ذاتِ واحد غنی اور بے نیاز ہے۔ سب اس کی رحمت کی امید لگائے رہتے ہیں، اسی کو پکارتے ہیں، اسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں اور وہی سب کے دامن مرادوں سے بھرتا ہے۔ ہر روز یعنی ہر وقت وہ ایک شان میں ہوتا ہے، ہر روز وہ کسی نہ کسی کام میں ہوتا ہے، کسی کو مارتا ہے، کسی کو پیدا کرتا ہے، کہیں طوفان بھیجتا ہے، کہیں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلاتا ہے، کہیں زلزلہ برپا کرتا ہے تو کہیں سلطنتوں کو درہم برہم کرتا ہے۔ کسی کو بادشاہ بناتا ہے تو کسی کو ذلیل کرتا ہے۔ غرض یہ کہ وہ مختلف اور نت نئے کام کرتا رہتا ہے۔ نظام کائنات اسی کی تدبیر سے چل رہا ہے، لیکن اس کی ذات میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ نہ وہ تھکتا ہے، نہ بڑھاپے سے دوچار ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِۚ۝۳۱ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝۳۲

”ہم جلد ہی تمھارے لیے فارغ ہوں گے اے دو بھاری گروہو! تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟“

فرمایا کہ اے جن و انس! قیامت کے دن ہم تمھارا حساب لیں گے اور تم میں جو اچھے ہوں گے انھیں ان کے نیک اعمال کا اچھا بدلہ دیں گے اور جو برے ہوں گے انھیں سزا دیں گے۔ عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق جزا و سزا بھی اللہ کی نعمت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

**سَنَفْرُغُ لَكُمْ** : یعنی ہم تمھارا فیصلہ کریں گے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے، ہم تمھارا محاسبہ کریں گے، کیونکہ اسے کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف خیال کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی، یہ تو محاورہ کلامِ عرب میں مشہور ہے، کہا جاتا ہے کہ میں فارغ ہو کر تجھ سے نبٹ لوں گا، حالانکہ اسے کوئی مشغولیت نہیں ہوتی، وہ کہتا ہے کہ میں تجھے اچانک پکڑ لوں گا۔ [ بخاری، کتاب التفسیر، قبل الحدیث : ٤٨٧٨ ]

**اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ** : ''اَلثَّقَلٰنِ'' سے مراد جن اور انسان ہیں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور (دفن کرنے کے بعد) اس کے ساتھ آنے والے لوگ پیٹھ موڑ کر رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، پھر دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ (دنیا میں) اس شخص (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تمھارا کیا اعتقاد تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اسے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جہنم میں اپنا ایک ٹھکانا، لیکن اللہ تعالیٰ نے جنت میں تیرے لیے ایک مکان اس کے بدلے میں بنا دیا ہے۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر اس بندۂ مومن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں اور رہا کافر یا منافق تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں، میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہتا رہا، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ سمجھا اور نہ (اچھے لوگوں کی) پیروی کی۔ اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے اور وہ اتنے بھیانک طریقے سے چیختا ہے کہ ثقلین (یعنی انسان اور جن) کے علاوہ (اس کی آواز) اردگرد کی تمام مخلوق سنتی ہے۔'' [ بخاري، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال : ١٣٣٨ ]

**يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾**

''اے جن و انس کی جماعت! اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا نہیں نکلو گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

یعنی تم اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کی تقدیر سے بھاگ نہیں سکتے، کیونکہ وہ ہر طرف سے تمھارا احاطہ کیے ہوئے ہے، تم اس کے حکم اور اپنے متعلق اس کے فیصلے سے خلاصی اور چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ اس لیے کہ بغیر قوت و غلبہ اور قہر و جبروت کے یہ ممکن نہیں کہ کوئی آسمانوں اور زمین کی وسعتوں سے نکل کر کہیں اور چلا جائے اور اللہ کو عاجز بنا دے۔ یہ قوت و جبروت دنیا و آخرت میں اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ ﴾ [ القيامة : ١٠ تا ١٢ ] ''اور انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں، پناہ کی جگہ کوئی نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا ٹھہرنا ہے۔''

یہ تحذیر اور تہدید یقیناً اللہ کی ایک نعمت ہے کہ اللہ کا فرماں بردار اطاعت و بندگی میں مزید کوشاں ہوتا ہے اور نافرمان اپنی نافرمانی سے باز آ جاتا ہے۔ حالانکہ اگر وہ چاہتا تو گناہ گاروں پر اچانک عذاب نازل کر دیتا اور توبہ کی مہلت نہ دیتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾

”تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم اپنے آپ کو بچا نہیں سکو گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟“

یعنی میدانِ محشر میں فرشتے تمام جن و انس کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے اور کوئی وہاں سے بھاگ نہیں سکے گا۔ کفار جب جہنم کو دیکھ کر بھاگنا چاہیں گے تو فرشتے انھیں انگاروں سے مار مار کر واپس کریں گے اور ان پر بہتا ہوا تانبا ڈال کر کہیں گے کہ اب تم کہیں نہ بھاگ سکو گے اور نہ کوئی تمھاری مدد کر سکے گا۔ یہ تحذیر و تہدید بلاشبہ ایک نعمت ہے کہ آدمی اس میں غور و فکر کر کے اپنے رب کی طرف رجوع کر سکتا ہے، نیز یہ بھی اللہ کی نعمت ہے کہ وہ قیامت کے دن کافروں سے انتقام لے گا اور اپنے فرماں بردار بندوں کو جنت جیسی نعمت سے نوازے گا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگوں کا حشر تین فرقوں میں ہو گا، ایک (فرقہ میں) تو امید رکھنے والے اور ڈرنے والے لوگ ہوں گے اور (دوسرا فرقہ) ان لوگوں کا ہو گا جو دو دو، تین تین، چار چار اور دس دس ایک ایک اونٹ پر سوار ہوں گے اور باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی۔ جہاں وہ آرام کریں گے وہیں وہ آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہر جائے گی اور جہاں وہ رات گزاریں گے وہیں وہ بھی ان کے ساتھ رات گزارے گی اور جہاں وہ صبح کریں گے وہیں وہ آگ بھی ان کے ساتھ صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے وہیں وہ بھی ان کے ساتھ شام کرے گی (اور بالآخر ان کو میدان حشر تک پہنچا کر دم لے گی)۔“ [ بخاري، كتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٢ ]

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾

”پھر جب آسمان پھٹ جائے گا، تو وہ سرخ چمڑے کی طرح گلابی ہو جائے گا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟“

یعنی جب قیامت واقع ہو گی تو آسمان پھٹ پڑے گا، اس کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، پگھل کر تیل کی مانند بہنے لگے گا اور اس کا رنگ پگھلے ہوئے سیسے کی طرح سرخی مائل گدلا ہو گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴾ [ المعارج : ٨ ] ”جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴾ [ الحاقة : ١٦ ] ”اور آسمان پھٹ جائے گا، پس وہ اس دن کمزور ہو گا۔“

قیامت کی یہ منظر کشی یقیناً ایک نعمت ہے کہ آدمی اس دن کی ہولناکیوں کو یاد کر کے اپنی اصلاح کی کوشش کر سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن وانس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾

”پھر اس دن نہ کسی انسان سے اس کے گناہ کے متعلق پوچھا جائے گا اور نہ کسی جن سے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ مجرم اپنی علامت سے پہچانے جائیں گے، پھر پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟“

جب قیامت واقع ہو گی اور مردے اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ محشر کی طرف دوڑیں گے، اس دن کسی جن وانس سے اس کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، کیونکہ سب اپنی اپنی پیشانیوں سے پہچانے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ﴾ [ آل عمران : ۱۰۶ ] ”جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔“ اگلی آیت میں فرمایا کہ اس دن مجرم اپنی خاص نشانیوں سے پہچانے جائیں گے اور فرشتے انھیں ان کی ٹانگوں اور ان کی پیشانی کے بالوں سے پکڑیں گے اور گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ جہنم اور جہنمیوں کی یہ انتہائی خوف ناک منظر کشی یقیناً ایک نعمت ہے کہ آدمی جہنم کی ہولناکیوں کو یاد کر کے اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن وانس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ لَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴾ [ المرسلات : ۳۵، ۳۶ ] ”یہ دن ہے کہ وہ نہیں بولیں گے۔ اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کریں۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ہنسے اور (ہم سے) پوچھا: ”کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟“ ہم نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”(قیامت کے روز) بندے کی اپنے رب سے ہونے والی گفتگو پر مجھے ہنسی آئی ہے۔ انسان کہے گا، اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی (یعنی تیرا وعدہ ہے کہ میں کسی پر ظلم نہیں کروں گا)؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں! کیوں نہیں۔ انسان کہے گا، میں اپنے خلاف کسی دوسرے کی گواہی جائز نہیں سمجھتا، سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اچھا آج تیری ذات کی گواہی ہی تیرے لیے کافی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی (اس پر زائد ہو گی)۔ چنانچہ انسان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا کو حکم دیا جائے گا، بولو۔ چنانچہ وہ انسان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس کے بعد انسان کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی اور وہ اپنے اعضا سے مخاطب ہو کر کہے گا، ہلاکت ہو

تمھارے لیے اور دوری ہو، میں تو تمھاری خاطر ہی جھگڑا کر رہا تھا ( کہ تم جہنم سے بچ جاؤ )۔'' [ مسلم، کتاب الزهد و الرقاق، باب الدنیا سجن للمؤمن ...... الخ : ۲۹۶۹ ]

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

''یہی ہے وہ جہنم جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ اس کے درمیان اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر کاٹتے رہیں گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

جو مجرم دنیا میں اللہ کے وعدہ و وعید کی تکذیب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جنت و جہنم کی کوئی حقیقت نہیں ہے، جب انھیں ان کی ٹانگوں اور ان کی پیشانی کے بالوں سے پکڑا جائے گا اور گھسیٹ کر جہنم کی بھڑکتی آگ کے قریب لایا جائے گا تو ان سے فرشتے کہیں گے کہ یہی ہے وہ جہنم جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے۔ تو آج اس کا مزہ چکھو اور جہنم کے مختلف طبقوں میں پھرتے رہو، اس کے انگاروں میں جلتے رہو اور انتہائی گرم پانی میں غوطے کھاتے رہو۔ جہنم کے یہ خوفناک مناظر انسانوں کو دعوتِ ایمان و عمل دیتے ہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

<u>يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ</u> : جہنمیوں کو جہنم میں مختلف عذاب دیے جائیں گے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ انھیں گرم کھولتا ہوا ایسا پانی پلایا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح شدید ترین گرم ہو گا کہ انتڑیوں اور پٹھوں کو کاٹ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ﴾ [ الحج : ۱۹، ۲۰ ] ''یہ دو جھگڑنے والے ہیں، جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس کے ساتھ پگھلا دیا جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور چمڑے بھی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴾ [ المؤمن : ۷۱، ۷۲ ] ''جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کھولتا ہوا پانی کافروں کے سروں پر ڈالا جائے گا، جو سر کو چھید کر پیٹ تک پہنچے گا اور پیٹ میں جو کچھ ہو گا اسے کاٹ ڈالے گا اور وہ سب کچھ (اس کی پیٹھ سے نکل کر) قدموں میں جا گرے گا۔'' [ مسند أحمد : ۲/ ۳۷۴، ح : ۸۸۸۶۔ ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء فی صفة شراب أهل النار : ۲۵۸۲ ]

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾

’’اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، دو باغ ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ دونوں بہت شاخوں والے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں دو چشمے ہیں، جو بہ رہے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص روز حساب اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، اس لیے فرائض کی پابندی کرتا اور گناہوں سے بچتا ہے، تو اسے اس کا رب دو جنتیں دے گا، ایک ترک معاصی کے بدلے میں اور دوسری عمل صالح کے بدلے میں۔ ان دونوں جنتوں میں لمبی ڈالیوں والے انواع و اقسام کے درخت اور قسم قسم کے پھل ہوں گے۔ ان دونوں جنتوں میں سلسبیل اور تسنیم نام کی دو نہریں جاری ہوں گی۔ ان دونوں جنتوں میں ہر پھل کی دو قسمیں ہوں گی اور ہر ایک کا مزہ جداگانہ ہوگا۔ قرآن کریم میں ان نعمتوں کا ذکر بلاشبہ سننے والوں کو عمل صالح کی ترغیب دلاتا اور برائی سے ڈراتا ہے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ پھر ان سے زیادہ خوش قسمت کون ہوگا جنھیں اللہ تعالیٰ آخرت میں ان نعمتوں سے نوازے گا؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

**وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ** : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ﴾ [ النازعات : ۴۰، ۴۱ ] ’’اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے نفس کو خواہش سے روک لیا۔ تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔‘‘

**وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ** : صحیح معنوں میں اگر اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو تو وہ مغفرت کا باعث بن جاتا ہے، جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک شخص کی موت کا وقت جب قریب آیا اور وہ زندگی سے بالکل مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لیے بہت سی لکڑیاں جمع کرنا اور (میری لاش کو ان میں رکھ کر) ان لکڑیوں کو آگ لگا دینا، پھر جب وہ آگ میرے جسم کو خاکستر بنا دے اور صرف ہڈیاں باقی رہ جائیں تو انھیں پیس لینا اور کسی سخت گرمی کے دن میں یا (فرمایا) کسی تیز آندھی والے دن میں مجھے ہوا میں اڑا دینا۔ (اللہ کی قسم! اگر میرے رب نے مجھ پر سختی کی تو مجھے ایسی سزا دے گا کہ ایسی سزا اس نے کسی کو نہ دی ہوگی۔ جب

وہ مر گیا تو اس کے ساتھ وہی کیا گیا جو اس نے کہا تھا )۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جمع کیا اور کہا کھڑا ہو جا تو وہ (اپنے رب کے سامنے ) کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کس چیز نے تجھے اس کام پر آمادہ کیا؟ اس نے عرض کی، اے میرے رب! تیرے ڈر نے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔" [ بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب حدیث الغار : ۳۴۷۹، ۶۴۸۱ ]

**جَنَّتٰنِ** : سیدنا عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے وہ چاندی کا ہوگا اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے وہ سونے کا ہوگا اور جنت عدن سے جنتیوں کے اپنے رب کے دیدار میں کوئی چیز حائل نہیں ہوگی، سوائے کبریائی کی چادر کے جو اس کے چہرے پر ہوگی۔" [ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و من دونهما جنتان ﴾ : ۴۸۷۸ ]

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾

"ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے، جن کے استر موٹے ریشم کے ہیں اور دونوں باغوں کا پھل قریب ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟"

اہل جنت کے بستروں کا وہ حصہ جو زمین سے لگا ہوگا، یعنی نچلا حصہ، وہ بیش بہا اور نازک ترین ریشم کا بنا ہوگا، تو پھر اس کے ظاہری یعنی اوپر والے حصے کا کیا عالم ہوگا؟ اس کے بارے میں قرآن کریم کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیں: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ﴾ [ السجدة : ۱۷ ] "پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔" ان دونوں جنتوں کے پھل ہر جنتی کے بالکل قریب ہوں گے۔ جس طرح وہ چاہیں گے انھیں تناول فرمائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴾ [ الدهر : ۱۴ ] "اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے خوشے تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔"

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾

"ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں، جنھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ گویا وہ (عورتیں) یاقوت اور مرجان ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کیا ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو

جھٹلاؤ گے؟"

یعنی ان جنتوں میں ایسی حوریں ہوں گی جو اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کی طرف نہیں دیکھیں گی، ان کو اپنے خاوند سب سے زیادہ حسین اور اچھے معلوم ہوں گے ان حوروں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ سب باکرہ ہوں گی۔ ان سے ان کے ان جنتی شوہروں سے پہلے کسی انسان یا جن نے ان کے ساتھ ہم بستری نہیں کی ہوگی۔ وہ بیویاں حسن و جمال میں یاقوت و مرجان کی مانند ہوں گی، یعنی ان کے رنگ نہایت سرخ و سفید ہوں گے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں نیک عمل کریں گے عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ انھیں اچھا بدلہ دیا جائے۔ چونکہ جنت کی مذکورہ بالا نعمتوں کی یاد دہانی سننے والوں کو نیک عمل پر ابھارتی ہے، اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ : یعنی وہ صفائی میں یاقوت اور سفیدی و سرخی میں مرجان کی طرح ہوں گی۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس بات پر لوگوں نے یا تو فخر کا اظہار کیا، یا آپس میں گفتگو کی کہ جنت میں مردوں کی اکثریت ہوگی یا عورتوں کی، تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: "جنت میں داخل ہونے والی پہلی جماعت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی اور اس کے بعد والی جماعت آسمان میں سب سے زیادہ چمکنے والے ستارے کی مانند، ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ دو دو بیویاں عطا فرمائے گا کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے نظر آ رہا ہوگا اور جنت میں کوئی شخص بھی بیوی کے بغیر نہیں ہوگا۔" [ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب أول زمرة تدخل الجنة ...... الخ : ۲۸۳۴ ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور جنت میں ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور دنیا کی ساری دولتوں سے زیادہ بہتر ہے اور اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا کی طرف جھانک لے تو آسمان و زمین کے درمیان کا یہ سارا حصہ روشن ہو جائے اور خوش بو سے معطر ہو جائے۔ اس کے سر کا دوپٹا بھی دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے۔" [ بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحور العین و صفتهن : ۲۷۹٦ ]

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾

اور ان دو (باغوں) کے علاوہ اور دو باغ ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ دونوں

سیاہی مائل گہرے سبز ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں پھل اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

یعنی گزشتہ آیات میں جن دو جنتوں کا ذکر آیا ہے ان کے علاوہ بھی دو جنتیں ہوں گی، جو پہلی دونوں جنتوں سے درجے میں کم ہوں گی۔ پہلی دونوں عرش کے زیادہ قریب ہوں گی اور اللہ کے مقرب بندوں کو ملیں گی، جبکہ دوسری دونوں اصحاب الیمین کے لیے ہوں گی۔ ان دونوں جنتوں کے درخت بہت ہی گھنے ہوں گے اور ان پر ایسی ہریالی چھائی ہوگی کہ ان کا رنگ مائل بہ سیاہی ہوگا۔ ان میں دو چشمے ہوں گے جن سے فوارے کی شکل میں پانی پھوٹ رہا ہوگا۔ ان میں مختلف الانواع پھل ہوں گے اور ان پھلوں میں کھجور اور انار بھی ہوں گے، چونکہ جنت کی مذکور بالا نعمتوں کی یاد دہانی سننے والوں کو عمل صالح کی ترغیب دلاتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ سو تم جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو فردوس ہی طلب کرو، کیونکہ وہ جنت کا افضل اور اعلیٰ حصہ ہے۔'' [ بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ۲۷۹۰ ]

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾

''ان میں کئی خوب سیرت، خوبصورت عورتیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں، جو خیموں میں روکی ہوئی ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان سے پہلے نہ کسی انسان نے انھیں ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

ان دونوں جنتوں میں نیک سیرت اور خوبصورت حوریں ہوں گی، جو موتی سے بنے محلوں میں اپنے شوہروں کے لیے ہوں گی، جن کے ساتھ پہلے نہ کسی انسان نے مباشرت کی ہوگی اور نہ کسی جن نے۔ جنت کی یہ ساری نعمتیں سننے والوں کو اعمال صالحہ کی رغبت دلاتی ہیں اور اس رغبت کا پیدا ہونا یقیناً ایک نعمت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

﴿حُوۡرٌ مَّقۡصُوۡرٰتٌ فِی الۡخِیَامِ﴾ : سیدنا عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(جنت میں )ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا، جس کی بلندی تیس میل ہوگی، اس کے ہر کونے میں مومن کی بیویاں ہوں گی جن کو دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے۔'' [ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۴۳۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی صفة خیام الجنة : ۲۸۳۸ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر جنتی کے لیے موٹی دو بیویاں ہوں گی، وہ دونوں ستر ستر حلے زیب تن کیے ہوں گی، (اس کے باوجود )ان کی پنڈلیوں کا گودا کپڑوں میں سے دکھائی دے گا۔'' [ مسند أحمد : ۲/ ۳٤٥، ح : ۸٥٦۳ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں داخل ہونے والی پہلی جماعت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی اور اس کے بعد والی جماعت آسمان میں سب سے زیادہ چمکنے والے ستارے کی مانند، ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ دو دو بیویاں عطا فرمائے گا کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے نظر آ رہا ہوگا اور جنت میں کوئی شخص بھی بیوی کے بغیر نہیں ہوگا۔'' [ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب أول زمرة تدخل الجنة......الخ : ۲۸۳٤ ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا دنیا وما فیہا سے بہتر ہے اور جنت میں ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور دنیا کی ساری دولتوں سے زیادہ بہتر ہے اور اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا کی طرف جھانک لے تو آسمان و زمین کے درمیان کا یہ سارا حصہ روشن ہو جائے اور خوش بو سے معطر ہو جائے۔ اس کے سر کا دوپٹا بھی دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے۔'' [ بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحور العین و صفتهن : ۲۷۹٦ ]

سیدنا عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ اشعری ) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک خول دار موتی کا خیمہ ہے اور اس خیمے کی چوڑائی ساٹھ میل ہے۔ اس کے ہر گوشے میں مسلمان کی ایک بیوی ہوگی، ایک گوشے والی دوسری کو نہیں دیکھ سکے گی، مومن ان (میں سے اپنی بیویوں ) پر گھومیں گے۔'' [ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ حور مقصورات فی الخیام ﴾ : ٤۸۷۹ ]

﴿لَمۡ یَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ وَ لَا جَآنٌّ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ مَفَازًا ۙ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَ اَعۡنَابًا ﴿ۙ۳۲﴾ وَّ کَوَاعِبَ اَتۡرَابًا ﴿ۙ۳۳﴾ وَّ کَاۡسًا دِهَاقًا ﴾ [ النبا : ۳۱ تا ۳٤ ] ''یقیناً پرہیز گاروں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ باغات اور انگور۔ اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰهُنَّ اِنۡشَآءً ﴿ۙ۳۵﴾ فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡکَارًا ﴿ۙ۳۶﴾ عُرُبًا اَتۡرَابًا ﴾ [ الواقعة : ۳۵ تا ۳۷ ] ''بلاشبہ ہم نے ان ( بستروں والی عورتوں ) کو پیدا کیا، نئے سرے سے پیدا کرنا۔ پس ہم نے انھیں کنواریاں بنا دیا۔ جو خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔''

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾

''وہ ایسے قالینوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں جو سبز ہیں اور نادر، نفیس ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

اہل جنت، جنت میں سبز رنگ کے گاؤ تکیوں اور نہایت قیمتی، گداز، خوبصورت اور زرق برق مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، یعنی ان کی زندگی نہایت ٹھاٹھ باٹھ اور شان و شوکت والی ہوگی۔ دین و دنیا اور آخرت میں جن نعمتوں کا اوپر ذکر آیا ہے، ان میں سے ہر ایک ایسی عظیم نعمت ہے، جس کی اہمیت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

''بہت برکت والا ہے تیرے رب کا نام جو بڑی شان اور عزت والا ہے۔''

فرمایا کہ اللہ کی ذات اس لائق ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے اور اس کی تعظیم اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کسی حال میں بھی اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اسی کی عبادت کی جائے، اسی کا شکر کیا جائے اور اس کی نعمت کی ناشکری نہ کی جائے۔ اس کا ذکر کیا جائے اور اسے بھلایا نہ جائے۔

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز سے سلام پھیرتے تو (پہلے) تین بار استغفار پڑھتے، پھر یہ دعا پڑھتے: « اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ » ''یا اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے، اے بزرگی اور عزت والے! تو بڑی برکت والا ہے۔'' [ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ و بیان صفتہ : ۵۹۱ ]

# سورۃ الواقعۃ مکیۃ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ تو بوڑھے ہو گئے ہیں، آپ نے فرمایا: ”مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ نبا اور سورۂ تکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔“ [ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الواقعۃ : ۳۲۹۷ ]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳

”جب وہ واقع ہونے والی واقع ہوگی۔ اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔ پست کرنے والی، بلند کرنے والی۔“

”واقعہ“ قیامت کے دن کا ایک نام ہے، اس کے یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے اور وجود میں آنے کی وجہ سے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴾ [ الحآقۃ : ۱۵ ] ”تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔“

دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب اسے برپا کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو کوئی اسے وقوع پذیر ہونے سے روک نہیں سکے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ﴾ [ الشوریٰ : ۴۷ ] ”اپنے رب کی دعوت قبول کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴾ [ المعارج : ۱، ۲ ] ”ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔ کافروں پر، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔“

آخری آیت میں فرمایا کہ کچھ لوگوں کو یہ جہنم میں نچلوں سے بھی نچلے درجے تک نیچے لے جائے گی، خواہ دنیا میں وہ کیسے ہی معزز کیوں نہ تھے اور کچھ لوگوں کو نعمتوں سے شاد کام اور ابد الآباد تک رہنے والی جنتوں میں اعلیٰ علیین تک بلند کر دے گی، خواہ دنیا میں وہ کم حیثیت ہی کیوں نہ تھے۔

﴿ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۝ ﴾

’’جب زمین ہلائی جائے گی، سخت ہلایا جانا۔‘‘

یعنی جب اسے اس قدر زور زور سے ہلایا جائے گا کہ وہ اپنے طول و عرض سمیت ساری کی ساری ہلنے لگے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴾ [ الزلزال : ۱ ] ’’جب زمین سخت ہلا دی جائے گی، اس کا سخت ہلایا جانا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴾ [ الحج : ۱ ] ’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔‘‘

﴿ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۝ ﴾

’’اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، خوب ریزہ ریزہ کیا جانا۔ پس وہ پھیلا ہوا غبار بن جائیں گے۔‘‘

یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی مانند فضا میں بکھر جائیں گے۔ یہ آیت کریمہ اور اس کے ہم معنی دیگر آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ روز قیامت پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ختم ہو جائیں گے۔ یہ چلنے لگیں گے اور پھر انھیں دھنی ہوئی اون کی طرح ذرات کی صورت میں بکھیر دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۝ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ۝ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ﴾ [ الحاقة : ۱۳ تا ۱۶ ] ’’پس جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا، پس دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا، پس وہ اس دن کمزور ہوگا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴾ [ المزمل : ۱۴ ] ’’جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ گرائی ہوئی ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔‘‘

﴿ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۝ فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۙ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ ﴾

’’اور تم تین قسم (کے لوگ) ہو جاؤ گے۔ پس دائیں ہاتھ والے، کیا (خوب) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ اور بائیں ہاتھ والے، کیا (برے) ہیں بائیں ہاتھ والے۔ اور جو پہل کرنے والے ہیں، وہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہی لوگ قریب کیے ہوئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔‘‘

قیامت کے دن لوگ اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے تین جماعتوں میں بٹ جائیں گے، ایک جماعت عرش کی دائیں جانب ہوگی اور ان کا نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ یہ عام جنتی ہوں گے۔ کچھ لوگ عرش کی

ں جانب ہوں گے اور ان کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ جہنمی لوگ ہوں گے۔ تیسری جماعت
کی رضا کے کاموں میں سبقت کرنے والوں کی ہوگی اور یہ انبیاء و رسل اور صدیقین و شہداء ہوں گے۔ ان کی تعداد
یں طرف والی جماعت سے کم ہوگی۔ اصحاب الیمین نہایت ہی راحت و سعادت اور فرحت و شادمانی میں، جبکہ
حاب الشمال بہت ہی زیادہ دکھ، تکلیف اور حزن والم میں ہوں گے۔

جن لوگوں نے ظہور حق کے بعد ایمان و بندگی کی طرف سبقت کی، اس راہ میں تکلیفیں اٹھائیں، پہاڑ جیسی مصیبتوں
صبر کیا اور ہر حال میں اللہ کے بندوں کو اس کی بندگی کی دعوت دیتے رہے، اللہ تعالیٰ انھیں اس دن جنت نعیم میں بلند ترین
م سے نوازے گا اور اس پر مستزاد یہ کہ انھیں اللہ تعالیٰ اپنی قربت سے نوازے گا۔ ایک دوسرے مقام پر بھی اللہ تعالیٰ
لوگوں کو تین اصناف میں تقسیم فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ
سِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴾ [ فاطر : ۳۲ ] ”پھر ہم نے اس
تاب کے وارث اپنے وہ بندے بنائے جنھیں ہم نے چن لیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں
ے کوئی میانہ رو ہے اور ان میں سے کوئی نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، اللہ کے حکم سے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔“

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

”بہت بڑی جماعت پہلوں سے۔ اور تھوڑے سے پچھلوں سے ہوں گے۔“

ایک رائے یہ ہے کہ ایمان و بندگی کی طرف سبقت کرنے والے اللہ کے مقرب بندوں کی ایک بڑی تعداد ان اقوام
ں سے ہوگی جو آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک گزر چکی ہیں اور ان سے کم تعداد امت محمدیہ سے ہوگی۔
ن مقرب بندوں کی تعداد امت محمدیہ میں سے بھی بڑی ہوگی، لیکن گزشتہ امتوں کے مقابلے میں ان کی تعداد کم ہوگی۔
ں لیے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک بہت سے انبیاء آئے اور انھیں بہت بڑی تعداد نے دیکھا، ان کی صحبت
تیار کی اور عمل صالح کے ذریعے سے اللہ کے مقرب بندے ہو گئے، لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴾
ے مراد اس امت کا ابتدائی حصہ اور ﴿ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴾ سے اس امت کا آخری حصہ مراد ہے، یعنی اس کے پہلے
وں میں سابقین کی تعداد زیادہ اور پچھلے لوگوں میں تھوڑی ہوگی۔ امام ابن کثیر نے اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور
ی قول راجح معلوم ہوتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ
ھاری تعداد اہل جنت کی چوتھائی ہو؟“ ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ نے پھر فرمایا: ”کیا تم اس بات
خوش ہو کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی ایک تہائی ہو؟“ ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ نے (تیسری بار)

فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی نصف ہو گی۔'' [ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون هذه الأمة نصف أهل الجنة : ۲۲۱/۳۷۷ ]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا سب زمانوں سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے۔'' [ بخاري، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب فضائل أصحاب النبی ﷺ : ۳۶۵۰ ]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ (حق پر رہ کر) غالب رہے گی۔ (ان کے دشمن انھیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، ان کے مخالف انھیں رسوا اور پست نہیں کر سکیں گے) یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ لوگ غالب ہی رہیں گے۔'' [ بخاري، کتاب الاعتصام، باب قول النبی ﷺ : لا تزال طائفة ...... الخ : ۷۳۱۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب نزول عیسی ابن مریم ...... الخ : ۱۵۶، عن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔'' [ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولا عذاب : ۲۱۶ ]

**عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾**

''سونے اور جواہر سے بنے ہوئے تختوں پر (آرام کر رہے ہوں گے)۔ ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھنے والے (ہوں گے)۔''

اللہ کے یہ مقرب بندے ایسے تختوں پر بیٹھے ہوں گے جن میں ہیرے، موتی اور جواہر جڑے ہوں گے اور سب ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے، ان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴾ [ الحجر : ۴۵ تا ۴۷ ] ''بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اس میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔ اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔''

**يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ ۙ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾**

''ان پر چکر لگا رہے ہوں گے وہ لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ ایسے کوزے اور ٹونٹی والی صراحیاں اور لبالب بھرے ہوئے پیالے لے کر جو بہتی ہوئی شراب کے ہوں گے۔ وہ نہ اس سے درد سر میں مبتلا ہوں گے اور نہ بہکیں

گے۔ اور ایسے پھل لے کر جنھیں وہ پسند کرتے ہیں۔ اور پرندوں کا گوشت لے کر جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔"

ان کی خدمت کے لیے ہر دم ان کے ارد گرد ایسے لڑکے موجود ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، کبھی بڑے نہیں ہوں گے اور نہ وہ مریں گے۔ وہ بچے اللہ کے ان مقرب بندوں کو انواع و اقسام کے پیالوں میں مختلف قسم کے مشروبات اور شراب بھر بھر کر پیش کریں گے، جن سے وہ غایت درجہ لطف اندوز ہوں گے، جن کے پینے سے انھیں نہ کوئی تکلیف ہو گی، نہ نشہ چڑھے گا اور نہ ان کی عقل متاثر ہو گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَاۡ ۝ قَوَارِيْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ﴾ [ الدھر : ۱۵ تا ۲۰ ] "اور ان پر چاندی کے برتن اور آبخورے پھرائے جائیں گے، جو شیشے کے ہوں گے۔ ایسا شیشہ جو چاندی سے بنا ہو گا، انھوں نے ان کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ رکھنا۔ اور اس میں انھیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ ملی ہو گی۔ وہ اس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا جاتا ہے۔ اور ان کے ارد گرد لڑکے گھوم رہے ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جب تو انھیں دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی گمان کرے گا۔ اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمت ہی نعمت اور بہت بڑی بادشاہی دیکھے گا۔" اور فرمایا: ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴾ [ الصافات : ۴۰ تا ۴۷ ] "مگر اللہ کے خالص کیے ہوئے بندے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے مقرر رزق ہے۔ کئی قسم کے پھل اور وہ عزت بخشے گئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان پر صاف بہتی ہوئی شراب کا جام پھرایا جائے گا۔ جو سفید ہو گی، پینے والوں کے لیے لذیذ ہو گی۔ نہ اس میں کوئی دردِ سر ہو گا اور نہ وہ اس سے مدہوش کیے جائیں گے۔"

وہ بچے انھیں ان کے پسندیدہ پھل پیش کریں گے اور ان کی رغبت اور خواہش کے مطابق انواع و اقسام کے پرندوں کا بھنا ہوا گوشت پیش کریں گے۔

**وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ** : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت کے پرندے بختی اونٹوں کی طرح ہوں گے اور وہ جنت کے درختوں سے چریں گے۔" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ پرندے تو خوب موٹے تازے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: "انھیں کھانے والے ان سے بھی بڑھ کر صحت مند ہوں گے۔" یہ آپ نے تین بار فرمایا، پھر فرمایا: "البتہ مجھے امید ہے کہ تم بھی اے ابوبکر! ان کھانے والوں میں سے ہو گے۔" [ مسند أحمد : ۲۲۱/۳، ح : ۱۳۳۱۶ ]

وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُوِٴ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾

"اور (ان کے لیے وہاں ) سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں ہیں ،جو فراخ آنکھوں والی ہیں۔ چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح۔ اس کے بدلے کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔ وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔"

اللہ کے ان مقرب بندوں کو بڑی خوبصورت آنکھوں والی حوریں ملیں گی، جو سیپ میں بند موتیوں کی مانند بے داغ اور سفید ہوں گی۔ یہ حوریں انھیں ان نیک اعمال کے سبب ملیں گی جو وہ دنیا میں اللہ کی رضا کی خاطر کرتے رہے تھے۔ ان جنتوں میں وہ کوئی غیر مفید اور بے ہودہ گفتگو نہیں سنیں گے، وہاں وہ صرف اچھی اور عمدہ باتیں سنیں گے اور ایک دوسرے کو خوش خبری دیں گے کہ اب تمھارے لیے ہمیشہ کے لیے ہر رنج والم اور غم واندوہ سے سلامتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [ یونس : ۱۰ ] "ان کی دعا ان میں یہ ہوگی "پاک ہے تو اے اللہ!" اور ان کی آپس کی دعا ان (باغات ) میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [ الرعد : ۲۲ تا ۲۴ ] "اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔ ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔"

وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾

"اور دائیں ہاتھ والے، کیا (ہی اچھے ) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ (وہ ) ایسی بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں۔ اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔"

ان آیات میں ''اصحاب الیمین'' کا تذکرہ ہے، جنھیں عرش کے دائیں جانب جگہ ملے گی اور جنھیں ان کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دائیں جانب والوں کا کیا پوچھتے ہو، وہ تو بڑے اونچے لوگ ہوں گے اور ان کی سعادت و نیک بختی اوجِ ثریا کو پہنچی ہوگی۔ ان کے لیے ایسی بیریاں ہوں گی جن کے کانٹے نہیں ہوں گے، وہاں کیلے ہوں گے تہ بہ تہ، جو بہت زیادہ لذیذ ہوں گے۔ حد نگاہ تک پھیلے ہوئے سائے ہوں گے جو کبھی ختم نہیں ہوں گے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سایہ میں اگر سوار سو سال تک چلتا رہے تب بھی وہ اسے طے نہیں کر سکے گا۔'' [ بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و ظل ممدود ﴾ : ٤٨٨١۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إن في الجنة شجرة ...... الخ : ٢٨٢٦ ]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سایہ میں اگر عمدہ اور تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو برس تک چلتا رہے تو پھر بھی اس سائے کو طے نہیں کر سکے گا۔'' [ بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٥٣۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب ان في الجنة شجرة ...... الخ : ٢٨٢٨ ]

---

## وَ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَ فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾

---

''اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے۔ اور بہت زیادہ پھلوں میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے کوئی روک ٹوک ہوگی۔''

ہر طرف بہتی ہوئی نہریں اور چشمے ہوں گے، جن کا پانی کبھی خشک نہیں ہوگا اور نہ اپنی تازگی کھوئے گا۔ اہل جنت کے پاس بہت سی انواع و اقسام اور مختلف رنگوں کے ایسے ایسے پھل ہوں گے جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہوگا، کسی کان نے سنا نہیں ہوگا اور کسی دل میں ان کا تصور تک نہیں آیا ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ﴾ [ البقرة : ٢٥ ] ''جب کبھی ان سے کوئی پھل انھیں کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں گے یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہمیں دیا گیا تھا اور وہ انھیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا۔'' یعنی شکلیں تو ایک دوسرے کے ساتھ ملتی جلتی ہوں گی مگر ذائقے مختلف ہوں گے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گرہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم نے دیکھا کہ آپ نے اس جگہ کسی چیز کو پکڑا، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا: ''میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے انگوروں کے ایک خوشے کو پکڑ لیا اور اگر میں اسے پکڑے رہتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔'' [ بخاري، كتاب الأذان، باب رفع البصر إلى الإمام في الصلوة : ٧٤٨۔ مسلم، كتاب الكسوف، باب ما عرض على النبي في صلوة الكسوف ...... الخ : ٩٠٧ ]

وَ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾

''اور اونچے بستروں میں۔ بلاشبہ ہم نے ان (بستروں والی عورتوں) کو پیدا کیا، نئے سرے سے پیدا کرنا۔ پس ہم نے انھیں کنواریاں بنا دیا۔ جو خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔''

ان کے لیے تختوں پر حریر و دیباج کے بنے نہایت قیمتی اور اعلیٰ قسم کے بستر لگے ہوں گے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ''فرش'' سے مراد جنت میں پائی جانے والی عورتیں ہیں جو حسن و جمال میں یکتا ہوں گی، اہل جنت کی لطف اندوزی کے لیے عالی شان بستروں پر جلوہ افروز ہوں گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴾ [ یٰس : ۵۶ ] ''وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔'' ان عورتوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں دوبارہ اس حال میں پیدا کرے گا کہ وہ عنفوان شباب میں ہوں گی اور باکرہ ہوں گی، کسی نے انھیں ہاتھ نہیں لگایا ہوگا اور ہمیشہ باکرہ رہیں گی۔ وہ بیویاں اپنے حسن و جمال، طرزِ گفتگو، چال ڈھال، گداز جسم اور آواز کی شیرینی کی وجہ سے اپنے شوہروں کو ایسے شاداں و فرحاں رکھیں گی جس کی تعبیر انسانی الفاظ میں نہیں ہو سکتی۔ وہ ساری بیویاں ہم عمر ہوں گی۔ یہ بیویاں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان اہل جنت کو ملیں گی جنھیں روز قیامت عرش کی دائیں جانب جگہ ملے گی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند روشن ہوتا ہے، پھر جو لوگ ان کے بعد داخل ہوں گے وہ آسمان کے سب سے روشن ستارے کی طرح چمکتے ہوں گے، یہ لوگ نہ پیشاب کریں گے نہ قضائے حاجت اور نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سے آلائش نکالیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کے پسینے مشک کی خوشبو والے ہوں گے، ان کی انگیٹھیوں میں خوش بودار عود جلتا ہوگا، یہ نہایت پاکیزہ خوش بودار عود ہوگا۔ ان کی بیویاں بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ سب کی صورتیں ایک جیسی ہوں گی، یعنی یہ سب اپنے باپ آدم علیہ السلام کے قد و قامت پر ساٹھ ساٹھ ہاتھ لمبے ہوں گے۔'' [ بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته : ۳۳۲۷۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب أول زمرة تدخل الجنة : ۱۵/ ۲۸۳۴ ]

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾

''ایک بڑی جماعت پہلے لوگوں سے ہیں۔ اور ایک بڑی جماعت پچھلوں سے۔''

ان اصحاب الیمین میں ایک جماعت ان مومنوں کی ہوگی جو امت محمدیہ کے دور اول کے لوگ ہیں اور ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴾ سے مراد وہ نیک لوگ ہیں جو دور اول کے بعد آئے۔ وہ تمام صالحین امت محمدیہ بھی ان میں شامل ہیں

جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں تھے، جس میں تقریباً چالیس آدمی ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی چوتھائی ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ نے پھر فرمایا: ''کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی ایک تہائی ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ نے (تیسری بار) فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی نصف ہو گی۔'' اور یہ اس لیے کہ جنت میں وہی جائے گا جو مسلمان ہے اور مسلمان مشرکوں کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل کی کھال میں ہو، یا ایک سیاہ بال سرخ بیل کی کھال میں ہو۔'' [ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون ھذہ الأمة نصف أھل الجنة : ۲۲۱/۳۷۷ ]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں، ایک ایک دو دو نبی اور ان کے ساتھ ان کے ماننے والے گزرتے رہے اور بعض نبی ایسے بھی تھے کہ ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا، آخر میرے سامنے ایک بڑی بھاری جماعت آئی۔ میں نے پوچھا، یہ کون ہیں، کیا میری امت کے لوگ ہیں؟ کہا گیا کہ یہ موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی قوم ہے۔ پھر کہا گیا کہ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عظیم جماعت ہے جو کنارے پر چھائی ہوئی ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر دیکھو، ادھر آسمان کے مختلف کناروں میں۔ میں نے دیکھا کہ ایک جماعت ہے جو تمام افق پر چھائی ہوئی ہے۔ کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور اس میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔'' پھر آپ (حجرے میں) تشریف لے گئے اور کچھ تفصیل بیان نہیں فرمائی۔ لوگ ان جنتیوں کے بارے میں بحث کرنے لگ گئے اور کہنے لگے کہ ہم ہی اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس کے رسول کی اتباع کی ہے، اس لیے ہم ہی وہ لوگ ہیں، یا ہماری وہ اولاد ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی، کیونکہ ہم جاہلیت میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ باتیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئیں تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرواتے، فال نہیں نکالتے اور نہ داغ کر علاج کرتے ہیں، بلکہ اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔'' اس پر عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ (یعنی دعا کیجیے کہ اللہ مجھے ان میں شامل فرما لے) آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' پھر ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا، کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ (یعنی میرے لیے بھی دعا کر دیجیے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عکاشہ تم سے بازی لے گئے۔'' [ بخاری، کتاب الطب، باب من اکتوی أو کوی غیرہ ...... الخ : ۵۷۰۵ ]

وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ؕ﴿۴۱﴾ فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ﴿ۙ۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ﴿ۙ۴۳﴾ لَّا

بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾

”اور بائیں ہاتھ والے، کیا (ہی برے) ہیں بائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایک زہریلی لو اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ باعزت۔“

اصحاب الیمین کے حالات کا ذکر فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ اصحاب الشمال کا تذکرہ فرما رہا ہے، یعنی وہ شریر اور بدبخت لوگ جنھیں عرش کی بائیں جانب جگہ ملے گی اور جن کے نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے، وہ بڑے ہی بدقسمت لوگ ہوں گے، اس لیے کہ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جس کی تپش اور کھولتا ہوا پانی ان کی جانوں کو ہر لحہ بے چین و مضطرب رکھے گا اور ان کے سروں پر آگ اور سیاہ دھویں کا سایہ ہوگا۔ جس میں نہ ٹھنڈک ہوگی اور نہ کوئی دوسری بھلائی، اس لیے کہ وہ نارِ جہنم کا دھواں ہوگا جو نہایت وحشت ناک اور کرب انگیز ہوگا۔

وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ : یعنی سیاہ دھوئیں کے سائے میں۔ یہ آیت ان آیاتِ کریمہ کی طرح ہے: ﴿ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ [المرسلات: ۲۹ تا ۳۴] ”اس چیز کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ ایک سائے کی طرف چلو جو تین شاخوں والا ہے۔ نہ سایہ کرنے والا ہے اور نہ وہ شعلے سے کسی کام آتا ہے۔ بلاشبہ وہ (آگ) محل جیسے شرارے پھینکے گی۔ جیسے وہ زرد اونٹ ہوں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔“

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿۴۶﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾

”بے شک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں پالے ہوئے تھے۔ اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اڑے رہتے تھے۔ اور وہ کہا کرتے تھے کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟“

یعنی ان کا یہ انجام بد اس لیے ہوگا کہ وہ دنیا کی زندگی میں جسمانی لذتوں اور شہوتوں میں ڈوبے ہوئے تھے اور کبر و غرور اور شرک و معاصی ان کا چلن تھا۔ وہ لوگ بڑے بڑے گناہ کرتے تھے اور ان پر نادم ہو کر اللہ کے حضور ان سے تائب نہیں ہوتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۴﴾ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ﴿۶﴾

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴾ [ صٓ : ٤ تا ٧ ] ”اور انھوں نے اس پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور کافروں نے کہا یہ ایک سخت جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔ اور ان کے سرکردہ لوگ چل کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو، یقیناً یہ تو ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ ہم نے یہ بات آخری ملت میں نہیں سنی، یہ تو محض بنائی ہوئی بات ہے۔“

وہ لوگ بعث بعد الموت کو بعید از عقل سمجھتے تھے۔ کہتے تھے، یہ ممکن نہیں کہ جب ہم مر کر مٹی میں گل سڑ جائیں گے اور ہماری صرف ہڈیاں رہ جائیں گی تو ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [ السجدة : ١٠ ] ”اور انھوں نے کہا کیا جب ہم زمین میں گم ہو گئے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں۔“

وہ لوگ اپنے آپ سے زیادہ اپنے باپ دادا کے زندہ کیے جانے کو بعید از عقل سمجھتے تھے کہ جن کو مرے ہوئے ایک زمانہ بیت گیا تھا۔

---

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۬ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾

---

”کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ وہ ان کے شبہ کی تردید میں یہ کہیں کہ آدم کی تمام اولاد جو گزشتہ زمانوں میں دنیا میں پائی گئی اور جو اب موجود ہے، جن میں تم بھی ہو اور وہ تمام لوگ جو رہتی دنیا تک پیدا ہوں گے، سب کے سب میدانِ محشر میں جمع کیے جائیں گے۔ ایک فرد بشر بھی کہیں جا نہیں سکے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴾ [ هود : ١٠٣ ] ”یہ وہ دن ہے جس کے لیے (سب) لوگ جمع کیے جانے والے ہیں اور یہ وہ دن ہے جس میں حاضری ہوگی۔“

---

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾

---

”پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔“

اس دن تم گمراہوں کو اور اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں کو کھانے کے لیے تھوہر ملے گا جو نہایت ہی بدنما، بدذائقہ اور بدبودار ہوگا، لیکن بھوک کی شدت سے تم اسے کھاتے چلے جاؤ گے، یہاں تک کہ اپنا پیٹ بھر لو گے،

جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴾ [ الدخان : ۴۳ تا ۴۶ ] ''بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تھوہر کا ایک قطرہ دنیا میں گرا دیا جائے تو وہ ساری دنیا کے جانداروں کے اسباب زندگی (یعنی خورد و نوش کی چیزیں) تباہ کر دے، پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی تھوہر ہو؟'' [ مسند أحمد : ۱/ ۳۰۱، ۳۳۸، ح : ۲۷۳۸، ۳۱۳۵۔ ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء فی صفة شراب أهل النار : ۲۵۸۵ ]

فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝

''پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو۔ پھر پیاس کی بیماری والے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو۔ یہ جزا کے دن ان کی مہمانی ہے۔''

جہنمیوں کو تھوہر کھا کر شدت کی پیاس لگے گی، جسے بجھانے کے لیے انھیں ابلتا ہوا گرم پانی دیا جائے گا اور جسے وہ اس بیمار اونٹ کی طرح پییں گے جو کبھی سیراب نہیں ہوتا۔ حساب کے دن ان کے رب کے پاس یہ ان کی مہمانی ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴾ [ الغاشية : ۵ تا ۷ ] ''وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے۔ ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا مگر ضریع سے۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے کچھ فائدہ دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴾ [ الصافات : ۶۲ تا ۶۷ ] ''کیا مہمانی کے طور پر یہ بہتر ہے، یا زقوم کا درخت؟ بے شک ہم نے اسے ظالموں کے لیے ایک آزمائش بنایا ہے۔ بے شک وہ ایسا درخت ہے جو بھڑکتی ہوئی آگ کی تہ میں اگتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے وہ شیطانوں کے سر ہوں۔ پس بے شک وہ یقیناً اس میں سے کھانے والے ہیں، پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر بلاشبہ ان کے لیے اس پر یقیناً سخت گرم پانی کی آمیزش ہے۔''

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝

''ہم نے ہی تمھیں پیدا کیا تو تم (دوبارہ اٹھنے کو) کیوں سچ نہیں مانتے؟''

اہل قریش بعث بعد الموت کی تکذیب کرتے تھے اور کہتے تھے، یہ ناممکن ہے کہ جب ہم گل سڑ جائیں گے اور صرف ہماری ہڈیاں رہ جائیں گی، تو دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ملحدانہ شبہ کی تردید کے لیے انھیں

مخاطب کر کے فرمایا کہ اے کافرو! ہم تمھیں پہلی بار پیدا کر چکے ہیں تو ہم ہمارے دوبارہ پیدا کرنے کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ جب ہم نے ایک مرتبہ پیدا کر دیا تو دوسری مرتبہ پیدا کرنا ہمارے لیے کیا مشکل ہے؟ تم یہ تو تسلیم کرتے ہو کہ ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تو اسی بنیاد پر تمھیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہم دوبارہ بھی پیدا کر سکتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا:
﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [ الروم : ۲۷ ] ''اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

''تو کیا تم نے دیکھا وہ (نطفہ) جو تم ٹپکاتے ہو؟ کیا تم اسے پیدا کرتے ہو، یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی بیویوں سے مباشرت کے ذریعے سے منی کے جس قطرے کو ان کے رحم تک پہنچاتے ہو، نو ماہ میں تخلیق کے مراحل سے گزار کر، اسے زندہ انسان بنا کر ماں کے پیٹ سے کون باہر نکالتا ہے؟ یقیناً وہ اللہ کی ذات ہے جس نے زن و شو کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے کشش ڈالی، مجامعت و مباشرت کی طرف ان کی راہنمائی کی اور منی کے قطرے کی رحم مادر میں پرورش کی، اسے گوشت پوست اور ہڈی کا ڈھانچہ دیا، اسے دھڑکتا دل دیا، اس کے لیے آنکھ، کان اور ناک بنایا اور وہاں جب اس کا نمو مکمل ہوا تو اسے رحم مادر سے باہر نکال دیا، تو جو باری تعالیٰ اس پر قادر ہے وہ یقیناً اس انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

''ہم نے ہی تمھارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔ اس بات سے کہ تمھاری جگہ تمھارے جیسے اور لوگ لے آئیں اور نئے سرے سے تمھیں ایسی صورت میں پیدا کر دیں جو تم نہیں جانتے۔ اور بلاشبہ یقیناً تم پہلی دفعہ پیدا ہونے کو جان چکے ہو تو تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''

ان آیات میں فرمایا کہ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے موت کو حتمی قرار دیا ہے، جو اس بات کی خبر دیتی ہے کہ تم ہمارے قبضے سے باہر نہیں ہو اور یہ کہ تم بے کار پیدا نہیں کیے گئے تھے۔ یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ تم مر کر مٹی میں مل جاؤ گے اور دوبارہ اٹھائے نہیں جاؤ گے۔ بلکہ تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے اور تمھارے اعمال کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے عاجز نہیں ہے کہ وہ تمھیں ہلاک کر کے تمھارے جیسے دوسرے لوگوں کو تمھاری جگہ لے آئے۔ تو جو ذات ان سب باتوں پر قادر ہے وہ آخرت میں تمھیں دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز و درماندہ رہے گی؟
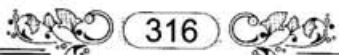
اور اے اہل قریش! تم اپنی پہلی تخلیق کو کیوں بھول جاتے ہو؟ کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے منی کے ایک قطرہ کو رحم مادر میں پہنچایا، پھر اسے منجمد خون بنایا، پھر اسے گوشت کا لوتھڑا بنایا اور پھر ایک مکمل انسان بنا کر رحم مادر سے باہر نکالا، تو تم اپنی تخلیق ثانی کو تخلیق اول پر قیاس کیوں نہیں کرتے؟ کیوں تمھاری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ جو قادر مطلق ذات تمھیں پہلی بار ایک حقیر قطرہ سے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ تمھیں دوبارہ بآسانی پیدا کرے گی؟ اس میں حیرت واستعجاب کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴾ [ مریم : ٦٧ ] ”اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ بے شک ہم نے ہی اسے اس سے پہلے پیدا کیا، جب کہ وہ کوئی چیز نہ تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴾ [ یٰسٓ : ٧٧ تا ٧٩ ] ”اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦ الْمَوْتٰى ﴾ [ القیامۃ : ٣٦ تا ٤٠ ] ”کیا انسان گمان کرتا کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟“

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝

”پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو، یا ہم ہی اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اسے ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم تعجب سے باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ بے شک ہم تو تاوان ڈال دیے گئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم زمین کو کاشت کے لیے تیار کر کے اس میں دانے تو ڈال دیتے ہو، لیکن ان دانوں کو پودوں کی شکل میں تم اگاتے ہو یا ہم؟ جواب ظاہر ہے کہ انھیں ہم اگاتے ہیں۔ تو جس طرح ہم مُردہ زمین میں بارش کے ذریعے سے جان ڈال دیتے ہیں اور بے جان دانوں سے لہلہاتے ہوئے پودے نکالتے ہیں، اسی طرح ہم تمھیں بھی قیامت کے دن زندہ کریں گے۔ ان پودوں کو مختلف مراحل سے گزار کر ان میں موجود دانوں کو تمھاری غذا کا سامان بناتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو دانوں کے پختہ ہونے سے پہلے ہی انھیں خشک کر دیتے اور بُھس بنا کر اڑا دیتے۔ پھر تم اپنی

کوشش کے رائگاں جانے پر کفِ افسوس ملتے اور کہتے کہ ہم نے جو کچھ خرچ کیا تھا وہ ضائع ہو گیا، بلکہ کہتے کہ ہم تو اپنی روزی سے محروم ہو گئے۔ ہمارے اور ہمارے بچوں کے لیے کچھ بھی نہ رہا، یعنی تم اپنی بے بسی کا اظہار کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

’’پھر کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے سخت نمکین بنا دیں، پھر تم شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میٹھا پانی جسے تم پیتے ہو اور اپنی پیاس بجھاتے ہو، اسے بادل سے بارش کی شکل میں زمین پر تم برساتے ہو یا ہم؟ جواب ظاہر ہے کہ ہم برساتے ہیں۔ جب تمھیں اس کا اعتراف ہے تو پھر باری تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتراف کیوں نہیں کرتے اور اس بات کو کیوں نہیں مانتے کہ وہ قادر مطلق قیامت کے دن تمھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے؟

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ چاہتا تو پانی جیسی عظیم نعمت کو تم سے چھین لیتا، اسے اتنا کھارا بنا دیتا کہ تم اس کا ایک گھونٹ بھی حلق سے نیچے نہ اتار سکتے اور نہ اس کے ذریعے سے اپنی زمینوں اور کھیتوں کو سیراب کر سکتے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، اس لیے کہ وہ ذات برحق اپنے بندوں پر بڑی ہی مہربان ہے اور اس کی یہ مہربانی بندوں سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ ہر دم اس کا شکر بجا لاتے رہیں کہ اس نے ان کے لیے بارش کا صاف شفاف ٹھنڈا میٹھا پانی نازل فرمایا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [ النحل : ۱۰، ۱۱ ] ’’تمھارے لیے اسی سے پینا ہے اور اسی سے پودے ہیں جن میں تم چراتے ہو۔ وہ تمھارے لیے اس کے ساتھ کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔‘‘

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

’’پھر کیا تم نے دیکھی وہ آگ جو تم سلگاتے ہو؟ کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا، یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے ہی اسے مسافروں کے لیے ایک نصیحت اور فائدے کی چیز بنایا ہے۔ سو تو اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کر۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ آگ جسے تم ہرے درخت پر چق ماق یا پتھر رگڑ کر روشن کرتے ہو، اس آگ والے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم نے؟ جواب ظاہر ہے کہ اسے ہم نے پیدا کیا ہے۔ تو جب تمھیں اس بات کا اعتراف ہے کہ

ہرے درخت سے آگ نکالنے پر اللہ کی ذات قادر ہے، تو پھر اس بات کو کیوں نہیں مانتے کہ انسانی جسم کے ٹوٹ پھوٹ جانے اور مٹی میں مل جانے کے بعد، وہ قادر مطلق اسے دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ (دنیا کی) آگ جسے آدم علیہ السلام کی اولاد جلاتی ہے، آتش دوزخ کے ستر اجزا میں سے ایک جز ہے۔" صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! (جلانے کے لیے) تو یہی (دنیا کی) آگ کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: "لیکن وہ (یعنی جہنم کی آگ) اس آگ سے انہتر گنا بڑھ کر ہے اور ہر حصہ اسی کی مثل گرم ہے۔" [ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفه النار وأنها مخلوقة : ۳۲۶۵۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۳ ]

اگلی آیت میں فرمایا کہ ہم نے اس درخت کو باعث نصیحت بنایا اور خاص طور پر مسافروں کے فائدے کے لیے پیدا کیا ہے۔ مسافروں کے پاس آگ سلگانے کے لیے نہ کوئی انگارا ہوتا ہے اور نہ چنگاری، سوائے اس درخت کی ٹہنیوں کے جن کو آپس میں رگڑ کر وہ آگ نکالتے ہیں۔ مسافروں کے لیے اس درخت کی ٹہنیاں بہت زیادہ مفید ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے انسانوں کی آسائش کے لیے ضرورت کی چیزوں کو پیدا کر دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴾ [ یٰسٓ : ۸۰ ] "وہ جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکا یک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔"

ان تمام نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عام مومنوں کو رب العالمین کی پاکی بیان کرنے کا حکم دیا کہ جس کی ذات عظیم ہے اور جس کے احسانات بے شمار ہیں۔

**فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ ﴿۷۷﴾ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۰﴾**

"پس نہیں! میں ستاروں کے گرنے کی جگہوں کی قسم کھاتا ہوں! اور بلاشبہ یہ یقیناً ایسی قسم ہے کہ اگر تم جانو تو بہت بڑی ہے۔ کہ بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت پڑھی جانے والی چیز ہے۔ ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا مگر جو بہت پاک کیے ہوئے ہیں۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی منازل اور ان کے نکلنے اور ڈوبنے کی جگہوں کی قسم کھا کر اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے کہ یہ قرآن بہت ہی قابل احترام کتاب ہے، جو لوح محفوظ میں ہر تغیر و تبدیلی سے محفوظ ہے اور اسے صرف پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی منازل و مواقع کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کاش! تم اس بات کو جان لیتے کہ یہ ایک عظیم قسم ہے اور یہ قسم اس لیے عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے سے آسمان

میں پائے جانے والے شمس و قمر اور ان گنت ستاروں کو ایک مضبوط و محکم اور نہایت دقیق نظام کا پابند بنا رکھا ہے، جس کے مطابق شمس و قمر اور دیگر تمام ستارے اپنے اپنے مدار میں چلتے رہتے ہیں اور کسی حال میں بھی اپنی منازل سے تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ قسم کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک قرآن بہت باعزت کتاب ہے جو لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگا تا سوائے پاکیزہ لوگوں یعنی فرشتوں کے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴾ [ عبس : ۱۱ تا ۱۶ ] ''ایسا ہرگز نہیں چاہیے، یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے۔ تو جو چاہے اسے قبول کر لے۔ ایسے صحیفوں میں ہے جن کی عزت کی جاتی ہے۔ جو بلند کیے ہوئے، پاک کیے ہوئے ہیں۔ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جو معزز ہیں، نیک ہیں۔''

آخری آیت میں فرمایا کہ یہ قرآن تو اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ [ السجدۃ : ۱ تا ۳ ] ''الٓمّٓ اس کتاب کا نازل کرنا جس میں کوئی شک نہیں، جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ راہ پائیں۔''

**فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ** : سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو ایک رات بارش ہوئی، ہمیں صبح کی نماز پڑھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''کیا جانتے ہو کہ آج شب تمھارے رب نے کیا فرمایا؟'' ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: '' (سنو!) تمھارے رب نے یہ فرمایا ہے کہ آج صبح میرے بندوں میں سے بہت سوں نے میرے ساتھ کفر کیا اور بہت سے ایماندار بن گئے۔ جس نے کہا کہ ہم پر یہ بارش اللہ کی رحمت، اس کے رزق اور اس کے فضل سے ہوئی ہے تو وہ میری ذات پر ایمان رکھنے والا اور ستارے سے کفر کرنے والا ہوا اور جس نے کہا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی، تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور (اس) ستارے پر ایمان لایا۔'' [ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ : ۴۱۴۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء : ۷۱ ]

## اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝

''پھر کیا اس کلام سے تم بے توجہی کرنے والے ہو؟ اور تم اپنا حصہ یہ ٹھہراتے ہو کہ بے شک تم جھٹلاتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کے بارے میں فرمایا کہ لوگو! کیا تم ایسی معزز و مکرم کتاب اور رب العالمین کی بات کو جھٹلاتے

ہو اور اس کی تصدیق نہیں کرتے ہو اور تم نے اس کے جھٹلانے کو اپنا رزق بنا رکھا ہے، یعنی تمھارا پیٹ نہیں بھرتا جب تک تم اس کی تکذیب نہ کر لو۔ اس کی تکذیب کو تم اتنا ضروری سمجھتے ہو جتنا ضروری کہ تم اپنے کھانے کو سمجھتے ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴾ [ البروج : ١٩ ] ''بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ [ حٰمٓ السجدۃ : ٢٦ ] ''اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو، تا کہ تم غالب رہو۔''

وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ : سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو ایک رات بارش ہوئی، ہمیں صبح کی نماز پڑھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''کیا جانتے ہو کہ آج شب تمھارے رب نے کیا فرمایا؟'' ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: '' (سنو!) تمھارے رب نے یہ فرمایا ہے کہ آج صبح میرے بندوں میں سے بہت سوں نے میرے ساتھ کفر کیا اور بہت سے ایمان دار بن گئے۔ جس نے کہا کہ ہم پر یہ بارش اللہ کی رحمت، اس کے رزق اور اس کے فضل سے ہوئی ہے تو وہ میری ذات پر ایمان رکھنے والا اور ستارے سے کفر کرنے والا ہوا اور جس نے کہا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی، تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور (اس) ستارے پر ایمان لایا۔'' [ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ : ٤١٤٧۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء : ٧١ ]

فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَ اَنْتُمْ حِيْنَىِٕذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَاۤ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾

''پھر کیوں نہیں کہ جب وہ (جان) حلق کو پہنچ جاتی ہے۔ اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔ اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں اور لیکن تم نہیں دیکھتے۔ سو اگر تم (کسی کے) محکوم نہیں تو کیوں نہیں۔ تم اسے واپس لے آتے، اگر تم سچے ہو۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی بے بسی کو بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ اپنے خالق کی مرضی و منشا کے سامنے یکسر مجبور و مقہور ہے۔ اس کی دلیل اس کی جان کنی کا عالم ہے کہ جب فرشتے اس کی جان نکالتے ہیں اور اس کی روح حلق تک پہنچ جاتی ہے اور نکلنے ہی والی ہوتی ہے تو اس وقت وہ اور اس کے عزیز و اقارب جو اس کے اردگرد ہوتے ہیں، کتنے مجبور ہوتے ہیں کہ اس کی روح نکل رہی ہوتی ہے، وہ اپنی پھٹی پھٹی نگاہوں سے سب کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اس کے اردگرد موجود سب لوگ اس کے حال پر رحم کھا رہے ہوتے ہیں، لیکن کوئی اس کی مدد نہیں کر سکتا کہ اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دے۔ اس وقت ہم مرنے والے سے اس کے رشتہ داروں کی نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن لوگ دیکھ نہیں پاتے۔ آگے فرمایا کہ اگر تم واقعی سچے ہو کہ تم اللہ کی ذاتِ برحق کے محکوم نہیں ہو، تو مرنے والے کی روح کو لوٹا کیوں

نہیں دیتے اور موت سے اس کا پیچھا چھڑا کیوں نہیں دیتے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۙ وَ قِيْلَ مَنْ ۫ رَاقٍ ۙ وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۙ وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ا۟لْمَسَاقُ ﴾ [ القيامة : ٢٦ تا ٣٠ ] ''ہرگز نہیں، (وہ وقت یاد کرو) جب (جان) ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی۔ اور کہا جائے گا کون ہے دم کرنے والا؟ اور وہ یقین کرلے گا کہ یقیناً یہ جدائی ہے۔ اور پنڈلی، پنڈلی کے ساتھ لپٹ جائے گی۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف روانگی ہے۔''

## فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۙ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ ۙ۬ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ

''پس لیکن اگر وہ ان لوگوں سے ہوا جو قریب کیے ہوئے ہیں۔ تو (اس کے لیے) راحت اور خوشبودار پھول اور نعمت والی جنت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر مرنے والا آدمی اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے ہمیشہ کے لیے آرام دے دے گا۔ اس پر اپنی رحمتیں نازل کرے گا اور اس کے قلب و روح کو سکون و راحت پہنچائے گا۔ اس کے لیے خوشبوئیں اور پھول ہیں، موت کے قریب فرشتے اسے جنت نعیم کی بشارت سناتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب الوفات آدمی کے پاس فرشتے آتے ہیں، اگر آدمی نیک ہو تو وہ کہتے ہیں، نکل اے پاک روح! جو پاک جسم میں تھی۔ نکل، تو قابل تعریف ہے۔ تجھے خوش خبری ہو رحمت اور خوش بو کی (نعمتوں کی) اور اس رب (سے ملاقات) کی جو ناراض نہیں ہے۔'' [ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له : ٤٢٦٢۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه ...... الخ : ٢٨٧٢ ]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں، عرش کے ساتھ ان کے لیے قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں، وہ جنت کے باغوں میں سے جہاں سے چاہیں چگتی پھرتی ہیں، پھر وہ ان قندیلوں کو قیام گاہ بنا لیتی ہیں۔'' [ مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة ...... الخ : ١٨٨٧ ]

## وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۙ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ؕ

''اور لیکن اگر وہ دائیں ہاتھ والوں سے ہوا۔ تو (کہا جائے گا) تجھ پر سلام (کہ تو) دائیں ہاتھ والوں سے ہے۔''

یعنی انھیں فرشتے بشارتیں دیتے اور ان میں سے ایک ایک سے یہ کہتے ہیں کہ تجھ پر سلامتی ہو، تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، تجھ پر سلامتی ہو کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْۤ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ؕ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴾ [ حم السجدة : ٣٠ تا ٣٢ ] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے

ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔‘‘

**فَسَلٰمٌ لَّكَ** : امام بخاری رحمہ اللہ آیت: ﴿ فَسَلٰمٌ لَّكَ ﴾ اس کے متعلق فرماتے ہیں، یعنی " مُسَلَّمٌ لَكَ اِنَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ " تجھ پر سلامتی ہو کہ یقیناً تو اصحاب یمین میں سے ہے۔‘‘ یہاں اِنَّ کو حذف کر دیا گیا ہے، البتہ اس کا معنی باقی ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو: أَنْتَ مُصَدَّقٌ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ ’’تمھاری تصدیق کی جاتی ہے کہ تم تھوڑے وقت کے بعد سفر کرنے والے ہو۔‘‘ جب اس نے یہ کہا ہو کہ میں عنقریب سفر کرنے والا ہوں۔ کبھی یہ دعا کی طرح ہوتا ہے جیسے کہ تم کہتے ہو: " سَقْيًا لَّكَ مِنَ الرِّجَالِ " ’’آدمیوں کی طرف سے تجھے خوش آمدید۔‘‘ لفظ سلام کو اگر مرفوع پڑھا جائے تو یہ دعا کے معنی میں ہوگا۔ [ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الواقعۃ، قبل الحدیث : ٤٨٨١ ]

**وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾**

’’اور لیکن اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں سے ہوا۔ تو اس کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی ہے۔ اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے۔ بلاشبہ یقیناً یہی ہے وہ سچ جو یقینی ہے۔ سو تو اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کر۔‘‘

یعنی اگر وہ اصحاب الشمال میں سے ہوگا تو اس کی میزبانی، زقوم سے پیٹ بھرنے کے بعد، کھولتے ہوئے پانی سے ہوگی، جو اس کے شکم کی ہر چیز کو پگھلا کر باہر نکال دے گا اور اسے جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا۔ آخر میں فرمایا کہ تینوں جماعتوں کا جو انجام بیان کیا گیا ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ ہر حال میں اپنے رب عظیم کی پاکی بیان کرتے رہیں اور اس کی حمد و ثنا میں مشغول رہیں۔

**فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ** : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے ہیں، لیکن میزان میں وزنی ہیں اور اللہ کو بہت پیارے ہیں: (( سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ )) ’’میں اللہ کا پاک ہونا بیان کرتا ہوں اور اس کی حمد کے ساتھ (اس کا پاک ہونا بیان کرتا ہوں) میں اللہ کا پاک ہونا بیان کرتا ہوں جو بہت بڑائی والا ہے۔‘‘ [ بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح : ٦٤٠٦۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التھلیل والتسبیح و الدعاء : ٢٦٩٤ ]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں یہ تسبیح پڑھتے: (( سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ )) ’’پاک ہے میرا رب عظمت والا (ہر عیب سے)۔‘‘ [ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القرائۃ فی صلاۃ اللیل : ٧٧٢ ]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱﴾

''اللہ کا پاک ہونا بیان کیا ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

آسمانوں اور زمین میں جتنے حیوانات، نباتات اور جمادات ہیں، سب اللہ کی پاکی اور بڑائی بیان کرتے ہیں اور اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ ذاتِ برحق ہر قسم کے ساجھی اور اولاد وغیرہ سے پاک ہے۔ وہ اکیلا ہے اور ہر قسم کی عبادت کا تنہا حق دار ہے۔ ربوبیت، الوہیت، علم، قدرت اور مخلوقات کی تدبیر میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ [ بنی إسرائیل : ٤٤ ] ''ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔''

لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ۚ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲﴾

''اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، وہ زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں پائی جاتی ہیں، ان سب کا مالک اللہ ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے، ان میں تصرف کرتا ہے اور اس کے سوا کسی کی مرضی نہیں چلتی۔ وہی جسے چاہتا ہے زندگی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے مارتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قُلِ

﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ﴾ [ بنی إسرائیل : ۱۱۱ ] ”اور کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ عاجز ہو جانے کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کی بڑائی بیان کر، خوب بڑائی بیان کرنا۔“

## هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ③

”وہی سب سے پہلے ہے اور سب سے پیچھے ہے اور ظاہر ہے اور چھپا ہوا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے موجود تھا۔ اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور جب ہر چیز فنا ہو جائے گی تو صرف اسی کی ذات رہ جائے گی۔ وہ ہر چیز سے اوپر ہے، کوئی چیز اس سے اوپر نہیں ہے۔ اس کا وجود دلائل و براہین کے ذریعے سے بالکل ظاہر ہے، کوئی اس کی ذات کے بھید کو نہیں پا سکتا اور وہ ہر چیز کے بھید سے خوب واقف ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: «اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَ مُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَ إِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَ مَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ» [ بخاری، کتاب التهجد، باب التهجد بالليل : ۱۱۲۰، ۶۳۱۷۔ مسلم : ۷۶۹ ] ”اے اللہ! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے (سب کو) تو ہی قائم رکھنے والا ہے، تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے (سب کی) بادشاہی تیرے لیے ہے، تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، تو ہی روشن کرنے والا ہے زمین و آسمان کو، تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، تو ہی بادشاہ ہے زمین و آسمان کا، تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، تو حق ہے اور (دنیا و آخرت کے متعلق) تیرا وعدہ حق ہے (آخرت میں) تیری ملاقات حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے، تمام انبیاء حق ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق ہیں، قیامت حق ہے، اے اللہ! میں تیرے سامنے جھک گیا، میں صرف تیرے ساتھ ایمان لایا، میں نے صرف تجھی پر بھروسا کیا، میں نے صرف تیری طرف رجوع کیا، صرف تیری ہی مدد سے (دشمنوں سے) جھگڑتا ہوں، میں نے صرف تجھے ہی اپنا حاکم مانا، لہٰذا تو میرے اگلے پچھلے اور ظاہر و پوشیدہ (تمام) گناہ معاف کر دے، تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی (حقیقی) معبود نہیں ہے۔“

امام بخاری ؒ کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ "الظَّاهِرُ" کے معنی یہ ہیں کہ وہ علم کے اعتبار سے ہر چیز پر ظاہر ہے اور "الْبَاطِنُ" کے معنی یہ ہیں کہ وہ علم کے اعتبار سے ہر چیز سے مخفی ہے۔ ظاہر اور باطن کے بارے میں کئی احادیث بھی موجود ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ جب ہم بستر پر لیٹیں تو یہ کہیں: « اَللّٰهُمَّ ! رَبَّ السَّمٰوَاتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى وَ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ، اَللّٰهُمَّ ! اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ، اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ » "اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور زمین کے رب اور عرش عظیم کے رب! ہمارے اور ہر شے کے رب! دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے! تورات، انجیل اور فرقان نازل کرنے والے! میں ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کی پیشانی کو تو پکڑے ہوئے ہے۔ اے اللہ! تو ہی اول ہے، سو تجھ سے پہلے کوئی نہیں۔ تو ہی آخر ہے، سو تیرے بعد کوئی نہیں۔ تو ہی ظاہر ہے، لہٰذا تجھ سے اوپر کوئی نہیں اور تو ہی باطن ہے لہٰذا تجھ سے پوشیدہ کوئی چیز نہیں۔ ہم سے قرض ادا کر دے اور ہمیں فقر سے غنی کر دے۔"

[ مسلم ، كتاب الذكر والدعاء ، باب الدعاء عند النوم : ٢٧١٣ ]

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴

"وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمھارے ساتھ ہے، جہاں بھی تم ہو اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔"

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہو گیا، یعنی اپنی تمام مخلوقات سے اوپر اور ایسا استوا جو اس کے جلال کے لائق ہے۔ وہ اپنی ان تمام مخلوقات کی تعداد اور ان کی جزئیات کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہیں، بارش کے قطرات، حیوانات، دانے، مردہ اجسام اور دیگر تمام اشیاء جو زمین کی تہوں میں ہیں، اللہ تعالیٰ کو ان سب کا علم ہے۔ وہ ان تمام دانوں اور پھلوں اور پھولوں کی تعداد اور جزئیات کو بھی جانتا ہے جو زمین سے باہر نکلتی ہیں۔ اسے ان تمام چیزوں کی تعداد اور جزئیات کی بھی خبر ہے جو آسمانوں سے نازل ہوتی ہیں، جیسے بارش، برف، اولے، مخلوق کی تقدیر و قسمت، ان کی روزی اور وہ تمام احکامِ الٰہی جنھیں فرشتے لے کر

اترتے ہیں اور جن کا اس کے حکم سے زمین میں نفاذ ہوتا ہے۔ اسی طرح اسے ان تمام چیزوں کی تعداد اور جزئیات معلوم ہیں جو زمین سے آسمان کی طرف چڑھتی ہیں، جیسے فرشتے جو مختلف دنیاوی ذمہ داریوں کے مکلف ہیں۔ بندوں کے اچھے اور برے اعمال، مظلوم کی آہ اور بندوں کی دعائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [ الأنعام : ۵۹ ] ”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔“

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کے اعمال رات سے پہلے اس کی جناب میں پیش کر دیے جاتے ہیں۔“ [ مسلم، کتاب الإیمان، باب في قوله علیه السلام : أن اللہ لا ینام ...... الخ : ۱۷۹ ]

اللہ تعالیٰ کا علم آسمانوں اور زمین میں وقوع پذیر ہونے والی تمام چیزوں کو محیط ہے، ایک ذرہ بھی کہیں اس سے مخفی نہیں ہے۔ وہ اپنے علم کے ذریعے سے ہر جگہ اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔ وہ تمھاری باتوں کو سنتا اور تمھاری جگہ کو دیکھتا ہے، وہ تمھارے رازوں اور سرگوشیوں کو بھی جانتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَاۤ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [ ھود : ۵ ] ”سن لو! بلاشبہ وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں، تاکہ اس سے چھپے رہیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑے اچھی طرح لپیٹ لیتے ہیں وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴾ [ الرعد : ۱۰ ] ”برابر ہے تم میں سے جو بات چھپا کر کرے اور جو اسے بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو بالکل چھپا ہوا ہے اور (جو) دن کو ظاہر پھرنے والا ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان سے متعلق سوال کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جواب دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: ”تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔“ [ بخاري، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبي صلی اللہ علیہ وسلم عن الإیمان والإسلام ...... الخ : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسلام ما ھو و بیان خصاله : ۱۰ ]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (ایک سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی گھاٹی پر چڑھتے ہوئے ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ اور ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہتے تو ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ وہ تو تمھارے ساتھ ہی ہے، وہ سننے والا اور نزدیک ہے۔‘‘ [ بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یکره من رفع الصوت فی التکبیر : ۲۹۹۲۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر : ۲۷۰۴ ]

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَ هُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۝

’’اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں پائی جاتی ہیں، ان سب کا مالک اللہ ہے اور وہ ان میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ تمام مخلوقات کے معاملات کا تعلق صرف اللہ سے ہے، وہی ان کی تدبیر کرتا ہے، اسی کے فیصلے ان پر نافذ ہوتے ہیں اور کوئی نہیں جو اس کے فیصلوں میں آڑے آ سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا۝ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [ مریم : ۹۳ تا ۹۵ ]

’’آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔‘‘

اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی نہیں جو اس نظامِ الٰہی میں ذرہ برابر بھی مداخلت کر سکے۔ وہ علام الغیوب اپنے بندوں کے سینوں میں پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے، وہ ان تمام خیر وشر سے بھی واقف ہے کہ جن کے کر گزرنے کی انسان نیت کرتا ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ۝

’’اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن میں اس نے تمھیں (پہلوں کا) جانشین بنایا ہے، پھر وہ لوگ جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے خرچ کیا ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بندوں کو اللہ اور اس کے رسول پر ایسا ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے کہ جس کا اثر ان کے عمل میں ظاہر ہو اور اللہ کے عطا کیے گئے مال و دولت سے اس کی راہ میں خرچ کرنا ان کے نفس پر گراں نہ گزرے۔ اللہ تعالیٰ
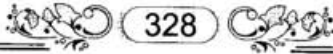
فرماتے ہیں کہ ہم نے تمھیں اس مال و دولت میں پہلوں کا جانشین بنایا، یعنی یہ مال اس سے پہلے کسی دوسرے کے پاس تھا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمھارے پاس بھی یہ نہیں رہے گا، دوسرے اس کے وراث بنیں گے، اگر تم نے اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا تو بعد میں اس کے وارث بننے والے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے تم سے زیادہ سعادت مند ہو سکتے ہیں، تو اس آیت میں انسان کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر ابھارا گیا ہے، وہ اللہ ہی کا دیا ہوا مال ہے تو اس کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [ الأنعام : ١٦٥ ] ”اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین کے جانشین بنایا اور تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کر دیا، تاکہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ﴾ [ التکاثر : ١ ] ”تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابن آدم کہتا ہے کہ یہ بھی میرا مال ہے اور یہ بھی میرا مال ہے۔ حالانکہ اس کا (اصل) مال اس کے مال میں سے وہی ہے جو اس نے کھایا اور فنا کر دیا، یا وہ جو اس نے پہنا اور بوسیدہ کر دیا، یا وہ جو اس نے (اللہ کی راہ میں) صدقہ کیا اور (آخرت کے لیے) ذخیرہ کر لیا۔“ مزید برآں مسلم کی حدیث میں یہ اضافہ ہے: ”جو باقی رہے گا وہ تو اوروں کا مال ہے، تو تو اسے جمع کر کے چھوڑ جانے والا ہے۔“ [ مسند أحمد : ٢٤/٤، ح : ١٦٣١٢۔ مسلم، کتاب الزهد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر : ٢٩٥٨، ٢٩٥٩ ]

## وَ مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۸

”اور تمھیں کیا ہے تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، جب کہ رسول تمھیں دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور یقیناً وہ تم سے پختہ عہد لے چکا ہے، اگر تم ایمان والے ہو۔“

بنی نوع انسان سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جا رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزول قرآن کے ذریعے سے کفر و شرک پر باقی رہنے کے تمام اسباب دور ہو گئے اور اب ایمان لانے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کا ہر اسلوب اختیار کرتے ہیں اور ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ تم لوگ اپنے رب پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے بھی روزِ اول تم سے یہ عہد لیا تھا کہ جب اس کے آخری رسول

دنیا میں تشریف لائیں گے تو تم ان پر ایمان لے آو گے، پھر کیا سبب ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [ الأعراف : ۱۷۲ تا ۱۷٤ ]

”اور جب تیرے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انھیں خود ان کی جانوں پر گواہ بنایا، کیا میں واقعی تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، ہم نے شہادت دی۔ (ایسا نہ ہو) کہ تم قیامت کے دن کہو بے شک ہم اس سے غافل تھے۔ یا یہ کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا ہی نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ایک نسل تھے، تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو باطل والوں نے کیا؟ اور اسی طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور تاکہ وہ پلٹ آئیں۔“

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

”وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات اتارتا ہے، تاکہ تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور بلاشبہ اللہ تم پر یقیناً بے حد نرمی کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے جب نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا، تو اس دعوت کو قوت پہنچانے اور اس کی تائید کے لیے آپ کو بہت سے معجزات عطا کیے، جن میں سے سب سے بڑا اور اہم معجزہ قرآن کریم تھا، تاکہ لوگ ان معجزات کو دیکھ کر اور قرآن کریم کو سن کر ایمان لے آئیں اور کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر نورِ ایمان سے اپنے دلوں کو منور کر لیں۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کے لیے بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

”اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے

اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی زجر و توبیخ کی ہے جو محتاجی کے ڈر سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ یہ مال اس نے دیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک ہے، اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ [ سبا : ۳۹ ] ”اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دیتا ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔“ آگے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا، تاکہ حق کی آواز بلند ہو۔ ان سابقین اولین کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے [illegible]ں نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور اس وقت جہاد کیا جب اسلام کو قوت و غلبہ حاصل ہو چکا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [ التوبة : ۱۰۰ ] ”اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا، تم اسی بات پر ہم سے جھگڑتے ہو کہ ہم سے کچھ دن پہلے اسلام لائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: ”میرے صحابہ کو میری خاطر چھوڑ دو، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم احد پہاڑ کے یا پہاڑوں کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو بھی ان کے اعمال کو نہیں پہنچ سکتے۔“ [ مسند أحمد : ۳/ ۲٦٦، ح : ۱۳۸۱۹ ]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی وہ ان کے خرچ کردہ تین پاؤ اناج کے ثواب کو نہیں پہنچے گا، بلکہ اس کے نصف (ڈیڑھ پاؤ) کو بھی نہیں پہنچے گا۔“ [ بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب : ۳٦۷۳ ]

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى : یعنی فتح مکہ سے پہلے خرچ [illegible]نے والوں سے بھی اور بعد میں خرچ کرنے والوں سے بھی، ہر ایک کو ان کے اعمال کا ثواب ملے گا۔ گویا اجر و ثواب کے اعتبار سے دونوں میں تفاوت ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى

الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [ النساء : ۹۵ ] ''ایمان والوں میں سے بیٹھ رہنے والے، جو کسی تکلیف والے نہیں اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قوی مومن ضعیف مومن کی نسبت بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے، لیکن ہر ایک میں خیر ہے۔'' [ مسلم، كتاب القدر، باب الإيمان بالقدر والاذعان له : ۲٦٦٤ ]

## مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ۝۱۱

''کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، تو وہ اسے اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اس کے لیے باعزت اجر ہو۔''

اس آیت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی رغبت دلائی جا رہی ہے کہ جو شخص اس کی راہ میں خرچ کرے گا، گویا وہ اسے قرض دے گا، جس کا معاوضہ اسے بہر حال ملنا ہے۔ آیت کے دوسرے حصے کا مفہوم یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا بہترین مال خلوصِ نیت کے ساتھ خرچ کرے گا، اللہ اسے ایک کے بدلے میں کئی گنا دے گا اور بہت عمدہ بدلہ دے گا، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [ البقرة : ۲٦۱ ] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' قرض حسنہ یعنی اچھے قرض سے مراد یہ ہے کہ اپنے مال کو خلوص کے ساتھ اللہ کے راستے میں خرچ کرے، نہ ریا کاری کی نیت ہو اور نہ کسی پر احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے کی نیت ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَاۤ اَذًى وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۝ وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [ البقرة : ۲٦۲ تا ۲٦۵ ] ''جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر انھوں نے جو خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلانا لگاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچانا، ان کے

لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات اور معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کا تکلیف پہنچانا ہو اور اللہ بہت بے پروا، بے حد بردبار ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقے احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے برباد مت کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زوردار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں پائیں گے جو انھوں نے کمایا اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی مثال جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زوردار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دوگنا دے، پس اگر اس پر زور کی بارش نہ برسے تو کچھ شبنم۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب (تم میں سے) کوئی شخص پاک مال سے صدقہ دیتا ہے اور اللہ پاک مال ہی قبول فرماتا ہے، تو ہوتا یہ ہے کہ رحمٰن اس صدقے کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لے لیتا ہے، خواہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ پھر وہ صدقہ رحمٰن کی ہتھیلی میں بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ پہاڑ سے بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ صدقے کی اس طرح پرورش کرتا ہے) جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ہے۔‘‘ [ مسلم، کتاب الزکوة، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها : ۱۰۱٤ ]

سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے اللہ کی راہ (جہاد) میں کوئی چیز خرچ کی تو اس کے لیے اس کا اجر سات سو گنا لکھا جائے گا۔‘‘ [ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبیل الله : ۱٦۲۵۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب فضل النفقة فی سبیل الله : ۳۱۸۸ ]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس ایک لگام والی اونٹنی لایا اور کہا کہ یہ جہاد کے لیے قبول کر لیجیے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس اونٹنی کے بدلے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمھیں سات سو اونٹنیاں عطا فرمائے گا، جو سب لگام والی ہوں گی۔‘‘ [ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الصدقة فی سبیل الله تعالی و تضعیفها : ۱۸۹۲ ]

**يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾**

’’جس دن تو ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھے گا ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کی دائیں طرفوں میں

دوڑ رہی ہو گی۔ آج تمھیں ایسے باغوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہو، یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی فضیلت بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ قیامت کے دن کس طرح ایمان اہلِ ایمان کی راہنمائی کرتا ہوا انھیں جنت تک پہنچا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ روز قیامت آپ دیکھیں گے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کا نور ان کے آگے سے اور دائیں طرف سے آئے گا اور انھیں جنت تک پہنچا دے گا۔ فرشتے ہر جانب سے آ کر انھیں ان جنتوں کی خوش خبری دیں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ ان جنتوں میں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے، ان اس سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے اور نہ اس کی نعمتیں ختم ہوں گی۔ ایک مومن کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہو سکتی ہے؟

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ ﴿۱۳﴾

''جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے کہیں گے جو ایمان لائے ہمارا انتظار کرو کہ ہم تمھاری روشنی سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پس کچھ روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک دیوار بنا دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا، اس کی اندرونی جانب، اس میں رحمت ہو گی اور اس کی بیرونی جانب، اس کی طرف عذاب ہو گا۔''

اس دن منافق مرد اور عورتیں جب مومنوں کے آگے اور دائیں طرف نور دیکھیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ نور انھیں جنت کی طرف لے جا رہا ہے، جبکہ وہ اپنے نفاق کی تاریکیوں میں غلطاں و پیچاں ہیں، تو اہل جنت کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلو، تاکہ تمھاری روشنی سے ہم بھی فائدہ اٹھا لیں۔ ان کی یہ بات سن کر فرشتے یا مومنین انھیں دھتکاریں گے اور کہیں گے کہ جاؤ، وہاں نور ڈھونڈو جہاں سے ہمیں ملا ہے، یعنی میدانِ محشر میں، یا مفہوم یہ ہے کہ یہ تو ایمان کا نور ہے، جو دنیا میں ہمیں ملا تھا۔ اس لیے تم دنیا میں واپس جا کر وہاں سے یہ نور حاصل کرو۔ اس گفتگو کے بعد مومنوں اور منافقوں کے درمیان ایک موٹی دیوار حائل ہو جائے گی جو منافقوں کو مومنوں کے نور سے بالکل دور کر دے گی اور ان کی تاریکی زیادہ گہری ہو جائے گی۔ اس دیوار میں ایک دروازہ ہو گا، اس دروازہ کے اندر جنت اور اس کی نعمتیں ہوں گی اور اس کے باہر جدھر منافق ہوں گے، گھٹا ٹوپ تاریکی ہو گی اور عذاب نار ہو گا۔

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَ ارْتَبْتُمْ

وَ غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾

''وہ انھیں آواز دیں گے کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں اور لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور (جھوٹی) آرزوؤں نے تمھیں دھوکا دیا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور اس دغا باز نے تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا دیا۔''

جب مومنوں اور منافقوں کے درمیان موٹی دیوار حائل ہو جائے گی، تو منافقین شدت حسرت و یاس کے ساتھ پھر اہل ایمان کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ کیا ہم تمھاری ہی طرح مومن نہیں تھے؟ تمھاری مسجدوں میں نماز نہیں پڑھتے تھے اور تمھاری ہی طرح دوسرے نیک اعمال نہیں کرتے تھے؟ پھر آخر آج ہمارا یہ حشر کیوں ہو رہا ہے؟ تو مومنین انھیں جواب دیں گے کہ ہاں تم دنیا میں ہمارے ساتھ تھے، بظاہر ہماری ہی طرح مومن تھے اور نیک اعمال کرتے تھے، لیکن فی الحقیقت نہ تم مومن تھے، نہ تمھاری نیت صحیح تھی اور نہ اعمال میں اخلاص وللّٰہیت تھی۔ تم لوگ کفر و نفاق کی بیماری میں مبتلا رہے۔ شہوتوں اور لذتوں کی بندگی کرتے رہے اور ہر لحہ نبی کریم ﷺ اور مومنوں کے لیے برا ہی سوچتے رہے۔ جھوٹی تمناؤں سے اپنے آپ کو دھوکا دیتے رہے کہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا اور مخلص مسلمانوں کی طرح ہم بھی جنت میں جائیں گے۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّ لَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

''سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے انکار کیا، تمھارا ٹھکانا ہی آگ ہے، وہی تمھاری دوست ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

فرمایا کہ منافقو! آج اگر تم زمین بھر کر بھی سونا پیش کرو، تاکہ تمھاری جان عذاب نار سے نجات پا لے، تو ایسا نہیں ہوگا اور آج تمھارے ساتھ یہی انجام اہلِ کفر کا بھی ہوگا۔ تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور تمھیں جہنم لپیٹ لے گی، جو تم سب کے لیے بڑا ہی برا ٹھکانا ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [ آل عمران : ۹۱ ] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ [ الرعد : ۱۸ ] ''جن

لوگوں نے اپنے رب کی بات قبول کر لی انھی کے لیے بھلائی ہے اور جنھوں نے اس کی بات قبول نہ کی اگر واقعی ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور ہو تو وہ ضرور اسے فدیہ میں دے دیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا حساب ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔‘‘

**اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾**

’’کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں ان سے پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا ابھی مومنوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ اس کے ذکر کے لیے ان کے دل جھک جائیں، یعنی اس کے ذکر، وعظ و نصیحت اور قرآن مجید سننے کے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں، تاکہ وہ اسے سمجھنے اور ماننے لگیں اور اسے سن کر اس کی اطاعت بجا لائیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اسلام قبول کرنے اور اس آیت: ﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ [ الحدید : ۱۶ ] اس کے ذریعے سے ہم پر اللہ کے عتاب کرنے کا درمیانی وقفہ بس چار سال کا تھا۔ [ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ ألم يأن للذين امنوا أن تخشع قلوبهم لذكر الله ﴾ : ۳۰۲۷ ]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا: ’’اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ رات کو قیام کرتا (اور بہت نوافل وغیرہ پڑھتا) تھا مگر پھر اس نے (اکتا کر) رات کا قیام چھوڑ دیا۔‘‘ [ بخاری، کتاب التهجد، باب ما يكره من ترك قيام الليل ...... الخ : ۱۱۵۲۔ مسلم، کتاب الصیام، باب النهی عن صوم الدهر : ۱۸۵/۱۱۵۹ ]

اس آیت کریمہ میں مومنوں کو یہود و نصاریٰ کی مانند ہو جانے سے منع فرمایا گیا ہے کہ جنھوں نے مرور زمانہ کے ساتھ معمولی دنیاوی فائدوں کے لیے اللہ کی کتاب کو بدل دیا، اسے پس پشت ڈال دیا، انسانوں کے خود ساختہ اقوال کو دین اور اپنے علماء و احبار کو معبود بنا لیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے دل سخت ہو گئے اور اللہ کے احکام کو بدل دینا ان کی عادت بن گئی۔ اسی لیے اللہ نے مومنوں کو کسی بھی معاملے میں ان کی مشابہت سے روکا ہے۔

الغرض! اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں ہر وقت جاگزیں رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور احکام سے دل کو نرم کرتے رہنا چاہیے، یہی ایک ذریعہ ہے جس کی بدولت ایک مسلمان اسلام پر قائم رہ سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ

اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ [ الزمر : ٢٢، ٢٣ ] ”تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی سخت دل کافر جیسا ہوسکتا ہے؟) پس ان کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔ اللہ نے سب سے اچھی بات نازل فرمائی، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے، (ایسی آیات) جو بار بار دہرائی جانے والی ہیں، اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کے ساتھ وہ جسے چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔“

دل جب تک نرم رہتا ہے آدمی نصیحت کی باتیں سنتا ہے اور مانتا ہے، لیکن جب بدعہدی اور بدنیتی کے نتیجے میں دل سخت ہو جاتا ہے تو پھر اس پر نہ کوئی نصیحت اثر کرتی ہے اور نہ عبرتناک واقعات سے اس کو عبرت ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر تباہ و برباد ہو جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [ الأنعام : ٤٢ تا ٤٥ ] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر انھیں تنگ دستی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ عاجزی کریں۔ پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔ پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا، تو اچانک وہ ناامید تھے۔ تو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔“

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

”جان لو کہ بے شک اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بلاشبہ ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، تاکہ تم سمجھو۔“

جس طرح اللہ تعالیٰ مُردہ زمین میں بارش کے قطروں کے ذریعے سے زندگی ڈال دیتا ہے، اسی طرح وہ روز قیامت

مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے، دنیا میں سخت دلوں کو دلائل و براہین کے ذریعے سے نرم کرنے اور انھیں راہِ راست پر لانے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ اس پر قادر ہے کہ انسانوں کے بند دلوں کے دروازے کھول دے اور ان میں ایمان و ہدایت کا نور داخل کر دے۔ ان کی سختی کو نرمی اور ضلالت و گمراہی کو ہدایت سے بدل دے، وہ مولائے کل جو چاہے کرے، جسے چاہے ہدایت دے، اس سے کوئی حساب لینے والا نہیں۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾

''بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا، انھیں کئی گنا دیا جائے گا اور ان کے لیے باعزت اجر ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ کثرت سے صدقہ کرتے ہیں، چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں، وہ خیر و بھلائی کے مختلف کاموں میں اپنا مال خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ انھیں ان کے اعمال کا کئی گنا بڑھا کر بدلہ دیتا ہے۔ بسا اوقات دس گنا سے سات سو گنا تک، بلکہ کبھی اس سے بھی زیادہ بڑھا کر دیتا ہے اور سب سے بڑا بدلہ انھیں آخرت میں ''جنت'' دے گا، جس کے عیش و آرام اور جس کی نعمتوں کا کوئی آدمی اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖۗ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾ ع ۱۸

''اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اپنے رب کے ہاں بہت سچے اور شہادت دینے والے ہیں، انھی کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بھڑکتی آگ میں رہنے والے ہیں۔''

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىِٕكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴾ [ النساء : ۶۹، ۷۰ ] ''اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے سب کچھ جاننے والا۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' جنتی لوگ اپنے سے اوپر کے بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے کنارے پر چمکتے ہوئے مشرقی یا مغربی ستارے کو دیکھتے ہو، جو صبح کے

وقت رہ گیا ہو، درجات کے اس فرق کی وجہ سے جو ان کا آپس میں ہوگا۔'' لوگوں نے کہا، یہ درجے تو انبیاء علیہم السلام کے ہوں گے، جہاں کوئی دوسرا انہیں پہنچ سکے گا؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ ہو گا ان لوگوں کے درجے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔'' [ بخاری، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۵۶۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب ترائي أهل الجنة أهل الغرف …… الخ : ۲۸۳۱ ]

**وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ** : یعنی شہداء اللہ تعالیٰ کے ہاں نعمتوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں میں ہوتی ہیں، ان کے لیے قندیلیں عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں، وہ روحیں جنت کے باغوں میں سے جہاں سے چاہتی ہیں چگتی ہیں، پھر وہ ان قندیلوں کو آرام گاہ بنا لیتی ہیں۔ سو ان کے پروردگار نے ان کی طرف جھانکا اور پوچھا، کیا تم کچھ چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا، اب ہمیں اور کیا چاہیے؟ ( تو نے ہمیں سب کچھ تو دیا ہے ) ہم جنت میں سے جہاں سے جو چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے تین بار یہی پوچھا، تو جب انھوں نے دیکھا کہ کچھ مانگے بغیر چارہ نہیں تو انھوں نے کہا، اے ہمارے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دے، تاکہ ہم ایک مرتبہ پھر تیری راہ میں شہید کیے جائیں۔'' [ مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة ………… الخ : ۱۸۸۷ ]

**اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۲۰**

''جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے ثباتی بیان فرمائی ہے اور مومنوں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ یہ دنیا لہو ولعب سے عبارت ہے، جس میں لوگوں کے قلوب اور ابدان سبھی مشغول ہو جاتے ہیں۔ پوری زندگی گزار دیتے ہیں، لیکن ان

کے دل اللہ کی یاد اور روز قیامت کے وعدہ و وعید سے غافل رہتے ہیں۔ زیب و زینت، لباس، کھانے پینے، عالی شان مکانات، عمدہ سواریاں اور دنیاوی جاہ و حشمت سے بالا ہو کر آخرت کے بارے میں انھیں سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی اور ایک دوسرے کے مقابلے میں اپنا اپنا حسب نسب بیان کر کے اور کثرت مال و اولاد کا ذکر کر کے فخر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کی ان عارضی چیزوں کی مثال بارش کی سی ہے جس کی وجہ سے زمین کے پودے لہلہا اٹھتے ہیں اور ان پودوں کو دیکھ کر کاشت کار خوب خوش ہوتے ہیں، ویسے ہی جیسے کفار دنیا کی زیب و زینت سے خوش ہوتے ہیں، پھر وہ پودے خشک ہو کر زرد ہو جاتے ہیں، پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بھس بن جاتے ہیں اور زمین ایسی ویران ہو جاتی ہے کہ جیسے وہاں کبھی ہرا پودا تھا ہی نہیں۔ یہی حال دنیا کا ہے، یہاں کی ہر چیز آنی جانی ہے اور ہر نعمت فانی ہے۔ جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ نیک اعمال ہیں، جو بندے کے ساتھ آخرت تک جائیں گے اور عذاب نار سے اس کی نجات کا سبب بنیں گے۔ آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کو فراموش کر کے دنیا کے لہو و لعب میں مشغول ہونے والے کا انجام یہ بتایا کہ قیامت کے دن ایسے نافرمانوں کو وہ عذاب شدید میں مبتلا کرے گا، جبکہ جو لوگ آخرت کی فکر کریں گے اور اللہ کے حقوق ادا کریں گے، تو ان کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور ان کا رب ان سے راضی ہو جائے گا۔ آخر میں فرمایا کہ دنیاوی زندگی ختم ہو جانے والا ساز و سامان ہے، جو اپنی طرف مائل ہونے والوں کو دھوکا ہی دیتا ہے، حالانکہ یہ دنیا آخرت کے مقابلے میں بہت حقیر اور قلیل ہے۔

**اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ** : دنیا کی زندگی کو کھیل تماشا بتا کر اس کی ناپائیداری کی طرف اشارہ کیا، ایسی عارضی چیز پر فریفتہ ہو کر آخرت کی دائمی زندگی کو بگاڑ لینا عقل مندی کی نشانی نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [ العنکبوت : ٦٤ ] ”اور دنیا کی یہ زندگی نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل، اور بے شک آخری گھر، یقیناً وہی اصل زندگی ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴾ [ محمد : ٣٦ ] ”دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور دل لگی کے سوا کچھ نہیں اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچے رہو، تو وہ تمھیں تمھارے اجر دے گا اور تم سے تمھارے اموال نہیں مانگے گا۔“

**وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ** : یعنی دنیا کی زندگی کیا ہے؟ چند ارمانوں کا مجموعہ، مثلاً زیب و زینت کی خواہش، فخر و مباہات کے لیے دنیاوی ساز و سامان کی فراوانی کی آرزو، مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی تمنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ﴾ [ الکہف : ٤٦ ] ”مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں

تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔“

كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا : ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَاللَّهُ يَدْعُوٓا إِلَىٰ دَارِ السَّلَٰمِ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ [ يونس : ٢٤، ٢٥ ]
”دنیا کی زندگی کی مثال تو بس اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین سے اگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں، جس سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی آرائش حاصل کر لی اور خوب مزین ہوگئی اور اس کے رہنے والوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ اس پر قادر ہیں تو رات یا دن کو اس پر ہمارا حکم آگیا تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کر دیا، جیسے وہ کل تھی ہی نہیں۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو خوب سوچتے ہیں۔ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے تک پہنچا دیتا ہے۔“

وَفِي الْءَاخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَٰنٌ : اللہ کی رضوان وخوش نودی کے مقابلے میں تمام نعمتیں ہیچ ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَٰطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَٰمِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَٰعُ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُۥ حُسْنُ الْمَـَٔابِ ۝ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتٌ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَٰنٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ إِنَّنَآ ءَامَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ الصَّٰبِرِينَ وَالصَّٰدِقِينَ وَالْقَٰنِتِينَ وَالْمُنفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ﴾ [ آل عمران : ١٤ تا ١٧ ] ”لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔ کہہ دے کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز بتاؤں، جو لوگ متقی بنے ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور نہایت پاک صاف بیویاں اور اللہ کی جانب سے عظیم خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ جو صبر کرنے والے اور سچ کہنے والے اور حکم ماننے والے اور خرچ کرنے والے اور رات کی آخری گھڑیوں میں بخشش مانگنے والے ہیں۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا، اے

اہل جنت! وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم تیری خدمت میں بار بار حاضر ہیں اور بھلائی ساری کی ساری تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم خوش ہو؟ وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہمیں کیا ہے کہ ہم خوش نہ ہوں، حالانکہ تو نے ہمیں وہ وہ نعمتیں عطا فرما دی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تمھیں وہ نعمت نہ دوں جو ان سب نعمتوں سے افضل ہے؟ وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! وہ کون سی نعمت ہے جو ان سب نعمتوں سے افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا (وہ نعمت میری رضا و خوشنودی ہے)، اب میں تم پر اپنی رضا نازل کرتا ہوں، اس کے بعد میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔'' [ بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب مع أهل الجنة : ۷۵۱۸۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۲۹ ]

سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ١ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ١ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ١ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۰۰۲۱

''اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی کی طرح ہے، وہ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

دنیا اور اس کی نعمتوں کی اصل حقیقت اور بے ثباتی بیان کرنے کے بعد اس آیت کریمہ میں آخرت کی بیش بہا اور دائمی نعمتوں کے حصول کی رغبت دلائی گئی ہے۔ بندوں کو اللہ کی مغفرت، اس کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی نصیحت کی گئی ہے۔ یہ چیزیں صدق دل سے توبہ، طلب مغفرت، گناہوں سے دوری، عمل صالح اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے سے حاصل ہوتی ہیں، جیسا کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ [ آل عمران : ۱۳۳ ] ''اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

**ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ** : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین کے فقراء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یا رسول اللہ! مال دار لوگ تو جنت کے بلند درجوں کو اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو پا گئے۔ آپ نے فرمایا: ''وہ کیسے؟'' عرض کی، نماز روزہ تو وہ اور ہم سب کرتے ہیں، لیکن مال کی وجہ سے وہ صدقہ کرتے ہیں، جہاد کرتے اور حج و عمرہ ادا کرتے ہیں، جو مفلسی کی وجہ سے ہم نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا: ''آؤ میں تمھیں ایسی چیز بتاؤں کہ اس کے کرنے سے تم ہر اس شخص سے آگے بڑھ جاؤ گے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے جو تمھاری

طرح خود بھی عمل کرنے لگیں، دیکھو! ہر فرض نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ " سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہو۔" کچھ دنوں کے بعد یہ صاحب پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ! ہمارے مال دار بھائیوں کو بھی اس وظیفہ کی اطلاع مل گئی اور انھوں نے بھی اسے پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دے۔" [ بخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلوۃ : ۸۴۳۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ : ۵۹۵ ]

## مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾

"کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ تمھاری جانوں پر مگر وہ ایک کتاب میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔ یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ان سے متعلق تمام امور کو مقدر کر دیا تھا۔ چنانچہ جو بھی مصیبت زمین پر پہنچتی ہے، یا انسانوں کو لاحق ہوتی ہے، تو وہ لوح محفوظ میں پہلے سے نوشتہ ہے اور جو بات پہلے سے اس کے علم میں مقدر ہو چکی ہے اس کا واقع ہونا لازمی امر ہے، اگرچہ عقل انسانی ان باتوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے یہ باتیں بہت آسان ہیں۔ اس لیے کہ اس کا علم اور اس کی قدرت کاملہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، جیسا کہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔ اس کا تخت پانی پر تھا، پھر اس نے آسمان پیدا کیے اور زمین پیدا کی اور ذِکر (یعنی لوح محفوظ) میں ہر چیز کو ثبت فرما دیا۔" [ بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿ و کان عرشہ علی الماء ﴾ ...... الخ : ۷۴۱۸ ]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر شخص بحالت نطفہ اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن اور چالیس راتیں جمع رہتا ہے، پھر وہ چالیس دن خون کی پھٹکی کی شکل میں رہتا ہے، پھر وہ چالیس دن خون کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر ایک فرشتہ اس کے پاس بھیجا جاتا ہے جسے چار باتیں لکھنے کا حکم ہوتا ہے۔ وہ اس کی روزی، اس کی عمر، اس کا عمل اور بدبخت یا نیک بخت ہونا لکھتا ہے۔ پھر وہ فرشتہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ (پھر ہوتا یہ ہے کہ تم میں سے کوئی ساری عمر) جنتیوں کے سے کام کرتا ہے، یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اللہ کا لکھا سبقت کر جاتا ہے اور وہ دوزخیوں کا سا کام کر کے دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح تم میں سے کوئی (ساری عمر) دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے، حتیٰ کہ جب اس میں اور دوزخ میں ایک ہاتھ کا

فاصلہ رہ جاتا ہے تو اللہ کا لکھا اس پر سبقت کرتا ہے اور وہ جنتیوں کے سے کام کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔“ [ بخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالٰی : ﴿ ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين ﴾ : ۷۴۵۴۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه ...... الخ : ۲۶۴۳ ]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہمیں ہمارا دین سکھا دیجیے، گویا ہم ابھی پیدا ہوئے ہیں۔ کیا جو عمل ہم کرتے ہیں، وہ اس لیے کرتے ہیں کہ اسے لکھ کر قلم سوکھ گئی ہے اور تقدیریں جاری ہو گئی ہیں، یا اس لیے کرتے ہیں کہ جو آگے ہونے والا ہے (وہ ہو جائے اور پہلے سے اس کی نسبت کچھ طے نہیں پایا)۔ آپ نے فرمایا: ”نہیں! بلکہ اس لیے عمل کرو کہ اس کو لکھ کر قلم سوکھ گئی اور تقدیریں جاری ہو چکیں۔“ سراقہ نے کہا: ”پھر عمل سے کیا فائدہ؟ زہیر نے کہا، ابوالزبیر نے کچھ بات کہی جس کو میں نہیں سمجھ سکا، میں نے (اپنے ہم سبق لوگوں سے) پوچھا، کیا کہا؟ انھوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا: ”عمل کرو، ہر شخص کے لیے وہ آسان کیا گیا ہے (جو اس کی تقدیر میں لکھا ہے)۔“ [ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه : ۲۶۴۸ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریش کے مشرک تقدیر کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر جھگڑنے لگے تھے تو اس وقت یہ آیات اتریں : ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴾ [ القمر : ۴۸، ۴۹ ] ”جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔ بے شک ہم نے جو بھی چیز ہے، ہم نے اسے ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔“ [ مسلم، کتاب القدر، باب کل شیء بقدر : ۲۶۵۶ ]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔“ [ مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسیٰ صلی الله علیهما وسلم : ۲۶۵۳ ]

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اے اللہ! مجھے میرے شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور میرے باپ ابوسفیان سے اور میرے بھائی معاویہ سے فائدہ پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم نے اللہ تعالیٰ سے وہ چیزیں مانگیں جن کی میعادیں مقرر ہو چکیں، دن معین ہو گئے اور روزیاں بٹ چکیں، کسی چیز کو اللہ تعالیٰ اس کے وقت سے پیشتر نہیں کرے گا اور نہ اس کے وقت مقررہ سے مؤخر کرے گا۔ اگر تم اللہ سے یہ مانگتیں کہ تم کو دوزخ کے عذاب سے بچائے، یا قبر کے عذاب سے بچائے تو تمھارے لیے بہتر ہوتا۔“ [ مسلم، کتاب القدر، باب بیان أن الآجال والأرزاق وغیرها لا تزید ولا تنقص عما سبق به القدر : ۲۶۶۳ ]

یَبۡخَلُوۡنَ وَ یَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ ﴿۲۴﴾

"تاکہ تم نہ اس پر غم کرو جو تمھارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر پھول جاؤ جو وہ تمھیں عطا فرمائے اور اللہ کسی تکبر کرنے والے، بہت فخر کرنے والے سے محبت نہیں رکھتا۔ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو منہ موڑ جائے تو یقیناً اللہ ہی ہے جو بڑا بے پروا ہے، بہت تعریفوں والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تقدیر سے متعلق یہ بات اس لیے بتائی ہے تاکہ یہ قاعدہ کلیہ ان کے ذہنوں میں ثبت ہو جائے اور خیر و شر جو بھی انھیں پہنچے اس کے بارے میں انھیں یقین ہو جائے کہ یہ تو اللہ کی تقدیر تھی جسے بہر حال وقوع پذیر ہونا ہی تھا۔ تاکہ جو چیز انھیں نہیں ملی، اس کا غم نہ کریں اور جو نعمت انھیں ملی ہے اس پر اترانے نہ لگیں، بلکہ اپنے اس مولیٰ کا شکر ادا کریں جس نے انھیں اس نعمت سے نوازا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قوی مومن ضعیف مومن کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر اور اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ ویسے ہر مومن میں خیر ہوتی ہے۔ (اے ایمان والے!) ان کاموں کی حرص کر جو تجھے نفع پہنچائیں اور مدد مانگ اللہ سے اور ہمت نہ ہار اور جو مصیبت تجھ پر آئے تو اس طرح نہ کہہ کہ اگر میں ایسا کرتا تو یہ مصیبت نہ آتی، بلکہ یہ کہہ: ﴿قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ﴾ "اللہ کی تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا اور جو اس نے چاہا کیا۔" اس لیے کہ (لفظ) "اگر" شیطانی عمل کے لیے راہ کھولتا ہے۔"

[مسلم، كتاب القدر، باب الإيمان بالقدر والاذعان له : ٢٦٦٤]

دوسری آیت میں فرمایا کہ اترانے والے اور گھمنڈ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جو شخص دینِ اسلام سے منہ موڑے تو اللہ غنی اور تعریف والا ہے، اسے تمھارے منہ موڑنے کی کوئی پروا نہیں، اگر تم بخل کرو گے تو اللہ کا کیا بگاڑ لو گے، اللہ تو غنی ہے، اسے کسی قسم کی حاجت نہیں ہوتی۔ حاجت ہونا ایک قسم کا عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے مبرا ہے۔ وہ تعریف والا ہے، لہٰذا وہ ہر برائی سے پاک و منزہ ہے۔

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَ اَنۡزَلۡنَا مَعَہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ ۚ وَ اَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡہِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِیَعۡلَمَ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ وَ رُسُلَہٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ﴿۲۵﴾ ع

"بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ جان لے کہ کون دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کی غرض و غایت اور ان تین چیزوں کو بیان کیا ہے جو ان

انبیاء کی تائید و تصدیق کے لیے انھیں دی گئی تھیں۔ پہلی چیز جو ان کی تائید کے لیے دی گئی وہ دلائل و معجزات تھے، دوسری چیز کتاب الٰہی تھی کہ جس میں مخلوق کے لیے دین و دنیا کی بھلائی کی ہر بات بیان کر دی گئی تھی اور تیسری چیز کو اللہ تعالیٰ نے ''میزان'' سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے مراد عدل ہے، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، یعنی ناپ تول اور مقدمات میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ نہ کسی کی حق تلفی ہو اور نہ کسی کو اس کے جائز حق سے زیادہ ملے۔ سب کو اپنے اپنے حقوق کے مطابق ملتا رہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَ اسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [ الشوریٰ : ۱۵ ] ''سو تو اسی کی طرف پھر دعوت دے اور مضبوطی سے قائم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کر اور کہہ دے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴾ [ الرحمٰن : ۷ تا ۹ ] ''اور آسمان، اس نے اسے اونچا اٹھایا اور اس نے ترازو رکھی۔ تاکہ تم ترازو میں زیادتی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ تول سیدھا رکھو اور ترازو میں کمی مت کرو۔''

**وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ** : یعنی لوہے کو ہم نے اس شخص کے لیے سرزنش کا ذریعہ بنا دیا ہے جو حجت قائم ہونے کے بعد حق کا انکار کرے اور اس کی مخالفت کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ سال قیام فرمایا۔ مکہ میں قیام کے دوران میں مکی سورتیں نازل ہوئیں، جن میں مشرکین کے ساتھ جدال اور دلائل و براہین کے ساتھ توحید کی وضاحت کی گئی، لیکن جب مخالفین پر حجت قائم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دے دیا اور اس نے مسلمانوں کو تلواروں کے ساتھ جہاد کرنے اور قرآن مجید کی مخالفت و تکذیب کرنے والوں کی گردنیں اڑا دینے کا حکم دیا۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تلوار دے کر بھیجا گیا ہے، حتیٰ کہ اللہ وحدہٗ لا شریک لہ کی عبادت ہونے لگے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر بنائی گئی ہے جو میرے طریقہ کی مخالفت کرے اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ انھی میں سے ہو جائے گا۔'' [ مسند أحمد : ۲/ ۵۰، ح : ۵۱۱۳ ]

**وَ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ** : لوہے میں اللہ نے انسانوں کے لیے بہت سے فوائد رکھے ہیں، تمام جنگی آلات و اسلحہ اسی لوہے سے بنتے ہیں۔ مختلف الانواع صنعتیں، برتنوں کی قسمیں اور کھیتی باڑی کے آلات اسی سے تیار ہوتے ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انسانی زندگی میں استعمال ہونے والی کم ہی ایسی چیزیں ہیں جن میں لوہے کا کسی نہ کسی طرح استعمال نہ ہوتا

ہو۔ آیت کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوہے کی تخلیق کا مقصد یہ بھی ہے کہ اس سے جہاد میں استعمال ہونے والے ہتھیار تیار ہوں، جنھیں مجاہدین فی سبیل اللہ استعمال کریں اور اللہ کے سامنے یہ بات کھل کر آ جائے کہ کون اس کی رضا کی خاطر محض غیبی امور پر ایمان رکھتے ہوئے اس کی راہ میں لوہے سے بنے اسلحے کا استعمال کرتا ہے اور اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ اللہ تو بڑا قوت والا اور ہر چیز پر غالب ہے۔ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے، اس نے تو بندوں کو جہاد فی سبیل اللہ کا اس لیے حکم دیا ہے تاکہ وہ اس کی اطاعت کر کے اس کی رضا اور اس کی جنت کے مستحق بنیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی، پھر ان میں سے کچھ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں اور ان میں سے زیادہ نافرمان ہیں۔“

انبیاء کا عمومی ذکر کیے جانے کے بعد اس آیت میں ان دو خاص انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے کہ جن کے بعد آنے والے تمام انبیاء انھی کی نسل سے ہوئے۔ نوح علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء مبعوث ہوئے سب انھی کی نسل سے ہوئے اور ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنی بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں اور جتنے انبیاء و رسل مبعوث ہوئے سب انھی کی اولاد سے ہوئے۔ جن لوگوں کی ہدایت لیے وہ انبیاء آئے، وہ لوگ اور اقوام دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے کچھ لوگوں نے تو ان کی دعوت قبول کی، اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور عمل صالح کی زندگی اختیار کی، جبکہ اکثر و بیشتر نے سرکشی کی راہ اختیار کی۔ اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا، اس میں تحریف کی اور اپنے علماء اور راہبوں کے اقوال کو دین بنا لیا۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ۟ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

”پھر ہم نے ان کے نقش قدم پر پے در پے اپنے رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل دی اور ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے اس کی پیروی کی نرمی اور مہربانی رکھ دی اور دنیا سے کنارہ کشی تو انھوں نے خود ہی ایجاد کر لی، ہم نے اسے ان پر نہیں لکھا تھا مگر اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے (انھوں نے یہ کام کیا) پھر انھوں

نے اس کا خیال نہ رکھا جیسے اس کا خیال رکھنے کا حق تھا، تو ہم نے ان لوگوں کو جو ان میں سے ایمان لائے ان کا اجر دے دیا اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کا یہ تسلسل قائم رکھا، موسیٰ، الیاس، داؤد، سلیمان اور دیگر انبیاء علیہم السلام آتے رہے، یہاں تک کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا، جو ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے تھے، اس لیے کہ ان کی ماں مریم علیہا السلام آل ابراہیم سے تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا کی تھی، تاکہ وہ اس کے مطابق لوگوں کی راہنمائی کریں۔ اسی کتاب نے ان کے حواریوں یعنی اولین پیروکاروں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے اور اپنی عام مخلوق کے لیے نرمی اور محبت ڈال دی تھی، اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب تک دنیا میں رہے انھیں نصیحت کرتے رہے کہ وہ یہودیوں کی طرح نہ بنیں، جن کے دل اللہ نے سخت بنا دیے تھے، بلکہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ شفقت و محبت اور حلم و بردباری کا برتاؤ کریں۔ ان تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ ان کے دل نرمی اور محبت کے خوگر ہو گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [ المائدۃ : ۸۲ ] ’’یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، سب لوگوں سے زیادہ سخت عداوت رکھنے والے یہود کو اور ان لوگوں کو پائے گا جنھوں نے شریک بنائے ہیں اور یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، ان میں سے دوستی میں سب سے قریب ان کو پائے گا جنھوں نے کہا بے شک ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ بے شک ان میں علماء اور راہب ہیں اور اس لیے کہ بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔‘‘ متبعین عیسیٰ علیہ السلام مذکورہ بالا خوبیوں کے ساتھ ایک خرابی میں بھی مبتلا ہو گئے۔ انھوں نے اللہ کی عبادت کی غرض سے دین عیسوی میں ایک بدعت ایجاد کر لی، جسے قرآن کریم نے ’’رہبانیت‘‘ کا نام دیا ہے اور جس کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اللہ کی رضا کے حصول کے لیے دنیا و مافیہا سے کنارہ کشی اختیار کر کے گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر اللہ کی یاد میں مشغول ہو جائے، لیکن عملی طور پر وہ لوگ اس کی کما حقہ پابندی نہ کر سکے، بلکہ مرور زمانہ کے ساتھ دین عیسوی سے دور ہوتے چلے گئے۔ دنیا دار بادشاہوں کی مرضی کے مطابق اللہ کی کتاب انجیل کو بدل ڈالا اور اس رہبانیت کو چھوڑ دیا جسے انھوں نے از خود ایجاد کیا تھا۔ صرف کچھ ہی لوگ صحیح دین پر قائم رہے اور شرک و بدعت سے بچے رہے، بعض نصاریٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان پر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اجر عظیم سے نوازا۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ : سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص یہ گواہی دے کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں، جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور اللہ کی طرف سے (آنے والی) ایک روح ہیں اور جنت حق ہے اور جہنم بھی حق

ہے (یعنی واقعی موجود ہیں)، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا، خواہ اس کے عمل کیسے ہی (معمولی) کیوں نہ ہوں۔" [ بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قوله تعالى : ﴿ يا أهل الكتاب ...... الخ ﴾ : ٣٤٣٥۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا : ٢٨ ]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب ایک آدمی اپنی لونڈی کی اچھی تربیت کرے، اسے اچھی تعلیم دے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کو دو ثواب ملتے ہیں اور جب ایک آدمی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر ایمان لائے، پھر مجھ پر بھی ایمان لائے، تو اسے بھی دو ثواب ملتے ہیں اور ایک غلام جب اپنے رب سے ڈرتا رہے (گناہوں سے بچتا رہے) اور اپنے آقا کی اطاعت کرتا رہے تو اسے بھی دو ثواب ملتے ہیں (یعنی دگنا ثواب یا دو طرح کے نیک اعمال کا ثواب ملتا ہے)۔" [ بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ واذكر في الكتب مريم ﴾ : ٣٤٤٦۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ ...... الخ : ١٥٤ ]

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمیوں نے امہات المومنین میں سے کسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ جب انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی تفصیل بتائی گئی تو انھوں نے اس عبادت کو (اپنے لیے) کم سمجھا (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عبادت کرنے کا ارادہ کیا)۔ انھوں نے کہا، ہمارا نبی سے کیا مقابلہ! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں، تو ان میں سے ایک نے کہا، میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا، میں ہمیشہ (دن کو) روزہ رکھوں گا، کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا، میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا، کبھی نکاح نہیں کروں گا (تاکہ ہر وقت عبادت میں لگا رہوں۔ ان لوگوں کی یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئیں تو آپ تشریف لائے اور فرمایا: "تم ہی وہ لوگ ہو جنھوں نے اس اس طرح کہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، لہٰذا جو شخص میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں۔" [ بخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح : ٥٠٦٣ ]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور ساری رات عبادت کرتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، جب میں آپ سے ملا تو آپ نے فرمایا: "کیا یہ خبر صحیح ہے جو مجھے پہنچی ہے کہ تو روزے رکھے جاتا ہے، افطار نہیں کرتا اور (رات بھر) نماز پڑھتا رہتا ہے؟ ایسا کر روزہ بھی رکھ اور افطار بھی کر، قیام بھی کر اور سو بھی، کیونکہ تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے، تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی اور بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔" میں نے عرض کی، مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا: "اچھا پھر

داؤد علیہ السلام جیسا روزہ رکھ۔'' میں نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ فرمایا: ''وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے اور دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہیں تھے۔'' پھر آپ نے دو بار فرمایا: ''جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس کا روزہ ہی نہیں۔'' [ بخاري، كتاب الصوم، باب حق الأهل في الصوم : ۱۹۷۷ ]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمھارے لیے ایسی روشنی کر دے گا جس کے ذریعے تم چلتے رہو گے اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہود و نصاریٰ کو مخاطب کیا ہے جو گزشتہ انبیاء پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے۔ انھیں ان کے دعویٰ کے مطابق اہل ایمان کا خطاب دے کر اللہ سے ڈرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے اور کہا ہے کہ اگر انھوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا اور اس کے مطابق عمل کیا تو انھیں دوہرا اجر ملے گا، ایک اجر گزشتہ نبی پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا، جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ دوہرا اجر عطا فرمائے گا، ایک اہل کتاب میں سے وہ آدمی جو اپنے نبی پر ایمان لایا، پھر مجھ پر ایمان لایا، اس کے لیے دوہرا اجر ہے اور وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرے، تو اس کے لیے بھی دوہرا اجر ہے اور وہ شخص جو اپنی لونڈی کو ادب سکھائے اور بہت اچھا ادب سکھائے، اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے، تو وہ بھی دوہرے اجر کا مستحق ہے۔'' [ بخاري، كتاب العلم، باب تعليم الرجل أمته وأهله : ۹۷۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ ...... الخ : ۱۵٤ ]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے چند مزدور کسی کام پر لگانا چاہے اور اعلان کیا کہ کوئی ہے جو مجھ سے ایک قیراط لے اور صبح کی نماز سے لے کر آدھے دن (ظہر) تک کام کرے؟ تو یہود نے وہ کام کیا۔ اس نے پھر کہا، اب جو ظہر سے عصر تک کام کرے اسے میں ایک قیراط دوں گا۔ اس پر نصرانی تیار ہوئے، انھوں نے کام کیا (اور اجرت لی)۔ اس نے پھر کہا، اب عصر سے مغرب تک جو کام کرے میں اسے دو قیراط دوں گا۔ سو وہ تم مسلمان ہو، اس پر یہود و نصاریٰ بگڑے اور کہنے لگے، کام ہم نے زیادہ کیا اور دام انھیں زیادہ ملے، ہمیں کم دیا گیا۔ تو اس نے انھیں کہا کہ میں نے تمھارا حق تو نہیں مارا؟ انھوں نے کہا، نہیں! ایسا تو نہیں ہوا۔ جواب ملا کہ پھر یہ میرا فضل ہے، جسے چاہوں دوں۔'' [ بخاري، كتاب الإجارة، باب الإجارة إلى نصف النهار : ۲۲٦۸۔ ترمذي، كتاب الأدب، باب ما جاء في مثل ابن آدم و أجله و أمله : ۲۸۷۱ ]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جس نے چند لوگوں کو پورے دن کے لیے اپنے ایک کام پر لگایا، اجرت بھی ٹھہرا لی تو انھوں نے ظہر تک اس کا کام کیا، پھر کہہ دیا کہ اب ہمیں ضرورت نہیں، جو ہم نے کام کیا ہم اس کی اجرت بھی نہیں چاہتے اور اب ہم کام بھی نہیں کریں گے۔ اس نے انھیں سمجھایا بھی کہ ایسا نہ کرو، کام پورا کرو اور مزدوری لے جاؤ، لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا اور کام ادھورا چھوڑ کر مزدوری لیے بغیر چلتے بنے۔ اس نے اور مزدور لگائے اور کہا، باقی کام شام تک تم پورا کر دو، تو میں پورے دن کی مزدوری تمھیں دوں گا۔ یہ کام پر لگ گئے، لیکن عصر کا وقت ہوا تو یہ بھی کام سے ہٹ گئے اور کہہ دیا کہ اب ہم سے نہیں ہو سکتا، ہمیں آپ کی اجرت نہیں چاہیے۔ اس نے انھیں سمجھایا کہ دیکھو اب تھوڑا سا دن باقی رہ گیا ہے، تم کام پورا کرو (اور اجرت لے جاؤ) لیکن یہ نہ مانے اور چلے گئے۔ اس نے پھر اور مزدور بلائے اور کہا، لو تم مغرب تک کام کرو اور دن بھر کی مزدوری لے جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے مغرب تک کام کیا اور ان دونوں جماعتوں کی اجرت بھی یہ لے گئے۔ پس یہ ہے ان کی مثال اور اس نور کی مثال جسے انھوں نے قبول کیا۔'' [ بخاری، کتاب الإجارۃ، باب الإجارۃ من العصر إلی اللیل : ۲۲۷۱ ]

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع

''تاکہ کتاب والے یہ نہ جانیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے اور (جان لیں) کہ یقیناً فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

یعنی اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے اور اپنے رسول پر ایمان لاؤ گے، تو وہ تمھیں وہ فرقان دے گا جس کا ذکر گزشتہ آیت میں کیا گیا ہے، تاکہ وہ اہل کتاب جو مسلمان نہیں ہوئے ہیں، وہ جان لیں کہ اللہ کا وہ فضل جو اس نے بطور خاص مسلمانوں کو دیا ہے، ان کے اختیار کی چیز نہیں ہے کہ اس میں سے جو چاہیں اپنے لیے خاص کر لیں اور کہیں کہ اللہ نے انھیں تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔ بلکہ تمام فضل صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس نے اس میں سے امت محمدیہ کو وہ فضل دیا ہے جو انھیں نہیں دیا ہے، یعنی نبوت، جس سے اللہ نے محمد ﷺ کو سرفراز کیا اور مومنین ان پر ایمان لائے اور اجر عظیم کے مستحق ہوئے۔

# سورۃ المجادلۃ مدنیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

قَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُکَ فِیۡ زَوۡجِہَا وَ تَشۡتَکِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ٭ۖ وَ اللّٰہُ یَسۡمَعُ تَحَاوُرَکُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۱﴾

''یقیناً اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تجھ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کی طرف شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب میاں بیوی میں لڑائی ہو جاتی اور خاوند غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو یوں کہہ دیتا کہ '' أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ '' ''تو میرے لیے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے'' تو اسے دائمی طلاق سمجھا جاتا تھا، جس کے بعد ان دونوں میاں بیوی کے مل بیٹھنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی تھی۔ اب واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک انصاری صحابی سیدنا اوس بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا میں لڑائی جھگڑا ہوا تو اوس بن صامت نے غصہ میں آ کر ظہار کے یہی الفاظ کہہ دیے۔ بعد میں فریقین کو سخت ندامت ہوئی۔ چونکہ اولاد بھی تھی، لہٰذا اولاد کے مستقبل نے کئی خطرات سامنے لا کھڑے کیے۔ خولہ بنت ثعلبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور اس کا حکم پوچھا، لیکن تا حال ظہار کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس لیے آپ نے کچھ توقف فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث و تکرار کرتی رہی، وہ کہنے لگی، یا رسول اللہ! میں نے جوانی اس کے ہاں گزاری، اب بڑھاپا کس کے پاس گزاروں گی؟ میری اولاد بھی ہے، اگر میں اولاد سے دستبردار ہو جاؤں تو اولاد بے توجہی کی نذر ہو جائے گی اور اگر اپنے پاس رکھوں تو ان کے اخراجات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں کرتی رہی، تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس کی فریاد سن لی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت

کی یہ ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی سماعت تمام آوازوں کو محیط ہے۔ خولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور وہ اپنے شوہر کی شکایت کر رہی تھیں۔ ان کی آواز مجھے نہیں سنائی دے رہی تھی مگر اللہ عزوجل نے (سن لی اور تب) یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ [ المجادلة : ۱ ] ”یقیناً اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تجھ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کی طرف شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“ [ نسائی، کتاب الطلاق، باب الظھار : ۳۴۹۰۔ مسند أحمد : ۴۶/۶، ح : ۲۴۲۵۰۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ وکان اللہ سمیعا علیما ﴾ : قبل الحدیث، تعلیقًا : ۷۳۸۶ ]

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَ الَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

”وہ لوگ جو تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں ان کے سوا کوئی نہیں جنھوں نے انھیں جنم دیا اور بلاشبہ وہ یقیناً ایک بری بات اور جھوٹ کہتے ہیں اور بلاشبہ اللہ یقیناً بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔ اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اس سے رجوع کر لیتے ہیں جو انھوں نے کہا، تو ایک گردن آزاد کرنا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یہ ہے وہ (کفارہ) جس کے ساتھ تم نصیحت کیے جاؤ گے، اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔ پھر جو شخص نہ پائے تو دو پے در پے مہینوں کا روزہ رکھنا ہے، اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، پھر جو اس کی (بھی) طاقت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی ناراضی کی وجہ سے اپنی بیوی سے کہہ دیتا ہے کہ تو میرے لیے میری ماں کی

پیٹھ کی مانند ہوگئی ہے، یعنی تو مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہوگئی ہے، تو ایسا کہہ دینے سے اس کی وہ بیوی ابدی حرمت میں اس کی ماں کی طرح نہیں ہو جاتی۔ ماں تو وہ ہوتی ہے جو اسے جنتی ہے۔ اس لیے حرمت میں اس کی بیوی اس کی ماں کی مانند نہیں ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے آگے اس کی اس بات پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا کہنا بہت ہی بری بات ہے جسے عقل مند لوگ گوارا نہیں کرتے اور شریف النفس لوگ اپنی زبان پر ایسی بات نہیں لاتے۔ اس کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ظہار ایک امر باطل ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کی زبان سے ایسی بری بات نکل جائے اور پھر اپنی غلطی پر نادم اور تائب ہوں تو اللہ ان کے اس گناہ کو معاف کر دے گا، اس لیے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور مغفرت فرمانے والا ہے۔

اگلی آیات میں ان لوگوں کے لیے حکم بیان کیا گیا ہے جو ظہار کرنے کے بعد اپنے فعل پر نادم ہوتے ہیں اور اپنی بیویوں کو دوبارہ اپنے لیے حلال بنانا چاہتے ہیں، تو ان پر جماع کرنے سے پہلے واجب ہے کہ وہ ایک مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کریں، اگر یہ میسر نہ ہو یا اس کی قیمت زیادہ ہو تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھیں اور اگر کسی وجہ سے اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظہار کا حکم اس لیے بیان کیا گیا ہے، تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس کے حکم پر عمل کرو، اس لیے کہ ایمان اعتقاد، قول اور عمل تینوں کے مجموعے کا نام ہے۔

سیدہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میرے اور اوس بن صامت کے سلسلہ میں اللہ عزوجل نے سورۂ مجادلہ کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ کہتی ہیں کہ میں ان کی بیوی تھی اور وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ ان کا مزاج خراب ہو گیا تھا اور وہ صدمہ سے دوچار تھے۔ ایک دن وہ میرے پاس آئے، میں نے انھیں کسی بات پر (سخت) جواب دے دیا، تو وہ غضب ناک ہو گئے اور کہا، تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے اور پھر وہ باہر چلے گئے۔ کچھ دیر تو وہ اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھے رہے، پھر میرے پاس آئے اور مجھ سے صحبت کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے کہا، ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے! تم مجھ سے صحبت نہیں کر سکتے، کیونکہ تم نے وہ بات کہہ دی جو تم نے کہی، یہاں تک کہ اللہ اور اس کا رسول ہمارے معاملہ میں فیصلہ فرما دیں۔ پھر وہ مجھ پر جھپٹا۔ میں اس سے (اپنے آپ کو) بچاتی رہی اور اس طرح اس پر غالب رہی جس طرح کوئی عورت بوڑھے مرد پر غالب آتی ہے۔ میں نے اسے اپنے اوپر سے ہٹا دیا۔ پھر میں اپنی ایک پڑوسن کے پاس گئی۔ میں نے اس کے کپڑے عاریتاً لیے اور باہر نکلی، یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی۔ اب میں آپ کے سامنے بیٹھ گئی اور میں نے آپ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ میں آپ سے اس کی بدخلقی کی شکایت کرتی رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: ”اے خولہ! تمھارے چچازاد بہت بوڑھے ہیں، لہٰذا ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔“ مگر اللہ کی قسم! میں وہاں سے نہ ٹلی، یہاں تک کہ میرے معاملہ میں قرآن مجید نازل ہوا۔ پھر

رسول اللہ ﷺ کو اس چیز نے ڈھانپ لیا جو (نزول وحی کے موقع پر) آپ کو ڈھانپ لیا کرتی تھی اور جب وہ کیفیت جاتی رہی تو آپ نے فرمایا: ”اے خولہ! تمھارے اور تمھارے شوہر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی ہے اور آپ نے میرے سامنے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [ المجادلة : ۱ تا ٤ ] پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”انھیں حکم دو کہ وہ ایک غلام آزاد کریں۔“ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ان کے پاس کوئی غلام نہیں ہے کہ جسے وہ آزاد کریں۔ آپ نے فرمایا: ”تو وہ دو ماہ کے متواتر روزے رکھیں۔“ میں نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! وہ بہت بوڑھے ہیں اور روزے بھی نہیں رکھ سکتے۔ آپ نے فرمایا: ”تو پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجور کھلائیں۔“ میں نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! (اتنی کھجور بھی) ان کے پاس نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہم ایک ٹوکرا کھجور سے ان کی مدد کریں گے۔“ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں بھی ایک ٹوکرا (کھجور) سے ان کی مدد کروں گی۔ آپ نے فرمایا: ”تم نے ٹھیک کہا اور اچھا کیا، اب تم جاؤ اور ان کی طرف سے (یہ کھجور) صدقہ کر دو اور اپنے چچا زاد سے اچھا سلوک کرتی رہو۔“ الغرض میں نے ایسا ہی کیا۔ [ مسند أحمد : ٦/ ٤١٠، ٤١١، ح : ٢٧٣٨٦ـ أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب فی الظهار : ٢٢١٤ ]

**ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا** : یعنی اگر کوئی آدمی ظہار کے بعد اپنی بیوی کے پاس جانا چاہتا ہے تو اس کے لیے کفارے سے قبل بوسہ یا مباشرت جائز نہیں ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور پھر کفارہ ادا کرنے سے قبل ہی اس سے مباشرت کر لی، آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! ایسا کیوں کیا؟“ اس نے کہا کہ چاند کی روشنی میں، میں نے اس کی پازیب کو دیکھ لیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”جب تک وہ کفارہ ادا نہ کر دو جس کا تمھیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کے قریب نہ جاؤ۔“ [ ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی المظاهر یواقع قبل أن یکفر : ١١٩٩ـ أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب فی الظهار : ٢٢٢١ ]

**فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا** : کفارے کی ادائیگی کے لیے اس ترتیب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، جیسا کہ اس شخص کے قصے سے ثابت ہے جس نے رمضان میں اپنی بیوی سے مجامعت کر لی تھی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا، یا رسول اللہ! میں تو تباہ ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ”کیا بات ہوئی؟“ اس نے کہا کہ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”کیا تمھارے پاس کوئی غلام ہے، جسے تم آزاد کر سکو؟“ اس نے کہا، نہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا: ”کیا پے در پے دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟“ اس نے عرض کی کہ نہیں، پھر آپ نے پوچھا: ”کیا تم میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت ہے؟“ اس

نے اس کا جواب بھی انکار میں دیا۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کچھ دیر وہیں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا رہا، ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک بڑا ٹوکرا پیش کیا گیا، جس میں کھجوریں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''سائل کہاں ہے؟'' اس نے کہا، میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اسے لے لو اور صدقہ کر دو۔'' اس شخص نے کہا، یا رسول اللہ! کیا میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم! ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ اس طرح ہنس پڑے کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اچھا جا! اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔'' [ بخاری، کتاب الصوم، باب إذا جامع فی رمضان ولم یکن له ...... الخ : ۱۹۳۶۔ مسلم، کتاب الصیام، باب تغلیظ تحریم الجماع ...... الخ : ۱۱۱۱ ]

مسکین کون ہوتا ہے، اس کی تعریف بیان کرتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس چکر لگاتا رہتا ہے اور وہ اسے ایک دو لقمے، یا ایک دو کھجوریں دے دیتے ہیں۔'' صحابہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مسکین تو وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں کہ اس کے ذریعے سے بے پروا ہو جائے (یعنی اس کی بنیادی ضروریات پوری ہو جائیں) اور نہ کوئی اس کا حال جانتا ہے کہ اس کو خیرات دے اور نہ وہ (خود) کھڑے ہو کر کسی چیز کا سوال کرتا ہے۔'' [ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنًی ...... الخ : ۱۰۳۹۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ عزوجل : ﴿ لا یسئلون الناس إلحافًا ﴾ : ۱۴۷۶ ]

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٦﴾

ع ۱

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل کیے جائیں گے، جیسے وہ لوگ ذلیل کیے گئے جو ان سے پہلے تھے اور بلاشبہ ہم نے واضح آیات نازل کی ہیں اور کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انھیں بتائے گا جو انھوں نے کیا۔ اللہ نے اسے محفوظ رکھا اور وہ اسے بھول گئے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔''

یہ آیت غزوۂ خندق سے پہلے نازل ہوئی تھی، اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بشارت دی ہے کہ قریش والے چاہے جتنی بھی فوج لے کر مدینہ پر چڑھائی کے لیے آجائیں، انھیں بہر حال منہ کی کھانا پڑے گی اور اللہ تعالیٰ انھیں ذلیل و رسوا کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھی کفارِ قریش کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور ان سے دشمنی کرتے ہیں، وہ ذلیل و رسوا کیے جائیں گے۔ اس لیے کہ ہم نے تو قرآن کریم میں ایسی

واضح اور صریح آیتیں نازل کر دی ہیں جو ہمارے رسول کی نبوت اور ان کی دعوت کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کے باوجود جو لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور اللہ کی حدود کو پامال کریں گے، ہم انھیں دنیا میں ذلیل و رسوا کریں گے اور آخرت میں ایسے کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴾ [ الأحقاف: ۲۰ ] ”اور جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے، تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے جا چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے، سو آج تمھیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا، اس لیے کہ تم زمین میں کسی حق کے بغیر تکبر کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔“

اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کی متعین کردہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ دنیا میں بھی رسوا کرے گا اور آخرت میں ان کو دردناک عذاب دے گا۔ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کرے گا اور انھیں ان کے کیے کی خبر دے گا۔ انھوں نے دنیا میں ان گناہوں کا ارتکاب کیا اور بھول گئے، لیکن اللہ نہیں بھولا، اس نے تو ایک ایک چیز کو لکھ رکھا ہے، کوئی چیز اس کے احاطۂ علم سے خارج نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝ يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴾ [ القیامۃ: ۱۲، ۱۳ ] ”اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا ٹھہرنا ہے۔ اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔“

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ کوئی پانچ آدمیوں کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں، پھر وہ انھیں قیامت کے دن بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

فرمایا کہ اے میرے رسول! کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چھوٹی اور بڑی بات کو جانتا ہے؟ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے، اس کے احاطۂ علم کا حال تو یہ ہے کہ اگر تین آدمی آپس میں سرگوشی کرتے ہیں تو ان کے

ساتھ چوتھا وہ ہوتا ہے اور اگر سرگوشی کرنے والے پانچ ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ چھٹا وہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ اس سے کم ہوں یا زیادہ اور جہاں کہیں بھی ہوں، وہ ہر حال میں ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کی تمام سرگوشیوں پر مطلع ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ [ التوبۃ: ۷۸ ] ''کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ان کا راز اور ان کی سرگوشی جانتا ہے اور یہ کہ بلا شک اللہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴾ [ الزخرف: ۸۰ ] ''یا وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرگوشی نہیں سنتے، کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (ایک سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم کسی گھاٹی پر چڑھتے تو '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' اور '' اَللّٰهُ اَكْبَرُ '' کہتے اور ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں، تو آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو، اس لیے کہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے، (تم جس کو پکار رہے ہو) وہ تو تمھارے ساتھ ہے، وہ سمیع ہے اور قریب ہے۔ اس کا نام برکت والا ہے اور اس کی بزرگی بلند و بالا ہے۔'' [ بخاری، کتاب الجهاد، باب ما يكره من رفع الصوت في التكبير : ۲۹۹۲۔ مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر ...... الخ : ۲۷۰٤ ]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ يَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ٞ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ يَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۸

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا، پھر وہ اس چیز کی طرف لوٹتے ہیں جس سے انھیں منع کیا گیا اور آپس میں گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی کرتے ہیں اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو (ان لفظوں کے ساتھ) تجھے سلام کہتے ہیں جن کے ساتھ اللہ نے تجھے سلام نہیں کہا اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں اس پر سزا کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟ انھیں جہنم ہی کافی ہے، وہ اس میں داخل ہوں گے، پس وہ برا ٹھکانا ہے۔''

اس آیت میں ان لوگوں سے مراد مدینہ کے یہود و منافقین ہیں۔ جب مسلمان یہود و منافقین کے پاس سے گزرتے تو وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگتے، تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ وہ ان کے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں، یا مسلمانوں کے کسی لشکر پر دشمن نے حملہ کر کے نقصان پہنچایا ہے جس کی خبر ان کے پاس ہے۔ مسلمان ان باتوں سے خوف زدہ ہو جاتے

تھے۔ ان کا مقصد بھی یہی ہوتا تھا کہ مسلمانوں کے درمیان خوف پیدا کریں، نبی کریم ﷺ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے سرگوشی کرنے سے منع فرما دیا، لیکن یہود و منافقین اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کا پردہ چاک کر دیا کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں اور آپس میں مسلمانوں کے خلاف ظلم و عدوان اور نبی کریم ﷺ کی عدمِ اطاعت کے بارے میں سرگوشی کرتے ہیں۔ ان کا خبثِ باطن اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے پاس آتے ہیں تو سلام کہنے کے بجائے گالی دیتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر اللہ انھیں عذاب کیوں نہیں دیتا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حیرت کا جواب یہ دیا کہ وہ عذاب انھیں قیامت کے دن ملے گا، جب انھیں جہنم میں جلنے کے لیے ڈال دیا جائے گا، جو بڑا ہی برا ٹھکانا ہوگا۔

**وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ** : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: " اَلسَّامُ عَلَيْكَ، يَا اَبَا الْقَاسِمِ !" "اے ابو القاسم! تمھیں موت آئے۔" آپ ﷺ نے جواب دیا: « وَعَلَيْكُمْ » "بلکہ تمھیں ہی (موت) آئے۔" عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: « بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَالذَّامُ » "بلکہ تمھیں ہی موت آئے اور ذلت (تمھارا مقدر بنے)۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے عائشہ! تو تو اپنی زبان سے نازیبا الفاظ ادا نہ کر۔" عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کیا آپ نے نہیں سنا جو انھوں نے کہا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں نے ان کی (غلط) بات کو انھی پر لوٹا نہیں دیا؟ میں نے انھیں جواب دیا تھا: « وَعَلَيْكُمْ » (کہ ذلت والی موت تمھارا ہی مقدر بنے)۔" [ مسلم، کتاب السلام، باب النهی عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام ...... الخ : ۲۱۶۵/۱۱۔ مسند أحمد : ۲۲۹/۶، ح : ۲۵۹۷۸ ]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا، اس نے آپ ﷺ سے کہا، "اَلسَّامُ عَلَيْكَ" "تمھیں موت آئے۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « وَ عَلَيْكَ » "اور تمھیں بھی۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) پوچھا: "تم جانتے ہو کہ وہ کیا کہہ رہا تھا؟ وہ کہہ رہا تھا، " اَلسَّامُ عَلَيْكَ " "تمھیں موت آئے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں! (ہاں) جب اہل کتاب تمھیں سلام کیا کریں تو تم انھیں (صرف) " وَ عَلَيْكُمْ " کہہ دیا کرو۔" [ بخاری، کتاب استتابة المرتدين، باب إذا عرّض الذمي أو غيره ...... الخ : ۶۹۲۶ ]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب یہودی تمھیں سلام کہتے ہیں تو (وہ سلام کے بجائے) "اَلسَّامُ عَلَيْكَ" کہتے ہیں، تو ان کے جواب میں تم فقط " وَ عَلَيْكَ " کہہ دیا کرو۔" [ بخاری، کتاب الاستئذان، باب کیف یرد علی أهل الذمة السلام ؟ : ۶۲۵۷ ]

**وَيَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ** : سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودی رسول اللہ ﷺ سے کہتے: "سَامٌ عَلَيْكَ !" "تم مر جاؤ۔" اور پھر اپنے دل میں کہتے کہ ہم جو کہتے ہیں اس کی وجہ سے اللہ ہمیں عذاب کیوں

نہیں دیتا؟ تو اس کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ يَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [ المجادلة : ۸ ][ مسند أحمد : ۱۷۰/۲، ح : ۶۵۹۷ ]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ یہ سرگوشی تو شیطان ہی کی طرف سے ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر انھیں ہرگز کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود و منافقین کی طرح ظلم و عدوان اور نبی کریم ﷺ کی عدم اطاعت کے بارے میں سرگوشی سے منع فرمایا ہے، کیونکہ یہ مومن کی شان کے خلاف بات ہے اور انھیں نصیحت کی ہے کہ اگر وہ سرگوشی کریں تو ایسی باتوں کی کریں کہ جن میں اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی ہو اور اللہ کی بندگی اور اس کے رسول کی اطاعت کی بات ہو۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ مسلمان اپنے دشمنوں یعنی یہود و منافقین کی سرگوشیوں سے پریشان نہ ہوں۔ انھیں شیطان سرگوشیوں پر ابھارتا ہے، تاکہ مسلمانوں کو غم وفکر لاحق ہو، لیکن انھیں ان سرگوشیوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، الا یہ کہ جو اللہ چاہے۔ اس لیے مومنوں کو دشمنوں کی سرگوشیوں سے غمگین نہیں ہونا چاہیے اور اپنے رب کی نصیحتوں پر عمل پیرا ہو کر اسی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو دشمن کی چالیں ناکام ہوں گی اور انھیں منہ کی کھانا پڑے گی۔

احادیث میں سرگوشی سے ممانعت آئی ہے، جب اس سے کسی مومن کو ایذا پہنچتی ہو، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم تین آدمی ہو تو ایک کو علیحدہ چھوڑ کر دو سرگوشی نہ کریں، یہاں تک کہ تم لوگوں سے گھل مل جاؤ (یعنی اگر تم تین سے زیادہ ہو تو پھر دو سرگوشی کر سکتے ہیں)، کیونکہ اس سے تیسرے کو رنج ہو گا۔“ [ بخاري، كتاب الاستئذان، باب إذا كانوا أكثر من ثلاثة فلا بأس بالمسارة والمناجاة : ۶۲۹۰۔ مسلم، كتاب السلام، باب تحريم مناجاة الاثنين دون الثالث بغير رضاه : ۲۱۸۴ ]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم تین ہو تو (تیسرے کی اجازت کے بغیر) دو آپس میں سرگوشی نہ کریں، کیونکہ یہ (بات) اسے غم ناک کر دے گی۔“ [ مسلم، کتاب السلام، باب تحریم مناجاة الاثنین دون الثالث ...... الخ : ٢١٨٣ ]

اگر لوگ تین سے زیادہ ہوں، تو ان میں سے دو آپس میں سرگوشی کر سکتے ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی کی تھی، جس سے ایک بار تو وہ رونے لگیں اور دوسری دفعہ ہنس دیں اور اس وقت آپ کی بیویاں آپ کے پاس موجود تھیں۔ [ بخاری، کتاب الاستئذان، باب من ناجی بین الناس ...... الخ : ٦٢٨٥ ]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ اِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل جاؤ تو کھل جاؤ، اللہ تمھارے لیے فراخی کر دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ، اللہ ان لوگوں کو درجوں میں بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔“

اس آیت میں آداب مجلس کی تعلیم دی گئی ہے۔ کچھ لوگ جب کسی کو آتا دیکھتے تو اسے جگہ دینے سے کتراتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں نصیحت کی کہ وہ ایک دوسرے کے لیے وسعت پیدا کریں اور اس کا اجر وثواب یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے جگہ، روزی اور سینوں میں کشادگی دے گا۔ آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنو! جب تمھیں جہاد، نماز یا کسی بھی عمل خیر کے لیے کہا جائے کہ مجالس میں اپنی جگہ سے اٹھ جاؤ، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس سے تمھیں اٹھ جانے کے لیے کہا جائے، تاکہ تم اپنی طویل بیٹھک سے انھیں پریشان نہ کرو تو تمھیں فوراً بات مان لینی چاہیے۔ اس کا اجر و ثواب اللہ نے یہ بتایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں گے، یعنی ان کی اطاعت کریں گے اور اللہ کے احکام کا علم حاصل کر کے ان کے مطابق عمل کریں گے، تو اللہ دنیا و آخرت دونوں جگہ ان کے درجات بلند کرے گا۔

آداب مجلس کے سلسلہ میں وارد چند احادیث درج ذیل ہیں۔

سیدنا ابو واقد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، لوگ بھی آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں تین آدمی آئے۔ ان میں سے دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور ایک چل دیا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے مجلس میں کچھ خالی جگہ دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا، دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ موڑ کر جا رہا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (وعظ سے) فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ”کیا میں

تمھیں تین آدمیوں کا حال نہ بتاؤں، ان میں سے ایک نے اللہ سے جگہ طلب کی، اللہ نے اس کو جگہ دے دی، دوسرے نے شرم کی تو اللہ نے بھی اس سے شرم کی اور تیسرے نے منہ پھیر لیا، تو اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔“ [ بخاری، کتاب العلم، باب من قعد حیث ینتھی به المجلس ...... الخ : ٦٦۔ مسلم، کتاب السلام، باب من أتی مجلسًا فوجد فرجة فجلس فیھا و إلا ورائھم : ٢١٧٦ ]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی آدمی ( مجلس میں بیٹھے ہوئے ) کسی شخص کو اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھے، بلکہ تم پھیل جاؤ اور ( دوسروں کو ) جگہ دو۔“ [ مسلم، کتاب السلام، باب تحریم إقامة الإنسان من موضعه ...... الخ : ٢١٧٧/٢٨۔ بخاری، کتاب الاستئذان، باب ﴿ إذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا ﴾ : ٦٢٧٠ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہو، پھر لوٹ کر آئے تو وہ اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔“ [ مسلم، کتاب السلام، باب إذا قام من مجلسه ثم عاد فھو أحق به : ٢١٧٩ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے، پھر وہ لوگ اس مجلس میں نہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، تو وہ مجلس قیامت کے دن ان کے لیے باعث حسرت ہو گی۔“ [ مسند أحمد : ٤٨١/٢، ح : ١٠٢٥٤ ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا، پھر بھی وہ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کو برا جانتے ہیں۔ [ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی کراھیة قیام الرجل للرجل : ٢٧٥٤ ]

**یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ** : ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نافع بن عبد الحارث نے مقام ”عسفان“ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ وادی مکہ میں اپنا قائم مقام کس کو بنا کر آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں ابن ابزیٰ کو قائم مقام بنا کر آیا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، ابن ابزیٰ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ وہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایک آزاد کردہ غلام کو اپنا قائم مقام بنا آئے ہو؟ انھوں نے عرض کی، امیر المومنین! اس لیے کہ وہ کتاب اللہ کا قاری ہے، میراث کا عالم ہے اور قاضی ہے۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”اس کتاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو سر بلندی عطا فرما دیتا ہے اور کچھ کو اس سے ( اعراض کرنے کی وجہ سے ) پست کر دیتا ہے۔“ [ مسند أحمد : ٣٥/١، ح : ٢٣٤ ]

**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ**

ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ پیش کرو، یہ تمھارے لیے زیادہ اچھا اور زیادہ پاکیزہ ہے، پھر اگر نہ پاؤ تو یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ کیا تم اس سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقے پیش کرو، سو جب تم نے ایسا نہیں کیا اور اللہ نے تم پر مہربانی فرمائی تو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

یہ آیت بعض منافقین کے بارے میں نازل ہوئی، جن کی یہ عادت تھی کہ محض اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے اور بڑائی جتانے کی خاطر آپ سے سرگوشی شروع کر دیتے اور بے کار باتوں میں آپ کا وقت ضائع کر دیتے تھے، اس وجہ سے دوسروں کو آپ سے استفادہ کا وقت کم ملتا تھا۔ آپ ہر ایک کی بات سننے کو تیار ہو جاتے اور مروت اور اخلاق کی وجہ سے کسی کو منع نہ فرماتے۔ اس سے کئی قسم کے نقصان ہو رہے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے خود ہی ایسی آزادی پر پابندی لگا دی اور آپ سے سرگوشی سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ منافقین مخلص نہ ہونے کی وجہ سے اور مال کی محبت میں سرگوشی سے رک گئے۔ لیکن غریب مسلمانوں پر یہ حکم شاق گزرا، وہ نبی کریم ﷺ سے ضروری مسائل پوچھنا چاہتے، لیکن صدقہ کے لیے مال نہ ہونے کی وجہ سے آپ سے بات نہ کر پاتے۔ چنانچہ چند ہی دنوں بعد صدقہ دینے کا حکم منسوخ ہو گیا اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے بات کرتے وقت ان کا غایت درجہ احترام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دینا تمھارے لیے ہر طرح سے بہتر ہے، تمھیں اس کا کئی گنا اجر و ثواب ملے گا اور تمھارے غریب مسلمان بھائیوں کا بھلا ہو گا۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ اگر صدقہ دینے کے لیے تمھارے پاس مال نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ یہ کام مسلمانوں کے لیے شاق تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا ہے۔ اب تم نمازوں کو قائم رکھو، زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، یعنی فرائض و احکام کی پابندی اس صدقے کا بدل بن جائے گی، جسے اللہ تعالیٰ نے تمھاری تخفیف کے لیے معاف فرما دیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لَا مِنْهُمْ ۙ وَ يَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا

﴿ يَعْمَلُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾

’’کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے ان لوگوں کو دوست بنا لیا جن پر اللہ غصے ہوگیا، وہ نہ تم سے ہیں اور نہ ان سے اور وہ جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے بہت سخت عذاب تیار کیا ہے، بے شک یہ لوگ، برا ہے جو کچھ کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ایک طرح کی ڈھال بنا لیا، پس انھوں نے اللہ کی راہ سے روکا، سو ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے اموال اللہ کے مقابلے میں ہرگز ان کے کسی کام نہ آئیں گے اور نہ ہی ان کی اولاد۔ یہ لوگ آگ میں رہنے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی تردید فرمائی ہے جو خفیہ طور پر کفار سے دوستی رکھتے تھے، لیکن درحقیقت وہ نہ کفار کے ساتھ تھے اور نہ مومنوں کے ساتھ، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖۗ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴾ [ النساء : ١٤٣ ] ’’اس کے درمیان متردد ہیں، نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہ پائے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ ﴾ [ الحشر : ١١ ] ’’کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے منافقت کی، وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنھوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا، یقیناً اگر تمھیں نکالا گیا تو ضرور بالضرور ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے۔‘‘

منافقین نے اسلام دشمنی میں یہودیوں کو اپنا دوست بنا رکھا تھا۔ یہودیوں سے ان کی دوستی بھی ذاتی مفاد کے لیے تھی اور ایمان والوں سے اپنے ایمان کا اقرار بھی مطلب کے لیے تھا۔ حقیقت میں نہ وہ یہودیوں کے دوست تھے اور نہ ایمان والوں کے۔ ان کے لیے اللہ نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ وہ اس سے بچ نہیں سکتے، اگرچہ دنیا میں جھوٹی قسمیں کھا کر سزا سے بچ جاتے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو سزا سے بچنے کے لیے ڈھال بنا رکھا ہے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روک رہے ہیں، ان کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [ المنافقون : ١ ] ’’جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہ تو یقیناً اس کا رسول ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ٞ وَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [ التوبة : ٩٥، ٩٦ ] ''عنقریب وہ تمھارے لیے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، تاکہ تم ان سے توجہ ہٹا لو۔ سو ان سے بے توجہی کرو، بے شک وہ گندے ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اس کے بدلے جو وہ کماتے رہے ہیں۔ تمھارے لیے قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔''

آخری آیت میں فرمایا کہ اس دن ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلے میں ان کے کسی کام نہیں آئے گی اور ان کا ٹھکانا ہمیشہ کے لیے جہنم ہوگا۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٨﴾

''جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو وہ اس کے سامنے قسمیں کھائیں گے جس طرح تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور گمان کریں گے کہ بے شک وہ کسی چیز پر (قائم) ہیں، سن لو! یقیناً وہی اصل جھوٹے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں دوبارہ زندہ کرے گا، تو نفاق میں اپنی مہارت اور رسوخ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی اپنی صداقت و اخلاص ثابت کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھانے لگیں گے کہ جس طرح دنیا میں جھوٹی قسموں کے ذریعے سے مسلمانوں کو باور کراتے تھے کہ وہ بھی مخلص مسلمان ہیں، لیکن اس بات کو بھول جائیں گے کہ وہ آخرت میں جھوٹی قسمیں اس علام الغیوب کے سامنے کھا رہے ہیں کہ جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوں گے کہ ان کی جھوٹی قسمیں انھیں کچھ فائدہ پہنچائیں گی۔ آخر میں پھر فرمایا کہ ان سے بدترین جھوٹا اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ اپنی جھوٹی قسموں کے ذریعے سے علام الغیوب کو اپنے سچے ہونے کا یقین دلانا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کی قسموں کا اب کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ [ التوبة: ٦٢ ] ''تمھارے لیے اللہ کی قسم کھاتے ہیں، تاکہ تمھیں خوش کریں، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے خوش کریں، اگر وہ مومن ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجروں میں سے ایک حجرے کے سائے میں تشریف فرما تھے اور صحابہ بھی آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ سائے والی جگہ کم تھی اور لوگ بمشکل اس میں پناہ لیے بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''دیکھو! ابھی تمھارے پاس ایک شخص آئے گا جو تمھاری طرف شیطانی نگاہ سے دیکھتا ہے، وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔'' چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں ایک نیل گوں آنکھوں والا شخص آگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے

پاس بلا کر فرمایا: ''تو اور فلاں فلاں مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو؟'' آپ نے ان کے نام لیے۔ اس نے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں، میں انھیں لے کر آتا ہوں، پھر وہ انھیں لے کر آیا اور انھوں نے اللہ کی قسمیں کھائیں (کہ ہم نے ایسی کوئی بات نہیں کی) اور انھوں نے آپ سے معذرت کی۔ چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ﴾ [ المجادلة : ۱۸ ][ مسند أحمد : ۱/۲٦۷، ح : ۲٤۱۱۔ مستدرك حاكم : ۲/٤۸۲، ح : ۳۷۹۵ ]

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۹

''شیطان ان پر غالب آ گیا، سو اس نے انھیں اللہ کی یاد بھلا دی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو! یقیناً شیطان کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے دل و دماغ پر شیطان مسلط ہو گیا ہے، جس کے سبب جھوٹ بولنا ان کی فطرت ثانیہ بن گئی ہے۔ وہ دنیا کی رنگینیوں اور عارضی لذتوں میں ڈوب کر اللہ کی یاد سے یکسر غافل ہو گئے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ جو اوصاف رذیلہ اور صفاتِ خبیثہ اوپر بیان کی گئی ہیں، ان سے متصف لوگ ہی دراصل شیطان کی جماعت کے لوگ ہیں، جو زمین میں فساد پھیلانے میں اس کی پیروی کرتے ہیں، لیکن انھیں جان لینا چاہیے کہ شیطان ان کے کام نہیں آئے گا اور وہ دونوں جہاں کی سعادتوں سے محروم رہیں گے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ : سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کسی بستی یا جنگل میں تین شخص بھی ہوں اور ان میں نماز با جماعت کا اہتمام نہ ہو، تو شیطان ان پر مسلط جاتا ہے۔ سو تو جماعت کو لازم پکڑے رہ، بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔'' سائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہاں جماعت سے مراد نماز با جماعت ادا کرنا ہے۔ [ أبو داؤد، کتاب الصلوة، باب التشديد فی ترك الجماعة : ٥٤٧۔ نسائی، کتاب الإمامة، باب التشديد فی ترك الجماعة : ٨٤٨۔ مسند أحمد : ٥/١٩٦، ح : ٢١٧٦٨ ]

ابوالعلاء سے روایت ہے کہ سیدنا عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! شیطان میرے اور میری نماز و قراءت میں حائل ہو جاتا ہے اور مجھے قرآن بھلا دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس شیطان کا نام 'خنزب' ہے جب تجھے اس شیطان کا اثر معلوم ہو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگ اور (نماز کے اندر ہی) اپنی بائیں طرف تین بار تھوک لے۔'' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو مجھ سے دور کر دیا۔ [ مسلم، کتاب السلام، باب التعوذ من شيطان الوسوسة فی الصلوة : ٢٢٠٣ ]

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝۲۰ ﴾

’’بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہی سب سے زیادہ ذلیل ہونے والوں میں سے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ دشمنی رکھنے والے کفار کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلیل ترین لوگ ہیں، انھیں کبھی عزت نہیں مل سکتی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ [ المجادلة : ۵، ۶ ] ’’بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل کیے جائیں گے، جیسے وہ لوگ ذلیل کیے گئے جو ان سے پہلے تھے اور بلاشبہ ہم نے واضح آیات نازل کی ہیں اور کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انھیں بتائے گا جو انھوں نے کیا۔ اللہ نے اسے محفوظ رکھا اور وہ اسے بھول گئے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴾ [ التوبة : ۶۳ ] ’’کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے، یہی بہت بڑی رسوائی ہے۔‘‘

﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۱ ﴾

’’اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ محفوظ میں یہ حکم درج فرما دیا ہے، اس کی نہ مخالفت کی جا سکتی ہے، نہ اسے ٹالا جا سکتا ہے اور نہ اسے کوئی بدل سکتا ہے کہ دنیا و آخرت میں فتح و نصرت صرف اس کی ذات پاک کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسولوں کے لیے اور مومنوں کے لیے ہے اور اچھا انجام بھی پرہیز گاروں ہی کا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ [ المؤمن : ۵۱ ] ’’بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [ الصافات : ۱۷۱ تا ۱۷۳ ] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔‘‘

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ

كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾

”تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔“

اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کا ذکر کیے جانے کے بعد اب ان اہل ایمان کا ذکر کیا جا رہا ہے جو کسی بھی حال میں اللہ کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتے۔ اس لیے کہ ایمان باللہ اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔ مقصود اس آیت کریمہ سے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کی دوستی سے ممانعت میں مبالغہ ہے۔ یعنی مومن کو کافروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ان کے ساتھ اختلاط سے بالکل اجتناب کرنا چاہیے اور اس معاملے میں مومن کے دل میں ذرا سی بھی لچک پیدا نہیں ہونی چاہیے۔ اسی بات کو مبالغہ کی حد تک ذہن نشین کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چاہے وہ اللہ کے دشمن تمھارے باپ، بیٹے اور بھائی یا دیگر قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ ایمان مومن سے تقاضا کرتا ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ﴾ [ آل عمران : ۲۸ ] ”ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح بچنا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ

﴿فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ [ التوبة: ۲۳، ۲۴ ] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ( سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ) روایت بیان کرتے ہیں کہ جب ( غزوۂ بدر میں ) قیدی گرفتار ہو کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ”تمھاری ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟“ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے نبی ! وہ ہمارے چچازاد اور ہماری برادری کے لوگ ہیں، لہٰذا میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں، اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ اس مال سے کافروں کے مقابلے میں ہماری دفاعی قوت مضبوط ہوگی۔ دوسرا فائدہ یہ کہ ممکن ہے اللہ ان قیدیوں کو اسلام کی طرف لا کر ہدایت سے نواز دے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ( سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ) پوچھا: ”اے ابن خطاب ! تمھاری کیا رائے ہے؟“ عمر رضی اللہ عنہ نے (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے کی نفی کرتے ہوئے ) کہا، نہیں، اللہ کی قسم ! اے اللہ کے رسول ! میری رائے وہ نہیں ہے جو ابو بکر کی ہے، میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان قیدیوں کو ہمارے سپرد کر دیں تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ علی کا بھائی عقیل اس کے سپرد کیا جائے، وہ اس کی گردن اڑائے اور میرے فلاں عزیز کو میرے سپرد کیجیے، میں اس کی گردن اڑاتا ہوں، کیونکہ یہ لوگ کفر کے سردار اور کفار کے رؤسا ہیں۔ [ مسلم، كتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر و إباحة الغنائم : ۱۷۶۳ ]

اللہ تعالیٰ نے ایسے مومنوں کے بارے میں فرمایا کہ اس نے ان کے دلوں میں ایمان کو راسخ کر دیا ہے اور دنیا میں انھیں اپنی نصرتِ خاص سے نوازا ہے، یعنی ان کے دشمنوں کو مغلوب کیا ہے۔ آخرت میں ان کا مقام جنت ہوگا جس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کا اللہ ان سے راضی ہو جائے گا۔ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے گا اور مومنین اپنے رب کی گوناگوں نعمتیں پا کر خوش ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں یہی لوگ اللہ کی جماعت کے افراد ہیں اور اللہ کی جماعت کے لوگ ہی دنیا اور آخرت میں سعادت اور کامیابی پانے والے ہیں۔

# سورۃ الحشر مدنیۃ

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ حشر کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[ بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ : ۴۸۸۲۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی سورة براءة والأنفال والحشر : ۳۰۳۱ ]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

''اللہ کا پاک ہونا بیان کیا ہر چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جتنے حیوانات، نباتات اور جمادات ہیں، سب اللہ کی پاکی اور بڑائی بیان کرتے ہیں اور اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ وہ ذات برحق اپنے لیے کسی قسم کے ساجھی اور اولاد وغیرہ سے پاک ہے۔ وہ اکیلا ہے اور ہر قسم کی عبادت کا تنہا حق دار ہے۔ ربوبیت، الوہیت، علم، قدرت اور مخلوقات کی تدبیر میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ﴾ [ بنی إسرائیل : ۴۴ ] ''ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔''

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ

لَمْ یَحْتَسِبُوْا ۚ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَ اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ②

''وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا پہلے اکٹھ ہی میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تم نے گمان نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ یقیناً ان کے قلعے انھیں اللہ سے بچانے والے ہیں۔ تو اللہ ان کے پاس آیا جہاں سے انھوں نے گمان نہیں کیا تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں کے ساتھ برباد کر رہے تھے، پس عبرت حاصل کرواے آنکھوں والو!''

اس آیت میں اہل کتاب کافروں سے مراد بنونضیر ہیں جو ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ یہ لوگ رومانیوں کے ظلم سے تنگ آ کر مدینہ چلے آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انتظار کرتے تھے، لیکن جب آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ سے دشمنی کرنے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ نے انھیں مدینہ سے جلا وطن کر دیا۔ اس آیت میں ''اول حشر'' سے مراد مدینہ سے خیبر کی طرف جلا وطن ہونا اور دوسرا حشر خیبر سے شام کی طرف ان کی جلاوطنی ہے جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوئی۔ آخری حشر قیامت کے دن ہوگا اور سرزمین شام ہی میدانِ محشر بنے گی۔

بنونضیر کے قلعے بڑے مضبوط تھے اور وہ اپنی حفاظت کے لیے ہر طرح کا ساز و سامان بھی رکھتے تھے، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ اپنے محلات اور قلعے چھوڑ کر جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْیَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَیْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴾ [ النحل : ۲۶ ] ''یقیناً ان لوگوں نے تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے تو اللہ ان کی عمارت کو بنیادوں سے آیا۔ پس ان پر ان کے اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ انھوں نے اپنی جلاوطنی قبول کر لی اور اپنے گھروں اور مال و دولت کو چھوڑ کر وہاں سے ہمیشہ کے لیے نکل گئے۔ آگے فرمایا کہ جب انھیں اپنی جلاوطنی کا یقین ہو گیا تو سوچا کہ اب ان گھروں پر مسلمان قابض ہو جائیں گے، اس لیے انھوں نے شدتِ حسد میں ان گھروں کو اندر سے خراب کرنا شروع کر دیا، جبکہ مسلمان انھیں مزید تکلیف پہنچانے کے لیے ان گھروں کو باہر سے خراب کرنے لگے اور ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹنے لگے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت کی ہے کہ زمین میں فساد پھیلانے والوں پر کس طرح اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے اور اللہ کے وعدۂ نصرت و تائید اور اپنے دشمنوں کے لیے انجامِ بد کی وعید دونوں میں کتنی صداقت ہوتی ہے۔

وَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمُ الۡجَلَآءَ لَعَذَّبَہُمۡ فِی الدُّنۡیَا ؕ وَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابُ النَّارِ ﴿۳﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ شَآقُّوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ۚ وَ مَنۡ یُّشَآقِّ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۴﴾

”اور اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر جلا وطن ہونا لکھ دیا تھا تو یقیناً وہ انھیں دنیا میں سزا دیتا اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو بلاشبہ اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ان کی قسمت میں جلاوطنی نہ لکھ دی گئی ہوتی تو اللہ تعالیٰ بنوقریظہ کی طرح انھیں بھی دنیا میں قید و بند اور قتل کی سزا دیتا اور آخرت میں جہنم کی آگ تو ان کا انتظار کر ہی رہی ہے۔ وہ اس دنیاوی اور اخروی سزا اور عذاب کے مستحق اس لیے ہوئے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور تمام وعدوں کو توڑ دیا اور جن کے کرتوت ایسے ہوتے ہیں تو اللہ انھیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ بڑا ہی سخت عذاب دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ شَآقُّوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ۚ وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴾ [ الأنفال: ۱۳ ] ”یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴾ [ النساء : ۱۱۵ ] ”اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔“

مَا قَطَعۡتُمۡ مِّنۡ لِّیۡنَۃٍ اَوۡ تَرَکۡتُمُوۡہَا قَآئِمَۃً عَلٰۤی اُصُوۡلِہَا فَبِاِذۡنِ اللّٰہِ وَ لِیُخۡزِیَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۵﴾

”جو بھی کھجور کا درخت تم نے کاٹا، یا اسے اس کی جڑوں پر کھڑا چھوڑا تو وہ اللہ کی اجازت سے تھا اور تا کہ وہ نافرمانوں کو ذلیل کرے۔“

جب رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کا محاصرہ کر لیا تو انھیں ذلیل و رسوا کرنے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان کی کھجوروں کے بعض درخت کاٹ ڈالیں۔ چنانچہ انھوں نے بعض درخت کاٹ ڈالے، تو بنونضیر نے رسول اللہ ﷺ کو کہلا بھیجا کہ تم تو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے ہو، پھر درختوں کو کاٹنے کا

کیسے حکم دیتے ہو؟ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپ کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فعل کو جائز قرار دیا، بلکہ یہ کہا کہ جو کچھ ہوا اللہ کے حکم سے ہوا اور اس لیے ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کرے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کی کھجوروں کے باغات کٹوا دیے تھے اور ان کے درختوں کو کٹوا دیا تھا، یہ باغات مقام بویرہ میں تھے۔[ بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني النضير ...... الخ : ٤٠٣١۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب جواز قطع أشجار الكفار و تحريقها : ١٧٤٦ ]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنونضیر اور بنوقریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کی۔ آپ نے بنونضیر کو جلاوطن کر دیا اور بنوقریظہ کو احسان کرتے ہوئے مدینہ ہی میں رہنے دیا۔ بالآخر اس کے بعد جب یہ (دوبارہ) مقابلے پر آئے (اور منہ کی کھائی) تو ان کے لڑنے والے مرد تو قتل ہوئے اور عورتیں، بچے اور مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے۔ ہاں! جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ایمان لائے وہ بچ رہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا، بنوقینقاع کو بھی جن میں سے سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے اور بنو حارثہ کو بھی اور سب یہودیوں کو جلاوطن کیا۔[ مسلم، كتاب الجهاد، باب إجلاء اليهود من الحجاز : ١٧٦٦۔ بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني النضير ...... الخ : ٤٠٢٨ ]

وَ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝

”اور جو (مال) اللہ نے ان سے اپنے رسول پر لوٹایا تو تم نے اس پر نہ کوئی گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ جو کچھ بھی اللہ نے ان بستیوں والوں سے اپنے رسول پر لوٹایا تو وہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، تا کہ وہ تم میں سے مال داروں کے درمیان ہی گردش کرنے والا نہ ہو اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔“

بعض صحابہ نے چاہا کہ بنونضیر کے چھوڑے ہوئے اموال دیگر اموالِ غنیمت کی طرح ان کے درمیان تقسیم کر دیے جائیں، حالانکہ وہ اموال غنیمت نہیں تھے، اس لیے کہ اس کے لیے صحابہ کرام کو جنگ نہیں لڑنا پڑی تھی اور نہ دور دراز کا

سفر کرنا پڑا تھا، بلکہ صرف دو میل کی مسافت پیدل چل کر بنونضیر کے محلات تک پہنچ گئے اور انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، اس لیے بغیر کسی مزاحمت کے صرف چند دنوں کے بعد سب کچھ چھوڑ کر وہاں سے کوچ کر گئے۔ ایسے مال کو فقہ اسلامی کی اصطلاح میں ''مالِ فے'' کہا جاتا ہے اور وہ مالِ غنیمت کی طرح تقسیم نہیں کیا جاتا، بلکہ نبی کریم ﷺ کو اختیار تھا کہ وہ جیسے چاہیں اس میں تصرف کریں۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اس مال کا حکم یہ ہے کہ یہ اموال اللہ، اس کے رسول اور رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں۔ ایسا نہیں کہ اسے بھی مالِ غنیمت کی طرح تقسیم کر دیا جائے، تاکہ مال دار مزید آسودہ حال بن جائیں اور فقرا صحابہ کی محتاجی دور نہ ہو۔

**كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ** : یعنی یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے، تاکہ یہ مال و متاع تم میں جو مال دار ہیں انھی کے درمیان نہ گھومتا رہے، یعنی مجاہدین جو ہر لڑائی میں مال غنیمت حاصل کر کے مال دار ہو جائیں گے، یا جو پہلے ہی مال دار ہیں اور اپنی دولت کی وجہ سے بآسانی جہاد میں شرکت کرتے ہیں اور مال غنیمت حاصل کرتے ہیں، انھی میں گردش نہ کرتا رہے بلکہ کچھ غریبوں کو بھی ملتا رہے، تاکہ ان کی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں اور وہ محتاج نہ رہیں۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو ملے اس پر راضی رہنا چاہیے اور اگر آپ ﷺ انھیں کچھ بھی نہ دیں تب بھی اس فیصلے پر انھیں راضی رہنا چاہیے۔ اس حکم میں اموال غنیمت، اموال فے اور دیگر تمام چیزیں داخل ہیں، بلکہ اس آیت کی روشنی میں تو نبی کریم ﷺ سے منقول ہر صحیح حدیث قرآن کے حکم میں داخل ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنونضیر کے مال بطور مالِ فے کے خاص رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس کے لیے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور جو بچ رہتا اسے اللہ کے راستے میں آلاتِ جنگ اور سامانِ حرب میں خرچ کرتے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ وما أفاء الله على رسوله ﴾ : ۴۸۸۵۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب حكم الفيء : ۱۷۵۷ ]

مالک بن اوس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا اور میں دن چڑھے ان کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں ایک چوکی، جس پر کپڑا وغیرہ نہیں تھا، بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ایک چمڑے کے تکیے پر تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا، اے مالک! تمھاری قوم کے چند لوگ آئے ہیں۔ میں نے انھیں کچھ دیا ہے، تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو۔ میں نے کہا، اچھا ہوتا، اگر آپ کسی اور کو یہ کام سونپتے۔ آپ نے فرمایا، نہیں، اے مالک تم ہی کرو۔ کہتے ہیں کہ اتنے میں آپ کا (دربان) یرفا آیا اور کہا اے امیر المومنین! سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا عبد الرحمن بن

عوف، سیدنا زبیر بن عوام اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تشریف لائے ہیں، کیا انھیں اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں! آنے دو۔ چنانچہ یہ حضرات تشریف لائے۔ یرفا پھر آیا اور کہا، امیر المومنین! سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اجازت ہے۔ یہ دونوں حضرات بھی تشریف لائے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، اے امیر المومنین! میرا اور ان کا فیصلہ کیجیے یعنی علی رضی اللہ عنہ کا، وہ دونوں اس جائداد کے بارے میں جھگڑ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بنونضیر کے مال سے فے کے طور پر دی تھی۔ اس موقع پر علی اور عباس نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا تو پہلے جو چاروں بزرگ آئے تھے، ان میں سے بھی بعض نے کہا، ہاں امیر المومنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجیے اور انھیں راحت پہنچایئے۔ مالک بن اوس نے کہا، میں جانتا ہوں کہ ان چاروں بزرگوں کو ان دونوں حضرات ہی نے اپنے سے پہلے یہاں بھیجا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ٹھہرو، پھر ان چاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، تمھیں اللہ کی قسم! جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، کیا تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے'' اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد خود اپنی ذات تھی؟ ان چاروں نے اس کا اقرار کیا، پھر آپ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح قسم دے کر ان سے بھی سوال کیا اور انھوں نے بھی اقرار کیا، پھر آپ نے فرمایا، اب میں آپ لوگوں سے اس معاملہ میں گفتگو کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مال فے میں سے (جو بنونضیر سے ملا تھا) آپ کو خاص طور پر عطا فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [ الحشر : ٦ ] اور فرمایا، بنونضیر کے مال اللہ تعالیٰ نے بطور فے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے تھے۔ اللہ کی قسم! نہ تو آپ نے تمھیں نظر انداز کر کے اس مال کو اپنے لیے خاص کیا اور نہ تم پر اس میں سے کسی کو ترجیح دی۔ پہلے اس مال میں سے تمھیں دیا اور تم میں اس کی تقسیم کی اور آخر پر جائداد بچ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنے اہل کا سال بھر کا خرچ اس میں سے لے لیتے تھے اور باقی بیت المال میں شامل کر دیتے تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تم کو قسم دیتا ہوں اس اللہ کی جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا تمھیں یہ سب معلوم ہے؟ انھوں نے کہا، ہاں، پھر ان دونوں سے قسم دے کر پوچھا اور انھوں نے ہاں کہی، پھر فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اس طرح کرتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ والی بنے اور اس مال کو اپنی نگرانی میں لے کر وہی کچھ کیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ پھر تم دونوں خلیفۂ رسول کے پاس آئے، اے عباس! تم تو اپنی قرابت داری جتا کر اپنے چچازاد بھائی کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے اور یہ یعنی علی رضی اللہ عنہ اپنا حق جتا کر اپنی بیوی یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ان کے والد کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے۔ جس کے جواب میں تم دونوں سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔'' تم دونوں نے انھیں جھوٹا، گناہ گار، عہد شکن اور خائن جانا،

جبکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یقیناً راست گو، نیکوکار، رشد و ہدایت والے اور تابع حق تھے۔ چنانچہ اس مال کی ولایت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کی۔ آپ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ میں بنا اور وہ مال میری ولایت میں رہا۔ پھر آپ دونوں ایک صلاح سے میرے پاس آئے اور مجھ سے اسے مانگا، جس کے جواب میں، میں نے کہا کہ اگر تم اس شرط سے اس مال کو قبضہ میں کرو کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرچ کرتے تھے، تم بھی کرتے رہو گے تو میں تمھیں سونپ دیتا ہوں، تم نے اس بات کو قبول کیا اور یہ مال مجھ سے لے لیا۔ پھر تم جو اب آئے ہو تو کیا اس کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں قیامت تک اس کے سوا اس کا کوئی اور فیصلہ نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم اپنے وعدے کے مطابق اس مال کی نگرانی اور اس کا استعمال نہیں کر سکتے تو تم اسے لوٹا دو، تا کہ میں خود اسے اس طرح خرچ کروں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے اور جس طرح خلافت صدیقی میں اور آج تک ہوتا رہا ہے۔ [ بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر ...... الخ : ۴۰۳۳۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب حکم الفیئ : ۱۷۵۷/۴۹ ]

**وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ** : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو باتیں میں تمھیں بیان کرنے سے چھوڑ دوں، تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، (یعنی ان کی بابت کرید کرید کر مت پوچھو) اس لیے کہ تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کیا کہ وہ کثرت سے سوال کرتے اور اپنے پیغمبروں سے اختلاف کرتے تھے۔ اس لیے جب میں تمھیں کسی چیز سے روکوں تو تم اس سے (مکمل) اجتناب کرو اور جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے اپنی طاقت کے مطابق بجا لاؤ۔“ [ مسلم، کتاب الفضائل، باب توقیره ﷺ وترك أكثار سؤاله عما لا ضرورة إليه ...... الخ : ۱۳۳۷، بعد الحديث : ۲۳۵۷ ]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بائیں ہاتھ سے (کھانا) کھایا، آپ نے اس سے فرمایا: ”اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔“ اس نے کہا، میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا: ”(اللہ کرے، اب) تو اس کی طاقت نہ رکھے۔“ اسے دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے صرف تکبر ہی نے روکا تھا۔ پس (اس کے بعد) اس نے اپنے داہنے ہاتھ کو منہ تک نہیں اٹھایا (یعنی اٹھانے کے قابل ہی نہیں رہا)۔ [ مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامها : ۲۰۲۱ ]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمایا، اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس عورت پر جو گدوائے اور جو گودے اور جو اپنی پیشانی کے بال اکھاڑے اور خوبصورتی کے لیے اپنے سامنے کے دو دانتوں میں کشادگی کرے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی پیدائش کو بدلنا چاہے۔ یہ سن کر بنو اسد کی ایک عورت جس کا نام ام یعقوب تھا، وہ آپ کے پاس آئی اور پوچھا، کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں، میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جو قرآن میں بھی موجود ہے؟ اس نے کہا، میں نے پورا قرآن، جتنا بھی دونوں جلدوں

کے درمیان ہے، اول سے آخر تک پڑھا ہے، لیکن میں نے تو یہ حکم کہیں نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا، اگر تو (سوچ سمجھ کر) پڑھتی تو ضرور پاتی، کیا تم نے یہ آیت: ﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا، ہاں ! یہ تو پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔[ بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ ما آتكم الرسول فخذوه ﴾ : ۴۸۸۶۔ مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة ...... الخ : ۲۱۲۵ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میں تمھیں کسی چیز سے روکوں تو رک جاؤ اور جب میں تمھیں کسی چیز کے متعلق حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اسے بجا لاؤ۔'' [ بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ ...... الخ : ۷۲۸۸۔ مسلم، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر : ۱۳۳۷ ]

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾

''(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مالِ فے میں جن لوگوں کا گزشتہ آیت میں حق بتایا گیا ہے، ان میں سب سے زیادہ اہتمام اور ہمدردی کے مستحق وہ مہاجر فقراء ہیں جنھوں نے اللہ کی رضا کی خاطر اور اس کے دین کی مدد کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور مدینہ اس حال میں پہنچے کہ ان کے پاس نہ کھانے کے لیے روٹی تھی اور نہ تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا، مگر ان کے اخلاصِ عمل کے ذریعے سے ان کے دعوائے ایمان کی تصدیق ہوتی تھی۔ ان کا انگ انگ بتا رہا تھا کہ انھوں نے سب کچھ صرف اللہ کے لیے لٹایا ہے۔ اسی لیے اللہ نے انھیں ''صادقین'' کے لقب سے نوازا۔

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾

''اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ

ہیں جو کامیاب ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان کے دینی بھائیوں، یعنی انصار کو بھی کیا ہی خوب بنایا تھا اور ایثار و قربانی کے جذبہ سے کیسا نوازا تھا کہ اس نے اس آیت کریمہ میں ان کے لیے ایمانِ صادق، اپنے مہاجر بھائیوں سے سچی محبت اور جذبۂ ایثار و قربانی کی گواہی دی۔ فرمایا کہ جو مومنین دار الہجرت (مدینہ) میں پہلے سے آباد ہیں اور مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان و ایقان کی شمع ان کے دلوں میں روشن ہو چکی ہے، وہ تو اپنے مہاجر بھائیوں سے بڑی محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو کچھ بھی دے دیا جائے وہ لوگ اپنے دلوں میں ذرا بھی تنگی محسوس نہیں کرتے۔ اپنے گھروں میں حاجت وضرورت ہونے کے باوجود ہمیشہ یہی چاہتے ہیں کہ ان کے مہاجر بھائی آرام سے رہیں اور ان کے بال بچوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ ان کی انھی صفات عالیہ اور اخلاق فاضلہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں فرمایا کہ ان کے دلوں سے مال کی محبت نکال دی گئی ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ذرا بھی نہیں کتراتے، اسی لیے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں دونوں جہاں کی سعادت و نیک بختی سے نوازے گا۔

**وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ** : سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (زخمی ہونے کے بعد) فرمایا کہ میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کا حق ادا کرتا رہے (ان کی خاطر مدارت میں کمی نہ کرے) اور میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرے کہ جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں جگہ حاصل کی، ان کے بھلے لوگوں کی بھلائیاں قبول کرے اور ان کے خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر اور چشم پوشی کرے۔ [ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ والذين تبوء الدار والإيمان ﴾ : ۴۸۸۸ ]

**يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ** : یعنی ان کے کرم و شرف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ مہاجرین سے محبت کرتے اور اپنے اموال کے ساتھ ان کی دل جوئی کرتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین نے ایک مرتبہ کہا، یا رسول اللہ! ہم نے تو دنیا میں ان انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے، تھوڑے میں سے تھوڑا اور بہت میں سے بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں۔ (ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں اور کبھی چہرے پر شکن بھی نہیں، بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے) کام کاج خود کرتے ہیں اور کمائی میں ہمیں شریک کرتے ہیں، اے اللہ کے رسول! ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا اجر انھی کو نہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا: ’’نہیں نہیں، جب تک تم ان کی تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہو گے۔‘‘ [ مسند أحمد : ۲۰۰/۳، ۲۰۱، ح : ۱۳۰۷۹ ]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انصاریوں کو بلا کر فرمایا: ’’میں بحرین کا علاقہ تمھارے نام لکھ دیتا ہوں۔‘‘ انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! جب تک آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا نہ دیں،

ہم اسے نہیں لیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا اگر نہیں لیتے تو دیکھو! آئندہ مجھ سے ملاقات ہونے تک صبر کرتے رہنا، میرے بعد ایسا وقت بھی آئے گا کہ اوروں کو دیا جائے گا اور تمھیں چھوڑ دیا جائے گا۔'' [ بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب قول النبي ﷺ للأنصار : اصبروا حتى تلقوني على الحوض : ۳۷۹٤ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصاریوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہمارے کھجوروں کے باغات ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں!'' انصار نے (مہاجرین سے) کہا کہ تم ہمارا ہاتھ بٹاؤ، ہم تمھیں پھلوں کی پیداوار میں شریک کر لیتے ہیں۔ مہاجرین نے جواب دیا کہ ہم نے تمھاری یہ بات سنی اور مان لی۔ [ بخاري، كتاب الحرث و المزارعة، باب إذا قال اكفني مؤونة النخل وغيره و تشركني في الثمر : ۲۳۲٥ ]

**وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا :** ''مِمَّا أُوتُوا'' کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ ان کے بھائیوں کو دیا گیا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''دیکھو! ابھی تمھارے پاس ایک جنتی شخص آنے والا ہے۔'' تھوڑی دیر میں ایک انصاری اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لیے تازہ وضو کیے آرہے تھے اور داڑھی پر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے، تیسرے دن بھی آپ نے وہی فرمایا اور وہی شخص وہی پہلی حالت میں داخل ہوئے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما آج دیکھتے بھالتے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہو لیے اور انصاری سے کہنے لگے کہ مجھ میں اور میرے والد میں بول چال بند ہو گئی ہے، جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا، پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے ہاں گزار لوں۔ انھوں نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے یہ تین راتیں ان کے گھر میں ان کے ساتھ گزاریں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے، صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر ہی پر لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں، یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لیے اٹھیں، ہاں یہ بات ضرور تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمۂ خیر کے اور کچھ نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا۔ اب میں نے ان سے کہا، اے اللہ کے بندے! دراصل نہ تو میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی ایسی باتیں ہوئی تھیں اور نہ میں نے ناراضی کے باعث گھر چھوڑا تھا، بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آرہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے، تو میں نے ارادہ کر لیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کون سی عبادت کرتے ہیں، جو جیتے جی بہ زبان رسول اللہ ﷺ آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی۔ چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین رات تک آپ کے پاس رہا، تاکہ آپ

کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کر دوں، لیکن میں نے آپ کو نہ کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا، نہ عبادت ہی میں اوروں سے بڑھا ہوا دیکھا، اب جا رہا ہوں لیکن اب آپ ہی بتایئے! آخر وہ کون سا عمل ہے جس نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی جنتی بنایا؟ انھوں نے فرمایا، بس تم میرے اعمال کو تو دیکھ چکے، ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں۔ چنانچہ میں ان سے رخصت ہو کر تھوڑی دور چلا تھا کہ انھوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا، ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ، وہ یہ کہ میرے دل میں کسی مسلمان سے دھوکا بازی، حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا، میں کبھی کسی مسلمان کا بدخواہ بھی نہیں بنا۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا، بس اب معلوم ہو گیا، اسی عمل نے آپ کو اس درجے تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں۔ [ نسائی فی الکبریٰ : ۱۰۶۹۹۔ مسند أحمد : ۱۶۶/۳، ح : ۱۲۷۰۳ ]

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ : یعنی اپنی ضرورتوں پر دوسرے ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے ہیں اور اپنی ضرورت کے باوجود لوگوں کو مقدم رکھتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انصار کو بلایا کہ ان کو بحرین میں (جاگیر کی سند) لکھ دیں۔ انھوں نے کہا، قسم اللہ کی! ہم تو اس وقت تک (جاگیر) نہیں لیں گے، جب تک آپ ہمارے قریشی بھائیوں کو بھی ویسی ہی جاگیر کی سند نہ لکھ دیں۔ آپ نے فرمایا: ”جو اللہ چاہے گا ان کو بھی مل جائے گا۔“ انصار اصرار کرتے رہے کہ قریشی بھائیوں کے لیے بھی جاگیر کی سند لکھ دیں۔ آپ نے (انصار سے) فرمایا: ”تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر ترجیح دی جائے گی، تو تم (آخرت میں) مجھ سے ملنے تک صبر کرنا۔“ [ بخاری، کتاب الجزیة، باب ما أقطع النبی ﷺ من البحرین ...... الخ : ۳۱۶۳ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا صدقہ افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کم مال والے کا محنت مشقت کر کے دینا اور صدقہ دینے کی ابتدا ان لوگوں سے کرو جو تیرے پاس پرورش پا رہے ہیں۔“ [ أبو داؤد، کتاب الزکوۃ، باب الرخصة فی ذٰلك : ۱۶۷۷۔ مسند أحمد : ۳۵۸/۲، ح : ۸۷۲۳ ]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال (رسول اللہ ﷺ کے پاس) لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ”تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی چھوڑا ہے؟“ تو انھوں نے کہا، میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔ [ أبو داؤد، کتاب الزکوۃ، باب الرخصة فی ذٰلك : ۱۶۷۸۔ ترمذی، کتاب المناقب، باب رجاءہ ﷺ أن یکون أبو بکر ممن یدعی من جمیع أبواب الجنة : ۳۶۷۵ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا، (یا رسول اللہ!) میں سخت حاجت مند ہوں۔ آپ نے اپنے گھروں میں ایک آدمی بھیجا، لیکن تمام گھروں سے جواب ملا کہ ہمارے پاس پانی کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو آپ نے (دوسرے لوگوں سے) کہا: ”کوئی ہے جو آج کی رات انھیں اپنا مہمان رکھے؟“ ایک انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا، یا رسول اللہ! میں انھیں مہمان رکھوں گا۔ چنانچہ وہ انھیں لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا،

دیکھو! یہ رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہے، اس کی خاطر تواضع کرنا۔ بیوی نے کہا، گھر میں بچوں کے کھانے کے سوا اور کوئی چیز بھی نہیں۔ انصاری نے فرمایا، جو کچھ بھی ہے اسے لے آؤ اور چراغ جلا لو اور بچے اگر کھانا مانگتے ہیں تو انھیں سلا دو۔ بیوی کھانا لے آئی اور چراغ جلا دیا اور بچوں کو (بھوکا) سلا دیا۔ پھر وہ دکھا تو یہ رہی تھیں جیسے چراغ درست کر رہی ہوں، لیکن انھوں نے اسے بجھا دیا۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی مہمان پر ظاہر کرنے لگے کہ گویا وہ بھی ان کے ساتھ کھا رہے ہیں، لیکن ان دونوں نے (اپنے بچوں سمیت) رات فاقہ سے گزار دی۔ صبح کے وقت جب یہ انصاری شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھارے اور تمھاری بیوی کے رات کے عمل پر ہنس پڑا، (یا فرمایا کہ اسے) پسند کیا۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [ الحشر : ۹ ] '' اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔'' [ بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب قول الله عزوجل : ﴿ ويؤثرون على أنفسهم ...... الخ ﴾ : ۳۷۹۸۔ مسلم، كتاب الأشربة، باب إكرام الضيف وفضل إيثاره : ۲۰۵٤ ]

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : یعنی جو حرص و بخل سے سلامت رہا، وہ کامیاب و کامران ہو گیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(آدمی کی حرص کا تو یہ حال ہے کہ) اگر اس کے پاس مال و دولت کی دو وادیاں ہوں تو یہ تیسری وادی کا خواہش مند ہو گا۔ آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھر سکتی، سوائے مٹی کے اور اللہ تو اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔'' [ بخاري، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال ...... الخ : ٦٤٣٦۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب لو أن لابن آدم واديين ...... الخ : ۱۰٤۸ ]

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' یہ دنیا کا مال بڑا خوش نما اور شیریں ہے، سو جو شخص اسے نیک نیتی سے لے تو اس میں اس کے لیے برکت دی جاتی ہے اور جو شخص حرص اور طمع کے ساتھ اسے لیتا ہے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی، بلکہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' [ بخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ : هذا المال خضرة حلوة : ٦٤٤١ ]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہو گا اور بخل سے بچو، اس لیے کہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے تباہ کر دیا۔ بخل و حرص نے ان کو اکسایا کہ اپنوں کا خون بہاؤ اور حرام کو حلال کر لو۔'' [ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۸ ]

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے تمھارے متعلق فقر کا اندیشہ نہیں ہے، میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کر دی

گئی تھی، پھر تم دنیا کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو گے، جیسے انھوں نے کی تھی، پھر دنیا تم کو (آخرت سے) غافل کر دے گی جس طرح ان کو غافل کیا تھا۔'' [ بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا والتنافس فیھا : ٦٤٢٥ ]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی پتھریلی زمین پر چلا جا رہا تھا، اتنے میں سامنے احد پہاڑ دکھائی دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوذر!'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس اس پہاڑ جتنا سونا ہو، پھر میں تین دن سے زیادہ اس میں سے ایک اشرفی کے برابر سونا بھی اپنے پاس رہنے دوں، البتہ اگر مجھ پر کسی کا قرض ہو تو اس کے ادا کرنے کے لیے کچھ رکھ چھوڑوں (تو یہ اور بات ہے)۔'' [ بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ما یسرنی أن عندی مثل أحد ھذا ذھبًا : ٦٤٤٤ ]

**وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰** ع

''اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو مدینہ ہجرت کر کے اس وقت آئے جب اسلام قوی ہو چکا تھا، یعنی ان مہاجرین اولین کے بعد آئے کہ جنھیں ان کے گھروں سے اسلام کی وجہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ مہاجرین اولین اور انصار مدینہ کے بعد آنے والے مومنوں کا وتیرہ یہ ہوتا ہے کہ جب یہ لوگ اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں تو اپنے ساتھ اپنے تمام گزشتہ مسلمان بھائیوں کے لیے بھی دعا کرتے ہیں۔ نیز وہ ایمان والوں کے لیے دل میں کسی قسم کا بغض و کینہ نہیں رکھتے ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اے میرے بھتیجے! لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعائے مغفرت کریں، لیکن لوگوں نے انھیں برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ [ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة : ٣٠٢٢ ]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے متعلق فرمایا: ''ان سے محبت صرف مومن ہی کر سکتا ہے اور ان سے بغض رکھنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے اور جو ان سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔'' [ بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب حب الأنصار من الإیمان : ۳۷۸۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن حب الأنصار و علیّ رضی اللہ عنھم من الإیمان ...... الخ : ٧٥ ]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا ہے۔'' پھر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔ [ بخاری، کتاب الأدب، باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضًا : ٦٠٢٦۔ مسلم ، کتاب البر والصلة ، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم و تعاضدهم ...... الخ : ٢٥٨٥ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے۔ ٹوہ نہ لگاؤ، کسی کا عیب نہ ٹٹولو، حسد نہ کرو، قطع تعلقی نہ کرو، بغض نہ رکھو، قیمت بڑھانے کے لیے بولی نہ لگاؤ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔'' [ بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینهی عن التحاسد والتدابر ...... الخ : ٦٠٦٤۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظن ...... الخ : ٢٥٦٣/٣٠ ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پھر ہر بندے کی، جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو، بخشش کر دی جاتی ہے، سوائے اس شخص کے کہ جس کے دل میں اپنے بھائی کے لیے بغض ہو۔ (ان کے متعلق ) کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو جب تک یہ آپس میں صلح نہ کر لیں۔ ان دونوں کو چھوڑ دو، جب تک یہ آپس میں صلح نہ کر لیں، ان دونوں کو چھوڑ دو، جب تک یہ آپس میں صلح نہ کر لیں۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة ، باب النهي عن الشحناء : ٢٥٦٥ ]

---

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَىِٕنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَ لَىِٕنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَ لَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾

---

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے منافقت کی، وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنھوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا، یقیناً اگر تمھیں نکالا گیا تو ضرور بالضرور ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے اور تمھارے بارے میں کبھی کسی کی بات نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ضرور بالضرور ہم تمھاری مدد کریں گے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ یقیناً اگر انھیں نکالا گیا تو وہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور یقیناً اگر ان سے جنگ کی گئی تو وہ ان کی مدد نہ کریں گے اور یقیناً اگر انھوں نے ان کی مدد کی تو وہ ضرور بالضرور پیٹھیں پھیریں گے، پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔ بلاشبہ تم ان کے سینوں میں خوف کے اعتبار سے اللہ سے زیادہ سخت ہو، یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے۔''

اس آیت کریمہ کا تعلق بنو نضیر کے محاصرہ اور پھر ان کی جلاوطنی سے ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی بستی کا محاصرہ کر لیا تو سرداران منافقین نے ان کو پیغام بھیجا کہ تم لوگ ثابت قدم رہو اور اپنے قلعوں سے نہ نکلو، ہم لوگ تمھیں مسلمانوں کے حوالے نہیں ہونے دیں گے اور اگر جنگ کی نوبت آئے گی تو تمھارے شانہ بہ شانہ جنگ کریں گے۔ اگر تمھیں مدینہ سے جانا پڑا تو ہم بھی تمھارے ساتھ جائیں گے۔ چنانچہ بنو نضیر منافقین کے اسی جھوٹے وعدے کی وجہ سے کچھ دنوں تک تو ڈٹے رہے، لیکن جب انھوں نے ان کی طرف سے کوئی عملی اقدام نہ دیکھا تو اللہ کا ایسا کرنا ہوا کہ ان پر مسلمانوں کا شدید رعب اور دبدبہ طاری ہو گیا اور فوراً رسول اللہ ﷺ کو خبر کی کہ انھیں قتل نہ کیا جائے، بلکہ انھیں یہاں سے نکل جانے کی اجازت دے دی جائے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنے اونٹوں پر ہتھیار کے علاوہ جتنا سامان لے جا سکتے ہیں لے جائیں۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کذب بیانی، افترا پردازی اور نفاق و بزدلی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے پہلے کب اپنے وعدوں کی پاسداری کی ہے کہ وہ بنی نضیر کا ساتھ دیتے اور ان کے ساتھ مل کر قتال کرتے؟ اگر بفرض محال انھیں مجبوراً قتال میں ان کا ساتھ دینا بھی پڑتا تو وہ کبھی ثابت قدم نہ رہتے، بلکہ انھیں میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کر بھاگ پڑتے۔

آگے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمھاری تلواروں کی کاٹ سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ انھوں نے اللہ کا مقام سمجھا ہی نہیں، اسی لیے ان کے دل اللہ کے بجائے لوگوں کے خوف سے کانپتے ہیں، جو کسی بھی نفع و نقصان کی قدرت نہیں رکھتے۔ حقیقی سمجھ تو یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق کے مقام و مرتبہ کو سمجھے، اسی سے ڈرے، اسی سے امید رکھے اور اس کی محبت کو ہر شخص اور ہر چیز پر مقدم رکھے۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ : سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چار چیزیں جس شخص میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔“ [ بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳٤۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۸ ]

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ : یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی نسبت وہ تم سے زیادہ ڈرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ﴾ [ النساء : ۷۷ ] ”اچانک ان میں سے کچھ لوگ، لوگوں سے ڈرنے لگے، جیسے اللہ سے ڈرنا ہو، یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے مقابلہ میں رعب کی نعمت سے نوازا تھا، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: ① مجھے ایک مہینے کی مسافت تک رعب کے ذریعے سے مدد دی گئی ہے۔ ② پوری زمین میرے لیے مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے، سو میری امت میں سے جس شخص کے لیے (جہاں بھی) نماز کا وقت ہو جائے اسے چاہیے کہ (اسی مقام پر) نماز پڑھ لے۔ ③ میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لیے حلال نہیں کیے گئے تھے۔ (۴) مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی ہے۔ ⑤ ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔'' [ بخاری، کتاب التیمم، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ فلم تجدوا ماءً...... الخ ﴾ : ۳۳۵۔ مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلوۃ : ۵۲۱ ]

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾

''وہ اکٹھے ہو کر تم سے نہیں لڑیں گے مگر قلعہ بند بستیوں میں، یا دیواروں کے پیچھے سے، ان کی لڑائی آپس میں بہت سخت ہے۔ تو خیال کرے گا کہ وہ اکٹھے ہیں، حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں، یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔''

اس آیت کریمہ میں یہود اور منافقین کی بزدلی اور مسلمانوں سے ان کی مرعوبیت کا حال بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانو! ان میں تم سے آمنے سامنے برسرِ پیکار ہونے کی جرأت نہیں ہے، وہ تم پر دیواروں کی آڑ لے کر، یا بند قلعوں کے اندر ہی سے حملہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ بڑی قوت و ہمت والے ہیں، تو وہ اس کا مظاہرہ آپس میں لڑتے وقت کرتے ہیں، لیکن جب ان کا سابقہ مسلمانوں سے پڑے گا تو ان کی ساری قوت جاتی رہے گی۔ اس لیے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرتا ہے اللہ اسے بزدل بنا دیتا ہے۔ اے میرے نبی! ان کا حال تو یہ ہے کہ آپ انھیں بظاہر متفق و متحد دیکھتے ہیں، لیکن ان کے دل ایک دوسرے سے مختلف اور بیگانہ ہیں۔ اس لیے کہ وہ عقل و خرد سے محروم ہیں، اسی لیے تو ایمان نہیں لاتے، جو حقیقی محبت و اتحاد اور جمعیت کا ذریعہ ہے۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾

''ان لوگوں کے حال کی طرح جو ان سے پہلے قریب ہی تھے، انھوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک سزا ہے۔''

بنو نضیر کے یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کا جو فوری عذاب دنیا میں نازل ہوا، تو اس بارے میں ان کی مثال ان کفارِ قریش کی ہے جن پر میدان بدر میں اللہ کا عذاب نازل ہوا یا بنو قینقاع کے یہودیوں کی مثال ہے جنھیں ابھی کچھ ہی دنوں قبل ان کی بدعہدی اور شرارتوں کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن ہونا پڑا ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝

ع ۲ ۵

''شیطان کے حال کی طرح، جب اس نے انسان سے کہا کفر کر، پھر جب وہ کفر کر چکا تو اس نے کہا بلاشبہ میں تجھ سے لاتعلق ہوں، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ پس ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ بے شک وہ دونوں آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی ظالموں کا بدلہ ہے۔''

جن منافقین نے بنو نضیر کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا، ان سے جھوٹا وعدہ کیا کہ وہ ان کا ساتھ دیں گے اور اگر مدینہ چھوڑنے کی نوبت آئی تو وہ بھی ان کے ساتھ نکل جائیں گے، تو ان کی مثال شیطان کی سی ہے جس نے انسان کو دھوکا دیا اور کہا کہ تم اللہ کا انکار کر دو، میری پیروی کرو اور جب وقت آئے گا تو میں تمھاری مدد کے لیے تیار ہوں۔ جب انسان نے اس کی باتوں میں آ کر اللہ کا انکار کر دیا، تو فوراً شیطان نے اس آدمی اور اس کے الحاد و کفر سے اپنی براءت کا اعلان کر دیا اور کہنے لگا کہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے تمھاری مدد کی تو وہ میری گرفت کرے گا۔ لیکن نہ شیطان کو اس کی براءت کام آئی اور نہ کافر کو وعدۂ شیطان اور وہ دونوں ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیے گئے۔

آگے فرمایا کہ اللہ اور اس کے بندوں کے حق میں ظلم کرنے والوں کا انجام ہمیشہ سے ایسا ہی ہوا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔''

اس آیت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی ہے کہ وہ ظاہر و پوشیدہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہیں۔ فرائض و واجبات کی ادائیگی کا اہتمام کریں اور محرمات و ممنوعات سے بچتے رہیں اور ہر وقت اپنی آخرت کی سدھار کی کوشش میں لگے رہیں۔ ہر دم یہ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور انھیں ریکارڈ میں لا رہا ہے، کوئی چیز اس کے علم

سے مخفی نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنۡذَرۡنٰكُمۡ عَذَابًا قَرِیۡبًا ۚ ۖ یَّوۡمَ یَنۡظُرُ الۡمَرۡءُ مَا قَدَّمَتۡ یَدٰهُ وَ یَقُوۡلُ الۡكٰفِرُ یٰلَیۡتَنِیۡ كُنۡتُ تُرٰبًا ﴾ [ النبا : ٤٠ ] ”بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک ایسے عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب ہے، جس دن آدمی دیکھ لے گا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا اے کاش کہ میں مٹی ہوتا۔“

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورج طلوع ہو چکا تھا، ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور ننگے پیر تھے۔ انھوں نے گلے میں چمڑے کی عبائیں پہنی ہوئی تھیں اور اپنی تلواریں اپنی گردنوں میں حمائل کی ہوئی تھیں۔ یہ تمام لوگ قبیلہ مضر سے تھے۔ ان کی اس فقر و فاقہ کی حالت نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی رنگت کو متغیر کر دیا۔ آپ گھر تشریف لے گئے، پھر باہر آئے اور بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا، چنانچہ اذان ہوئی، پھر اقامت ہوئی، آپ نے نماز پڑھائی اور خطبہ شروع فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَ بَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِیۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیۡكُمۡ رَقِیۡبًا ﴾ [ النساء : ١ ] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔“ پھر سورۂ حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴾ [ الحشر : ١٨ ] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔“ اور لوگوں کو خیرات دینے کی رغبت دلائی، جس پر لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا۔ کسی نے اشرفی دی، کسی نے درہم، کسی نے ایک صاع گیہوں اور کسی نے ایک صاع کھجور دینا شروع کیے، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ”اگر آدھی کھجور بھی دے سکتے ہو تو لے آؤ۔“ ایک انصاری ایک وزنی تھیلی، جسے وہ بمشکل اٹھائے ہوئے تھے، لے آئے، پھر تو لوگوں نے لگا تار جو کچھ دستیاب ہوا، لانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ہر چیز کے ڈھیر لگ گئے اور رسول اللہ ﷺ کا اداس چہرہ کھل اٹھا اور مثل سونے کے چمکنے لگا، تب آپ نے فرمایا: ”جو بھی اسلام میں کسی کارِ خیر کو شروع کرے تو اسے اپنے عمل کا ثواب بھی ملتا ہے اور جو لوگ (اس کی دیکھا دیکھی) اس کے بعد وہ عمل کریں گے ان کا ثواب بھی اسے ملتا ہے اور اس سے ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ اسی طرح جو اسلام میں کسی برے (اور خلافِ شرع) طریقے کو جاری کرے اس پر اسے اپنا گناہ بھی ملتا ہے اور ان لوگوں کا گناہ اسے ملتا ہے جو اس کے بعد (اس کی دیکھا دیکھی) وہ برا کام کرتے ہیں اور اس سے ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔“ [ مسلم، کتاب الزکوة، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة ...... الخ : ١٠١٧ ـ مسند أحمد : ٤/ ٣٥٨، ٣٥٩، ح : ١٩١٩٧ ]

﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ (۱۹)

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں ان کی جانیں بھلوا دیں، یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نصیحت کی کہ وہ دنیا کی شہوتوں اور لذتوں میں مشغول ہو کر اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جائیں، ورنہ وہ یہ سزا دے گا کہ انھیں روحانی رفعت و بلندی کے حصول پر دھیان دینے سے غافل کر دے گا اور وہ اپنے جسموں کے آرام و آسائش کو ہی اپنا مطمحِ نظر بنا لیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴾ [ الكهف : ۲۸ ] ''اور اس شخص کا کہنا مت مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام ہمیشہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [ المنافقون : ۹ ] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

﴿ لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ﴾ (۲۰)

''آگ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں، جو جنت والے ہیں، وہی اصل کامیاب ہیں۔''

اہل جہنم اور اہل جنت ہرگز ایک دوسرے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ حکم عام ہے، اس لیے اہل جہنم میں اللہ کی یاد سے غافل ہونے والے اور اہل جنت میں اسے یاد کرنے والے اور اس سے ڈرنے والے بدرجۂ اولیٰ داخل ہیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کر دی کہ حقیقی کامیابی و کامرانی تو صرف اہل جنت کے لیے ہے کہ انھیں ہر مصیبت و تکلیف سے نجات مل جائے گی اور ہر راحت و نعمت سے سرفراز کیے جائیں گے۔

لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ : یعنی یہ لوگ روزِ قیامت اللہ کے فیصلے کے مطابق برابر نہیں ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [ الجاثية : ۲۱ ] ''یا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہو گا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ [ المؤمن : ۵۸ ] ''اور نہ اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتا ہے اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور نہ وہ جو برائی کرنے والا ہے، بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ نَجْعَلُ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴾ [ صٓ : ۲۸ ] ''کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟''

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱

''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو یقیناً تو اسے اللہ کے ڈر سے پست ہونے والا، ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتا۔ اور یہ مثالیں ہیں، ہم انھیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ غور و فکر کریں۔''

اس آیت میں قرآن کریم کی عظمت و شان بیان کی جا رہی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جسے سن کر لوگوں کے دلوں میں اللہ کی خشیت پیدا ہونی چاہیے اور ان پر غایت درجہ کی رقت طاری ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم پہاڑوں کو قرآن کی عظمت و جلال کا ادراک دے دیتے اور انھیں اس میں موجود اوامر و نواہی کا پابند بنا دیتے، تو وہ اللہ کی عظمت و کبریائی کے لیے ہر دم جھکے رہتے اور شدت خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ لیکن انسان اپنی حقیقت کو فراموش کر گیا کہ وہ منی کے ایک حقیر قطرہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ اللہ کی قدرت کے سامنے نہایت کمزور و ناتواں ہے۔ وہ کبر و غرور میں مبتلا ہو گیا، اس لیے اس کا دل سخت ہو گیا۔ تو اللہ نے اس پر رحم کرتے ہوئے پہاڑ کی مذکورہ مثال دی، تاکہ اس میں غور کر کے اپنی حالت بدلے، کبر و غرور سے باز آئے اور اللہ عز وجل کی کبریائی کا تصور کر کے اس سے ہر دم خائف و ترساں رہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ منبر تیار ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب منبر بنا کر رکھ دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے (اور وہ تنا دور ہو گیا) تو اس میں سے رونے کی آواز آنے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور (پیار سے) اس پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ [ بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام : ۳۵۸۳۔ ترمذی، کتاب الجمعة، باب ما جاء فی الخطبة علی المنبر : ۵۰۵ ]

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝۲۲

''وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت میں فرمایا کہ ان کے دل باری تعالیٰ کی خشیت سے کیسے خالی ہوتے ہیں؟ ان پر کپکپی کیوں طاری نہیں ہوتی؟ وہ تو وہ معبود برحق ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تو غائب و حاضر سب کچھ جاننے والا ہے، اس کی رحمت عام و خاص تو سارے جہاں کی مخلوقات کو ڈھانپے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ اکیلا الہ ہے، اس کے سوا کوئی الہ نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [ الأنبياء: ۱۰۸ ] ''کہہ دے میری طرف صرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو کیا تم فرماں برداری کرنے والے ہو؟'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [ القصص: ۸۸ ] ''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو مت پکار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، مگر اس کا چہرہ، اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ : اللہ تعالیٰ عالم الغیب بھی ہے اور عالم الشہادۃ بھی۔ وہ چھپی ہوئی چیزوں کو بھی جانتا ہے اور ظاہر چیزوں کو بھی، کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [ الأنعام: ۵۹ ] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔''

هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ : یعنی وہ ذات پاک دنیا و آخرت میں رحمان بھی ہے اور رحیم بھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ [ الأعراف: ۱۵٦ ] ''اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ [ الأنعام: ۵٤ ] ''تمھارے رب نے رحم کرنا اپنے آپ پر لازم کر لیا ہے۔''

**هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾**

''وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنی مرضی چلانے والا، بے حد بڑائی والا ہے، پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔''

اللہ کی ذات تو وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ تو شاہِ بے نیاز ہے جس کا ہر کوئی محتاج ہے، اسی کا نظام اور اسی کا حکم ہر چیز پر نافذ ہے، وہ ہر عیب و نقص سے یکسر پاک ہے، اسی سے امن و سلامتی کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ اس

کی مخلوق اس کے ظلم سے قطعی امان میں ہے، وہی یقین و ایمان کی دولت سے سرفراز بندوں کو قیامت کے دن سکون و اطمینان سے نوازنے والا ہے۔ وہ ہر چیز پر مطلع، ہر چیز پر غالب اور اپنی مخلوقات کی حفاظت کرنے والا ہے، وہ زبردست اور ایسا قوی ہے جسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ اس کی مشیت ہر شخص اور ہر چیز پر نافذ ہوتی رہتی ہے اور اس پر کسی کی مشیت نافذ نہیں ہوتی۔ کوئی چیز اس کے قبضۂ قدرت سے خارج نہیں ہے۔ اس کی شانِ کبریائی تو ایسی ہے کہ اس کی ذات کے مقابلہ میں ہر چیز حقیر ہے۔ ہر عظمت و کبرائی صرف اسی کی ذات کے لیے ہے۔ وہ شہنشاہِ دو جہاں ہے اور سب اس کے بندے اور مملوک ہیں۔

**اَلْمَلِكُ** : یعنی اللہ تعالیٰ اکیلا کائنات کا بادشاہ و مالک ہے اور اس کی بادشاہت لامحدود اور غیر مشروط ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی مالک (یعنی بادشاہ) نہیں سوائے اللہ عزوجل کے۔'' [ مسلم، کتاب الآداب، باب تحريم التسمى بملك الأملاك أو بملك الملوك : ۲۱۴۳ ]

**اَلسَّلٰمُ** : یعنی وہ سلام ہے، وہ سلامتی والا اور تمام عیوب سے پاک ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو اس طرح کہتے، اللہ کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام، فلاں اور فلاں پر سلام۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ نہ کہو کہ اللہ پر سلام ہو، اللہ تو خود سلام ہے، (اسے سلامتی کی دعا کی کیا ضرورت) بلکہ تم یہ کہا کرو: « اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ » ''تمام عبادتیں، نمازیں اور پاکیزہ کلمات اللہ ہی کے لیے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، آپ پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، ہم پر بھی سلام ہو اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر بھی۔'' جب تم یہ کہو گے تو آسمان میں یا آسمان اور زمین کے درمیان میں جتنے بھی بندے ہیں (وہ سلام) ان سب کو پہنچ جائے گا۔ (پھر یہ کہو): « اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ » پھر جو دعا نمازی کو پسند ہو وہ دعا مانگے۔'' [ بخاری، کتاب الأذان، باب ما يتخير من الدعاء بعد التشهد و ليس بواجب : ۸۳۵۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب التشهد فی الصلوة : ۴۰۲ ]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جب سلام پھیرتے تو بس اتنی دیر (قبلہ کی طرف منہ کر کے) بیٹھتے جتنی دیر آپ کو یہ کلمات پڑھنے میں لگتی: « اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ » ''یا اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے اور سلامتی تجھی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اے بزرگی اور بخشش کے مالک! تیری ذات بڑی بابرکت ہے۔'' [ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوة و بیان صفته : ۵۹۲ ]

**اَلْمُتَكَبِّرُ** : یعنی وہ بے حد بڑائی اور بزرگی والا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [ الجاثية: ۳۶، ۳۷ ] ''پس اللہ ہی کے لیے

سب تعریف ہے جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب، تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمین میں سب بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عزت اللہ کا تہ بند ہے اور کبریائی اس کی چادر ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو شخص (ان دونوں صفتوں میں) مجھ سے جھگڑے گا میں اسے عذاب دوں گا۔“ [ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الكبر : ٢٦٢٠ ]

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

ع ۳

”وہ اللہ ہی ہے جو خاکہ بنانے والا، گھڑنے ڈھالنے والا، صورت بنا دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں، اس کی تسبیح ہر وہ چیز کرتی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

وہ تو وہ ہے جس نے تمام چیزوں کو اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق پیدا کیا ہے، انھیں عدم سے وجود میں لایا ہے اور پوری کائنات کی جیسی چاہی تصویر گری کی ہے۔ تمام اچھے اور پیارے نام صرف اسی کے لیے ہیں اور اسی کو زیب دیتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات اسی کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ وہ بڑا ہی زبردست اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ : اللہ ہی کائنات کا خالق اور چیز کا موجد و مصور ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [ المؤمن : ٦٢ تا ٦٤ ] ”یہی ہے اللہ تمھارا رب، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے تھے جو اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمھاری صورت بنائی تو تمھاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تمھارا رب، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، ایک کم سو، جو انھیں شمار کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے۔“ [ بخاري، كتاب الدعوات، بابٌ لله مائة اسم غير واحدة : ٦٤١٠، مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب في أسماء الله تعالى......الخ : ٢٦٧٧ ]

یُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ [ بنی إسرائیل: ۴۳، ۴۴ ] ’’پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں، بہت زیادہ بلند ہونا۔ ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [ النور : ۴۱ ] ’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اس کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے ہوئے، ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح جان لی ہے اور اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔‘‘

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّىۡ وَعَدُوَّكُمۡ اَوۡلِيَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَيۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَقَدۡ كَفَرُوۡا بِمَا جَآءَكُمۡ مِّنَ الۡحَـقِّ‌ ۚ يُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِيَّاكُمۡ‌ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ رَبِّكُمۡ ؕ اِنۡ كُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِىۡ‌ ‌ۖ تُسِرُّوۡنَ اِلَيۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ ‌ۖ وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَيۡتُمۡ وَمَاۤ اَعۡلَنۡتُمۡ‌ ؕ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡهُ مِنۡكُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ①

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم لوگ ان کافروں اور مشرکوں کو اپنا دوست نہ بناؤ جو میرے اور تمھارے دشمن ہیں۔ تم انھیں نبی کریم ﷺ کے جنگی راز بتاتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے دینِ حق کے منکر ہیں اور انھوں نے ہی رسول اللہ ﷺ کو اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکال دیا تھا، حالانکہ تمھارا اس کے سوا کوئی قصور نہیں تھا کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے تھے۔ یہ ظالم کفار اس لائق نہیں ہیں کہ تم انھیں اپنا دوست بناؤ۔ اگر تم مکہ سے میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے اور میری

رضا کی جستجو میں نکلے تھے تو تمھیں ان کافروں کو دوست نہیں بنانا چاہیے، جو میرے اور تمھارے دشمن ہیں۔ تم ان سے اظہار دوستی کے لیے خفیہ طور پر رسول اللہ ﷺ کی خبریں ان تک پہنچاتے ہو، حالانکہ میں تو تمھارے ظاہر و باطن کو جانتا ہوں اور تم نے دیکھ لیا ہے کہ میں نے اپنے رسول کو اس خط کی اطلاع دے دی جو تم نے مشرکین مکہ کو بھیجا تھا۔ آخر میں فرمایا کہ تم میں سے جو شخص مشرکین کو اپنا دوست بنائے گا وہ دین اسلام کی سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی متعدد آیات میں کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے سے سختی سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴾ [ النساء : ١٤٤ ] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کے لیے اپنے خلاف ایک واضح حجت بنا لو۔“ اور فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [ التوبۃ : ٢٣، ٢٤ ] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ اور فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ﴾ [ المائدۃ : ٥١ ] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، زبیر اور مقداد کو روانہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ”تم لوگ چلتے جاؤ، یہاں تک کہ روضۂ خاخ جا پہنچو، وہاں تمھیں ہودج میں سوار ایک عورت ملے گی، اس کے پاس ایک خط ہے، وہ اس سے لے لو۔“ چنانچہ حسب حکم جب ہم لوگ گھوڑے دوڑاتے ہوئے روضۂ خاخ پہنچے تو وہاں ہمیں ہودج میں سوار ایک عورت ملی، ہم نے اس سے کہا، وہ خط نکال۔ وہ کہنے لگی، میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا، تجھے نکالنا ہوگا، ورنہ ہم تیرے کپڑے اتار ڈالیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنی (بالوں کی) چوٹی میں سے ایک خط نکال کر ہمارے حوالے کر دیا،

تو ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ خط میں لکھا تھا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے مشرکوں کے نام۔ پھر اس میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی کچھ (خفیہ) باتیں تحریر کی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حاطب (کو بلا کر ان) سے پوچھا: ''اے حاطب! تو نے یہ کیا کیا؟'' انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جلدی نہ فرمائیں، میں اصلاً قریش کے خاندان سے نہیں ہوں، بلکہ صرف ان کا حلیف بن کر ان سے جڑ گیا ہوں۔ (میرا وہاں کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے) دوسرے مہاجرین جو آپ کے ساتھ ہیں، ان کے وہاں عزیز و اقربا موجود ہیں، جو ان کے اہل و عیال اور مال و اسباب کی نگرانی کرتے ہیں۔ میں نے یہ چاہا کہ میں قریش کے خاندان سے تعلق تو رکھتا نہیں، سو ان پر کچھ ایسا احسان ہی کر دوں کہ جس کے باعث وہ میرے گھر والوں کی حفاظت کریں۔ فی الاصل یہ کام میں نے اس لیے نہیں کیا کہ میں اپنے دین سے پھر گیا ہوں، نہ اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہونے ہی کی بنا پر ایسا کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حاطب نے سچ بات بیان کر دی ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجیے! آپ نے فرمایا: ''وہ تو بدر کی لڑائی میں شریک تھے اور تمھیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کو دیکھ کر فرما دیا تھا، اب تم جو چاہو کرو، میں تم کو بخش چکا۔'' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَ مَآ اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [ الممتحنة : ۱ ] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔'' [ بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الفتح : ۴۲۷۴ ]

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ يَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝۲

''اگر وہ تمھیں پائیں تو تمھارے دشمن ہوں گے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں تمھاری طرف برائی کے ساتھ بڑھائیں گے اور چاہیں گے کاش! تم کفر کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کی حالت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں سے فرمایا کہ یہ لوگ تمھارے زبردست
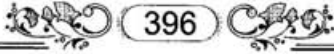
دشمن ہیں، اگر یہ تمھیں پالیں اور تم پر ان کی گرفت مضبوط ہو جائے تو تمھیں کبھی نہ چھوڑیں، اپنی زبانوں سے بھی تمھیں ایذا پہنچائیں اور اپنے ہاتھوں سے بھی، یعنی گالیاں دیں، ماریں اور قتل کریں۔ ان کی تو دلی تمنا ہے کہ تم سب اسلام سے برگشتہ ہو جاؤ اور دوبارہ کفر کو قبول کر لو۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳﴾

’’ قیامت کے دن ہرگز نہ تمھاری رشتہ داریاں تمھیں فائدہ دیں گی اور نہ تمھاری اولاد، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے جس اولاد اور رشتہ داروں کی وجہ سے دوستی کرنا چاہی، وہ قیامت کے دن عذاب جہنم سے تمھیں نہیں بچا سکیں گے۔ اس دن سب ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہیں ہوگا۔ تو پھر کیوں دوسروں کی وجہ سے اپنی عاقبت خراب کرتے ہو؟ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی نگاہ سے تمھارا کوئی عمل اوجھل نہیں ہے، اس لیے اس سے ڈرتے رہو اور وہی کام کرو جس سے وہ راضی ہوتا ہے۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ : یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا تمھارے بارے میں برا ارادہ ہو تو قرابت داریاں تمھارے کچھ کام نہیں آ سکیں گی، ان کا نفع تمھیں ہرگز نہیں ہو سکتا، جب تم اللہ کو ناراض کر کے انھیں خوش کرنا چاہو۔ جو شخص اپنے اہل و عیال کو خوش کرنے کے لیے ان کے کفر پر رہنے سے اتفاق کرتا ہے تو وہ خائب و خاسر ہے، اس کا یہ عمل رائگاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کی قرابت داری اس کے کچھ کام نہ آ سکے گی، خواہ اللہ کے انبیاء میں سے کسی نبی سے اس کی قرابت کیوں نہ ہو، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرا باپ کہاں ہے؟ فرمایا: ’’جہنم میں۔‘‘ جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر واپس چلا، تو آپ نے اسے بلا کر فرمایا: ’’بے شک میرا باپ اور تمھارا باپ جہنم میں ہیں۔‘‘ [ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن من مات علی الکفر فھو فی النار ...... الخ : ۲۰۳۔ مسند أحمد : ۳/ ۲۶۸، ح : ۱۳۷۴۱۔ أبوداوٗد، کتاب السنۃ، باب فی ذراری المشرکین : ۴۷۱۸ ]

يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۙ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [ الدخان : ۴۰ تا ۴۲ ] ’’یقیناً فیصلے کا دن ان سب کا مقرر وقت ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ مگر جس پر اللہ نے رحم کیا، بے شک وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا

مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۝۴ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ اغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝۵

”یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا (تمھارے لیے نمونہ نہیں) کہ بے شک میں تیرے لیے بخشش کی دعا ضرور کروں گا اور میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں ہوں، اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں ان لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا جنھوں نے کفر کیا اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب! یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

مشرکوں سے اعلانِ براءت کی مزید تاکید فرماتے ہوئے اللہ نے کہا کہ ابراہیم اور ان کے مومن ساتھیوں کی زندگیوں میں تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے کہ انھوں نے اپنی قلت و ناتوانی اور دشمنوں کی کثرت وقوت کے باوجود اللہ کے دشمنوں سے اظہار براءت میں ذرا بھی تامل سے کام نہیں لیا اور کسی رشتہ دار کا خیال نہیں کیا۔ پوری قوم کے سامنے اعلان کر دیا کہ ہم تم لوگوں سے اور تمھارے بتوں سے دور اور بے تعلق ہیں، ہم تمھارے دین اور معبودوں کا انکار کرتے ہیں۔ ہمارے اور تمھارے درمیان اب کھلی دشمنی پیدا ہو گئی، اس لیے کہ ہم موحد ہیں اور تم لوگ مشرک ہو، یہ عداوت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہیں لاؤ گے۔

اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ : یعنی تمھارے لیے ابراہیم اور ان کے اصحاب میں نمونہ ہے، لیکن ابراہیم نے اپنے باپ کے لیے استغفار کی جو بات کی تھی وہ اسوہ نہیں ہے۔ وہ ان سے کیے ہوئے وعدے کی بات تھی اور پھر جب ان کے سامنے حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو انھوں نے اس سے براءت کا اظہار کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت اس لیے فرمائی کہ بعض مومن اپنے ان آبا و اجداد کے لیے مغفرت و بخشش کی دعائیں مانگا کرتے تھے جو حالت شرک میں فوت ہو گئے تھے اور کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام بھی تو اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا کیا کرتے تھے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴾ [ التوبۃ: ۱۱۳، ۱۱۴ ] ''اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہو گیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔ اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے ملیں گے تو آزر کے چہرے پر گرد وغبار اور سیاہی ہوگی۔ ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے، کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ وہ کہے گا، آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے، یا رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ قبروں سے اٹھائے جانے کے دن تو مجھے رسوا نہیں کرے گا، تو اس سے بڑھ کر رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ رحمت سے دور (جہنم میں جا رہا) ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے۔ پھر فرمایا جائے گا، ابراہیم! آپ کے قدموں میں کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے تو نجاست سے لتھڑا ہوا ایک بجو نظر آئے گا جسے ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' [ بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ واتخذ اللہ إبراھیم خلیلاً ......الخ ﴾ : ۳۳۵۰ ]

مشرکوں سے اظہار براءت کے ساتھ اللہ نے مومنوں کو یہ بھی تعلیم دی کہ وہ اپنے رب سے ہمیشہ دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ! ہمارا توکل تجھی پر ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں، ہم صرف تیری بندگی کرتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہر چیز کا مرجع و ماویٰ تو ہی ہے، تو اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ اے ہمارے رب! تو کافروں کو ہم پر غلبہ نہ دے کہ وہ ہمیں آزمائش میں ڈال دیں اور دوبارہ ہمیں کفر میں واپس لے جانے کی کوشش کریں اور اس زعم باطل میں مبتلا ہو جائیں کہ وہی حق پر ہیں اور ہم باطل پر ہیں، اس طرح ان کا کفر اور بڑھ جائے۔ اے ہمارے رب! ہمارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف کر دے، ان پر ہمارا مؤاخذہ نہ کر، تو بڑا ہی زبردست اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ (۶) ع

''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے ان میں اچھا نمونہ تھا، اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور جو کوئی منہ پھیرے تو یقیناً اللہ ہی وہ ذات ہے جو بے پروا ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔''

ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں (سارہ اور لوط علیہما السلام) کے نقشِ قدم پر چلنے کی دوبارہ تاکید کی جا رہی ہے اور مشرکین سے علیحدگی اور براءت پر پھر سے ابھارا جا رہا ہے۔ فرمایا کہ اے ایمان والو! پھر سن لو، تم میں سے جو شخص اللہ سے اور قیامت کے دن سے ڈرتا ہے تو اس کے لیے ان لوگوں کی سیرت میں یعنی ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کی سیرت میں بہترین نمونہ ہے اور جو شخص ان کے طریقہ سے منہ موڑے تو اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں۔ بے شک اللہ غنی اور تعریف والا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [ إبراهيم : ۸ ] ”اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔“

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَ اللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

”قریب ہے کہ اللہ تمھارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جن سے تم ان میں سے دشمنی رکھتے ہو، دوستی پیدا کر دے اور اللہ بہت قدرت رکھنے والا ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں مومنوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ آج تم اپنے جن کافر رشتہ داروں سے محض اللہ کی خاطر اظہار بیگانگی کر رہے ہو، ان میں سے بہت سے لوگ مستقبل قریب میں ایمان لے آئیں گے اور پھر تمھاری عداوت دوستی اور محبت میں بدل جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کفار قریش نے فتح مکہ کے بعد جوق در جوق صفا پہاڑی پر آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی اور مومنوں کی صف میں شامل ہو گئے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [ آل عمران : ۱۰۳ ] ”اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [ الأنفال : ۶۲، ۶۳ ] ”وہی ہے جس نے تجھے اپنی مدد کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ قوت بخشی۔ اور ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتا اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔ بے شک وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاریوں سے فرمایا: ”اے انصار کی

جماعت ! کیا میں نے تمھیں گم راہ نہیں پایا تھا ؟ پھر اللہ نے تمھیں میری وجہ سے ہدایت دی اور تم میں آپس میں دشمنی اور نا اتفاقی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے تم میں باہم الفت پیدا کی ۔'' [ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف ...... الخ : ۴۳۳۰۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم ...... الخ : ۱۰۶۱ ]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوستوں کی دوستی کے وقت بھی اس بات کو پیش نظر رکھو کہ کیا عجب اس سے کس وقت دشمنی ہو جائے اور دشمنوں کی دشمنی میں بھی حد سے تجاوز نہ کرو، کیا خبر کب دوستی ہو جائے ؟'' [ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في الاقتصاد في الحب والبغض : ۱۹۹۷۔ غاية المرام في تخريج أحاديث الحلال و الحرام، ص : ۲۱۵، ۲۱۹، ۴۷۲ ]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یارسول اللہ! میری تین درخواستیں ہیں، اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ آپ نے فرمایا: ''کہو!'' اس نے کہا، اول تو یہ کہ میری عرب کی خوبصورت ترین بیٹی ام حبیبہ کو اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں ، چنانچہ آپ نے منظور فرما لیا۔ پھر عرض کی، میرے لڑکے معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجیے! آپ نے اسے بھی منظور فرمایا۔ پھر عرض کی، مجھے اجازت دیجیے کہ جس طرح میں کفر کے زمانے میں مسلمانوں سے مسلسل جنگ کرتا رہا اب اسلام کے زمانہ میں کافروں سے برابر لڑائی جاری رکھوں۔ آپ نے اسے بھی منظور فرمایا۔ [ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي سفيان بن حرب : ۲۵۰۱ ]

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸

''اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں ایسے کافروں کے ساتھ احسان سے منع نہیں فرماتا جنھوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ نہیں کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا، جیسا کہ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میری ماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تشریف لائیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اس کے ساتھ حسن سلوک کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں !'' چنانچہ اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ [ الممتحنة : ۸ ] ''اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' [ بخاری، کتاب الأدب، باب صلة الوالد المشرك : ۵۹۷۸۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين ...... الخ : ۱۰۰۳ ]

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ انصاف کرتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔ (یہ انصاف کرنے والے وہ لوگ ہیں) جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل و عیال میں اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے اس میں عدل سے کام لیتے ہیں۔'' [ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضیلة الأمیر العادل ...... الخ : ۱۸۲۷ ]

اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

''اللہ تو تمھیں انھی لوگوں سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں ایسے لوگوں کی دوستی سے منع فرماتا ہے جنھوں نے تم سے کھلم کھلا عداوت و دشمنی رکھی، تم سے جنگ کی، تمھیں گھروں سے نکال دیا اور تمھیں نکالنے میں مدد کی تو ایسے لوگوں کی دوستی سے اللہ تعالیٰ تمھیں منع فرماتا ہے اور ان سے دشمنی رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر ان کی دوستی رکھنے پر وعید سناتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص ایسے کافروں سے دوستی کرے گا اور ان سے تعلق قائم کرے گا، وہ اپنے حق میں ظلم کرے گا اور اللہ کے غضب کا مستحق بنے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ا۟قْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [ التوبة : ۲۳، ۲۴ ] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [ المائدة : ۵۱ ] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَ سْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَ لْيَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمھارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ پڑتال کرو، اللہ ان کے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے۔ پھر اگر تم جان لو کہ وہ مومن ہیں تو انھیں کفار کی طرف واپس نہ کرو، نہ یہ عورتیں ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لیے حلال ہوں گے۔ اور انھیں دے دو جو انھوں نے خرچ کیا ہے اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو، جب انھیں ان کے مہر دے دو۔ اور کافر عورتوں کی عصمتیں روک کر نہ رکھو اور تم مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ہے اور وہ (کفار) مانگ لیں جو انھوں نے خرچ کیا ہے۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

صلح حدیبیہ کی شرائط میں یہ بات بھی تھی کہ اگر کوئی کافر مکہ سے بھاگ کر یعنی مسلمان ہو کر مدینہ آ جائے گا، تو رسول اللہ ﷺ اسے مکہ واپس بھیج دیں گے اور اگر کوئی مسلمان مشرک ہو کر مدینہ سے مکہ چلا جائے گا تو کفارِ مکہ اسے واپس نہیں کریں گے، لیکن اللہ کی حکمت دیکھیے کہ اس میں ان مسلمان عورتوں کے بارے میں کوئی بات نہیں تھی جو ہجرت کر کے مدینہ آ جائیں گی۔ چنانچہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط، سبیعہ اسلمیہ اور امیمہ بنت بشر رضی اللہ عنہن وغیرھا مسلمان عورتیں جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آ گئیں تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے انھیں مکہ واپس نہیں بھیجا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دو بھائی عمار اور ولید اس غرض سے مدینہ آئے، لیکن آپ نے انھیں واپس نہیں کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ ایسی عورتوں کے ایمان کا امتحان لیں، حقیقت حال جاننے والا تو صرف اللہ ہے، لیکن قرائن وشواہد سے اگر ان کا ایمان ثابت ہو جائے تو انھیں کافر شوہروں کے پاس واپس نہ بھیجا جائے، اس لیے کہ مومنہ عورت مشرک کے لیے اب حلال نہیں رہی، ایمان نے اس کا رشتہ اس کے کافر شوہر سے ختم کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ اگر ان مسلمان عورتوں کے شوہر اس مال کا مطالبہ کریں جو انھوں نے بطور مہر خرچ کیا تھا تو انھیں وہ مال دے دو اور چاہو تو ان مسلمان عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کر لو، اگرچہ ان کے مشرک شوہر زندہ ہوں، اس لیے کہ اسلام نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک نیا حکم بیان کیا کہ جس طرح مومنہ عورت کا نکاح کافر سے باطل ہو گیا، اسی طرح اب کافر عورت کا نکاح بھی مسلمان مرد سے باطل ہو گیا۔ آیت

کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ اوپر جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ اللہ کا حکم ہے اور اس کی اتباع ہی میں سب کے لیے خیر و مصلحت ہے۔

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ : ''اور کافر عورتوں کی عصمتیں روک کر نہ رکھو'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے اور ان کے ساتھ مل کر رہنا حرام قرار دے دیا ہے، جیسا کہ سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح نامے کی تحریر سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''اٹھو! اونٹوں کو نحر کرو اور سر منڈوا دو۔'' راوی کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! صحابہ میں سے کوئی ایک آدمی بھی نہیں اٹھا، یہاں تک کہ آپ نے تین بار یہی فرمایا۔ جب ان میں سے کوئی نہ اٹھا تو آپ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کی کیفیت بیان کی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! آپ چاہتے ہیں کہ لوگ ایسا کریں؟ تو ایسا کیجیے کہ آپ کسی سے کچھ نہ کہیے! باہر جا کر اپنے اونٹوں کو نحر کر ڈالیے اور حجام کو بلوا کر سر منڈوا دیجیے۔ چنانچہ آپ باہر نکلے، آپ نے کسی سے بات نہیں کی بلکہ اپنے اونٹوں کو نحر کیا اور حجام کو بلا کر سر مبارک منڈوا دیا۔ جب لوگوں نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو سب کھڑے ہو گئے اور سب نے قربانی ذبح کر دی اور پھر ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے، قریب تھا کہ ہجوم کی وجہ سے ایک دوسرے کو ہلاک کر دیں۔ اس واقعہ کے بعد چند مومنہ عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾ [ الممتحنة : ١٠ ] ''جب تمھارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ پڑتال کرو، اللہ ان کے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے۔ پھر اگر تم جان لو کہ وہ مومن ہیں تو انھیں کفار کی طرف واپس نہ کرو، نہ یہ عورتیں ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لیے حلال ہوں گے۔ اور انھیں دے دو جو انھوں نے خرچ کیا ہے اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو، جب انھیں ان کے مہر دے دو۔ اور کافر عورتوں کی عصمتیں روک کر نہ رکھو۔'' تو اس دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو جو ابھی تک شرک پر قائم تھیں، طلاق دے دی۔ بعد ازاں ان میں سے ایک سے معاویہ بن ابو سفیان نے نکاح کر لیا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے۔ [ بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲ ]

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے بعد) مومن عورتیں ہجرت کر کے آنے لگیں، ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ وہ اس وقت جوان تھیں، تو ان کے خاندان والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو ان کی طرف (صلح نامہ کی شرط کے مطابق) واپس کر دینے کے لیے سوال کیا۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے متعلق ہدایت نازل فرما دی۔ [ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية ...... الخ : ٤١٨٠، ٤١٨١ ]

﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ﴾ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کے فدیے بھیجے تو (نبی ﷺ کی بیٹی) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بھی (اپنے شوہر) ابوالعاص کے فدیہ میں مال بھیجا اور وہ ہار پیش کیا جو ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ابوالعاص سے شادی کے وقت دیا تھا۔ اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ پر شدید رقت طاری ہوئی اور فرمایا: ''اگر تم مناسب سمجھو تو اس کے قیدی کو ویسے ہی رہا کر دو اور اس کا ہار اسے واپس کر دو۔'' صحابہ نے اسے بخوشی قبول کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص سے یہ عہد لیا کہ زینب کو آپ کی طرف بھیج دے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کو بھیجا اور انھیں کہا: ''تم وادیٔ یا جج کے دامن میں رکنا، حتیٰ کہ زینب تمھارے پاس آ جائے، تو پھر اسے ساتھ لے کر آ جانا۔'' [ أبوداوٗد، کتاب الجهاد، باب في فداء الأسير بالمال : ۲٦۹۲۔ مسند أحمد : ٦/۲۷٦، ح : ۲٦٤١٦ ]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مومن عورتیں ہجرت کر کے نبی ﷺ کے پاس آتی تھیں تو آپ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی وجہ سے ان کی جانچ پڑتال کرتے تھے: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [ الممتحنة : ۱۲ ] ''اے نبی! جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں، تجھ سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان گھڑ رہی ہوں اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا کر۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' تو جو عورت ان شرطوں کو قبول کرتی وہ امتحان میں پوری اترتی۔ جب وہ زبان سے ان شرطوں کے پورا کرنے کا اقرار کر لیتیں تو رسول اللہ ﷺ ان سے فرماتے: ''اب تم جاؤ، میں نے تم سے بیعت لے لی۔'' اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو کبھی نہیں چھوا۔ آپ ان سے بس زبانی بیعت لیتے تھے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ عورتوں سے انھی باتوں کا عہد لیتے تھے جن باتوں کا حکم اللہ نے آپ کو دیا تھا۔ آپ صرف زبان سے اقرار کراتے تھے، اس کے بعد آپ ان سے فرماتے تھے: ''میں نے تم سے (زبانی) بیعت لے لی۔'' [ مسلم، کتاب الإمارة، باب کیفیة بیعة النساء : ۱۸٦٦ ]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے لیے مشرکین دو طرح کے تھے۔ ایک اہل حرب کے مشرک کہ جن سے آپ لڑائی کرتے تھے اور وہ آپ سے لڑائی کرتے تھے اور دوسرے عہد و پیمان والے مشرک (یعنی ذمی وغیرہ) کہ آپ ان سے جنگ نہیں کرتے تھے اور نہ وہ آپ سے جنگ کرتے تھے اور جب اہل حرب کی کوئی عورت (مسلمان ہو کر) ہجرت کر کے (مدینہ) آتی تو اسے اس وقت تک پیغام نکاح نہ دیا جاتا جب تک اسے

حیض نہ آ جاتا اور پھر اس سے پاک نہ ہو جاتی، جب وہ پاک ہو جاتی تو اس سے نکاح جائز ہو جاتا۔ اگر ان کے شوہر ان کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لینے سے پہلے ہجرت کر کے آ جاتے تو یہ انھی کو ملتیں اور اگر مشرکین میں سے کوئی غلام یا لونڈی مسلمان ہو کر ہجرت کرتے تو وہ آزاد سمجھے جاتے اور ان کے وہی حقوق ہوتے جو تمام مہاجرین کے تھے۔

[ بخاري، كتاب الطلاق، باب نكاح من أسلم من المشركات وعدتهن : ٥٢٨٦ ]

وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

”اور اگر تمھاری بیویوں میں سے کوئی کافروں کی طرف چلی جائے، پھر تم بدلہ حاصل کرو تو جن لوگوں کی بیویاں چلی گئی ہیں انھیں اتنا دے دو جتنا انھوں نے خرچ کیا ہے اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی عورت کافر و مشرک ہونے کی وجہ سے کافروں کے پاس چلی جائے اور کسی کافر سے شادی کر لے، وہ کافر شوہر اس کا مہر اس کے پہلے مسلمان شوہر کو واپس نہ کرے اور بعد میں مسلمانوں کی ان کافروں سے جنگ ہو جائے، جس میں مسلمانوں کو مالِ غنیمت حاصل ہو، تو اس مسلمان شوہر کو اس سے وہ مال دے دیا جائے گا جو اس نے بطور مہر ادا کیا تھا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

”اے نبی! جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں، تجھ سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان گھڑ رہی ہوں اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا کر۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ : عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے آنے والی مومن عورتوں کا اس آیت کے مطابق امتحان لیا کرتے تھے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ

یَفۡتَرِیۡنَهٗ بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِنَّ وَ اَرۡجُلِهِنَّ وَلَا یَعۡصِیۡنَكَ فِیۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَایِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴾ [ الممتحنة : ۱۲ ] ''اے نبی! جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں، تجھ سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان گھڑ رہی ہوں اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا کر۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' عروہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو مومن عورت اس شرط کا اقرار کر لیتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زبانی ارشاد فرماتے: ''میں نے تم سے بیعت لے لی ہے۔'' اللہ کی قسم! بیعت لیتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک کبھی کسی عورت کے ہاتھ سے نہیں لگا تھا۔ آپ ان سے مخاطب ہو کر زبانی یہ فرماتے ہوئے بیعت لیتے تھے: ''میں نے تم سے اس پر یہ بیعت لے لی ہے۔'' [ بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ إذا جاءكم المؤمنات مهاجرات ﴾ : ٤٨٩١ ]

امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں خواتین کے ساتھ بیعت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو (آپ نے ہم سے عہد و پیمان لیا، جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور) آپ نے ہمیں فرمایا: ''تمھاری یہ بیعت مقدور بھر استطاعت کے مطابق ہے۔'' تو میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول تو ہم پر ہماری جانوں سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔ پھر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم سے (بھی مردوں کی طرح) بیعت لیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، ایک عورت سے بھی میری بات اسی طرح ہے، جیسے ایک سو عورت سے ہو۔'' [ مسند أحمد : ٣٥٧/٦، ح : ٢٧٠٦٩۔ ترمذي، كتاب السير، باب ما جاء في بيعة النساء : ١٥٩٧۔ ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب بيعة النساء : ٢٨٧٤ ]

اَنۡ لَّا یُشۡرِکۡنَ بِاللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشۡرِکۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ ﴾ [ لقمان : ۱۳ ] ''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔''

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپ نے ہمارے سامنے اس آیت کی تلاوت کی ﴿ عَلٰۤی اَنۡ لَّا یُشۡرِکۡنَ بِاللّٰهِ شَیۡئًا ﴾ ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔'' اور ہمیں نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ممانعت پر ایک عورت (خود ام عطیہ رضی اللہ عنہا) نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور عرض کی کہ فلاں عورت نے نوحہ میں میری مدد کی تھی، میں چاہتی ہوں کہ اس کا بدلہ چکا آؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کچھ نہیں کہا، وہ گئیں اور پھر دوبارہ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ [ بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ إذا جاءك المؤمنات يبايعنك ﴾ : ٤٨٩٢ ]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، آپ نے فرمایا:

''کیا تم مجھ سے بیعت کرو گے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے، زنا نہیں کرو گے اور چوری نہیں کرو گے؟'' پھر آپ نے (سورۂ ممتحنہ کی زیر تفسیر) وہ آیت پڑھی جو عورتوں کی بیعت کے بارے میں ہے۔ (پھر فرمایا): ''تم میں سے جو شخص اس بیعت کو پورا کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اجر و ثواب سے نوازے گا اور جس نے اس میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا اور اس کی وجہ سے اسے سزا دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گی اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو وہ اللہ کے سپرد ہے، اگر چاہے تو اسے معاف فرما دے اور اگر چاہے تو عذاب دے۔'' [ بخاري، كتاب التفسير، بابٌ ﴿ إذا جاءك المؤمنات يبايعنك ﴾ : ٤٨٩٤۔ مسلم، كتاب الحدود، باب الحدود كفارات لأهلها : ١٧٠٩ ]

**وَلَا يَسْرِقْنَ** : یعنی دوسروں کے مال کی چوری نہیں کریں گی، شوہر اگر نفقہ میں کوتاہی کرے تو وہ اس کے مال میں سے دستور اور عرف و عادت کے مطابق لے سکتی ہے، خواہ شوہر کو اس کا علم نہ بھی ہو، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام معاویہ ہند بنت عتبہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ابوسفیان کنجوس آدمی ہے، وہ مجھے اتنا نفقہ نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، لہٰذا اگر میں اس کے علم کے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''اس کے مال میں سے دستور کے مطابق اس قدر لے لو جو تیرے اور تیرے بچوں کے لیے کافی ہو۔'' [ مسلم، كتاب الأقضية، باب قضية هند : ١٧١٤۔ بخاري، كتاب البيوع، باب من أجرى أمر الأمصار ............الخ : ٢٢١١ ]

**وَلَا يَزْنِيْنَ** : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [ بني إسرائيل : ٣٢ ] ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔''

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرو گے کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ گے اور نہ زنا کرو گے اور نہ چوری کرو گے؟'' [ بخاري، كتاب التفسير، بابٌ : ﴿ إذا جاءك المؤمنات يبايعنك ﴾ : ٤٨٩٤ ]

زانیوں کو آتش دوزخ میں دردناک عذاب کی صورت میں سزا کے متعلق سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور رہے وہ برہنہ آدمی اور عورتیں جو تنور جیسی عمارت میں تھے، تو وہ زانی مرد اور زانی عورتیں تھیں۔'' [ بخاري، كتاب التعبير، باب تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح : ٧٠٤٧ ]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لیے آئیں تو آپ نے اس سے یہ عہد لیا: ﴿ اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ ﴾ [ الممتحنة : ١٢ ] ''وہ نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی۔'' تو اس نے حیا سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی یہ بات پسند آئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا کہ اے خاتون! اس بات کا اقرار کر لو،

واللہ! ہم نے بھی انھی باتوں پر آپ سے بیعت کی ہے۔اس نے کہا کہ (اگر تم نے ان باتوں پر بیعت کی ہے تو ) پھر میں بھی بیعت کرتی ہوں۔پس اس نے اس آیت کریمہ میں مذکور باتوں پر بیعت کر لی۔[ مسند أحمد : ۱۵۱/۶، ح : ۲۵۲۲۹ ]

وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ :ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴾ [ بنی إسرائیل : ۳۱ ] ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔''

وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ :ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴾ [ النور: ۲۳ تا ۲۵ ] ''بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔اس دن اللہ انھیں ان کا صحیح بدلہ پورا پورا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچو۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو (کرنا یا کروانا)، جس جان کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال ناحق کھانا، کافروں سے مقابلہ کے وقت بھاگ جانا اور مومن و آزاد، بھولی بھالی پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [ بخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنات ...... الخ : ۶۸۵۷ ]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عید الفطر کی نماز پڑھی ہے، ان تمام بزرگوں نے نماز عید خطبہ سے پہلے پڑھی تھی اور خطبہ بعد میں دیا تھا۔ (ایک دفعہ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (منبر سے ) اترے، گویا میں اب بھی وہ منظر دیکھ رہا ہوں جب آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے تھے۔ پھر آپ صف چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور عورتوں کے پاس تشریف لائے۔ بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے اور آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [ الممتحنۃ : ۱۲ ] ''اے نبی ! جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں، تجھ سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی اور

نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان گھڑ رہی ہوں اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا کر۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' آپ نے پوری آیت آخر تک تلاوت کی اور جب آیت تلاوت کر چکے تو فرمایا: ''تم ان شرائط پر قائم رہنے کا وعدہ کرتی ہو؟'' ان میں سے ایک عورت نے جواب دیا، ہاں یا رسول اللہ! ان کے سوا اور کسی عورت نے (شرم کی وجہ سے) کوئی بات نہیں کہی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ دو۔'' اور بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا لیا، تو عورتیں بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔

[ بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ ﴿ إذا جاء ك المؤمنات يبايعنك ﴾ : ٤٨٩٥ ]

**وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ** : یعنی ان نیک کاموں کے کرنے میں جن کا آپ انھیں حکم دیں گے اور ان برے کاموں سے رکنے میں جن سے آپ انھیں منع کریں گے، وہ نافرمانی نہیں کریں گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴾ [ النساء: ۸۰ ] ''جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ﴾ [ الجن: ۲۳ ] ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت: ﴿ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ ﴾ ''اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی'' اس کے بارے میں کہا کہ یہ بھی ایک شرط تھی جسے اللہ تعالیٰ نے (رسول اللہ ﷺ سے بیعت کے وقت) عورتوں کے لیے ضروری قرار دیا تھا۔ [ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إذا جاء ك المؤمنٰت يبايعنك ﴾ : ٤٨٩٣ ]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴿١٣﴾

ع ۲ / ۸ الصف

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست مت بناؤ جن پر اللہ غصے ہو گیا، جو آخرت سے اسی طرح ناامید ہو چکے ہیں جس طرح وہ کافر ناامید ہو چکے ہیں جو قبروں والے ہیں۔''

اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں بھی اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دوستی سے منع فرما دیا ہے، جیسا کہ اس کے شروع میں بھی منع فرمایا تھا۔ فرمایا مومنو! یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے دوستی نہ کرو کہ جن پر اللہ تعالیٰ غصے ہوا ہے، جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت اور پھٹکار کے مستحق قرار پا گئے ہیں۔ تم ایسے لوگوں کو دوست اور رفیق کیوں بناتے ہو، حالانکہ وہ آخرت سے مایوس ہیں، جیسے کہ ان سے پہلے کافروں کا آخرت پر ایمان نہیں تھا۔ اسی لیے تو سرکشی کی راہ اختیار کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

**يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ** : وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا یہودی ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [ البقرة: ٩٠ ] ''بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انھوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا کہ اس چیز کا انکار کر دیں جو اللہ نے نازل فرمائی، اس ضد سے کہ اللہ اپنا کچھ فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ پس وہ غضب پر غضب لے کر لوٹے اور کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو دوست بنانے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَاۗىِٕكُمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ڶ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [ النساء: ٤٤ تا ٤٦ ] ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ گمراہی کو خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم راستے سے بھٹک جاؤ۔ اور اللہ تمھارے دشمنوں کو زیادہ جاننے والا ہے اور اللہ کافی دوست ہے اور اللہ کافی مددگار ہے۔ وہ لوگ جو یہودی بن گئے، ان میں سے کچھ لوگ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں **سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا** (ہم نے سنا اور نہیں مانا) اور **اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ** (سن اس حال میں کہ تجھے نہ سنایا جائے) اور **رَاعِنَا** (ہماری رعایت کر) (یہ الفاظ) اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے (کہتے ہیں) اور اگر بے شک وہ **سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا** (ہم نے سنا اور مانا) اور **اسْمَعْ وَانْظُرْنَا** (سن اور ہماری طرف دیکھ) کہتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر اور زیادہ درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی، پس وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔''

**قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ** : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو صبح اور شام اس کا ٹھکانا اس پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر جنت والوں میں سے ہے تو جنت والوں میں سے اور جو دوزخ والوں میں سے ہے تو دوزخ والوں میں سے، پھر کہا جاتا ہے، یہ تیرا ٹھکانا ہے، جہاں اللہ تعالیٰ تجھے قیامت والے دن داخل کرے گا۔'' [ بخاری، كتاب الجنائز، باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي : ١٣٧٩۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار : ٢٨٦٦ ]